



گروہ جہنشیہ
ریپکڑ

شہوانیت سے الوہیت تک

شہوانیت سے الوہیت تک

گورو جنیش

مرچو اے مالکِ کُل میرے والدین پر رحم فرما ----- آمین

جملہ حقوق محفوظ

مرچو

ترتیب

6	پہلی بات	پہلی بات	پہلی بات	پہلی بات	پہلی بات
8	جنس: محبت کی شروعات	پہلی بات	پہلی بات	پہلی بات	پہلی بات
47	دوسرا باب: جبر سے آزادی کی طرف	دوسرا باب	دوسرا باب	دوسرا باب	دوسرا باب
79	تیسرا باب: مراقبہ کا کلس	تیسرا باب	تیسرا باب	تیسرا باب	تیسرا باب
113	چوتھا باب: (مراقبہ کی فضیلت)	چوتھا باب	چوتھا باب	چوتھا باب	چوتھا باب
137	پانچواں باب: جنس جو ہر عقلی	پانچواں باب	پانچواں باب	پانچواں باب	پانچواں باب
	چارے حقیقت تک	پانچواں باب	پانچواں باب	پانچواں باب	پانچواں باب
	(یا کائناتے راناک)	پانچواں باب	پانچواں باب	پانچواں باب	پانچواں باب
	نام کتاب:	شہادت سے الوداع تک (پہلی جلد)	شہادت سے الوداع تک (پہلی جلد)	شہادت سے الوداع تک (پہلی جلد)	شہادت سے الوداع تک (پہلی جلد)
	مصنف:	مرو رجنش	مرو رجنش	مرو رجنش	مرو رجنش
	مترجم:	سلیم اختر	سلیم اختر	سلیم اختر	سلیم اختر
	سال اشاعت:	2002ء	2002ء	2002ء	2002ء
	ناشر:	آصف چاہیہ	آصف چاہیہ	آصف چاہیہ	آصف چاہیہ
		نگارشات پبلشرز	نگارشات پبلشرز	نگارشات پبلشرز	نگارشات پبلشرز
		میاں جمیل رزاقی، کھیل روڈ، لاہور	میاں جمیل رزاقی، کھیل روڈ، لاہور	میاں جمیل رزاقی، کھیل روڈ، لاہور	میاں جمیل رزاقی، کھیل روڈ، لاہور
	مطبع:	المطبع العربیہ لاہور	المطبع العربیہ لاہور	المطبع العربیہ لاہور	المطبع العربیہ لاہور
	قیمت:				

پہلی بات

گورو رجنش کی ہر جہت خصوصیت کی طرح اس کے متوقع فکری جہان کو بھی چھپچھپی اور متناقض کا استخراج قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر ایک غفلتزدہ فکری غیر جانبداری سے اس کے نظریات و خیالات کا مطالعہ کرے تو رجنش کے بارے میں واضح اور درست رائے قائم کرنا ناممکن نہیں رہتا۔

گورو کی تعلیمات سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، لیکن اس سے پہلے یہ امر مد نظر رکھنا پڑے گا کہ وہ ایک ایسا عالم بھی ہے جس کو علوم شرقیہ و غربیہ پر کافی حد تک دسترس ہے۔ وہ اپنے افکار کی تائید میں اس نوعیت کی حلقی دلیلیں اور شواہد پیش کرتا ہے جن سے سیر افکار حلقی تضادوں سے ہمید ہے۔

رجنش چاہتا ہے کہ جنس کے حوالہ سے ناروا معاشرتی اور اخلاقی دہاو ختم ہو تاکہ اسے ایک بے ساختہ فطری حقیقت کو ثابت کی حیثیت سے تسلیم کروایا جاسکے۔ اس حوالہ سے اسے یقین ہے کہ جنسی روئیں کو گورو جین ملانی عقلی استخراج ختم ہوگی اور تب اس کو قوت کو قوت انداز میں بروئے کار لانا کر حقیر ذات اور تنہیم ذات کی مثل تک انسان کی رہائی ممکن ہو سکے گی۔

وہ کہتا ہے کہ جس طرح دریا کو اپنے راستے تلاش کرنے کیلئے کسی گھٹیا یک کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح جنس تھنے اور ضرورت میں بھی زیادہ دیر تک غیر ضروری معاشرتی بندھنوں کی رہنمائی کو قبول نہیں کر سکتیں۔ اس مثل سے وہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ تمام تر انسانی، قوی، نسلی، مذہبی اور علاقائی تعصبات کے باوجود جیسے کسی دریا کے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی ویسے ہی جنس کی ہر سیر عظمت اور ضرورت کو بھی الگ الگ غلطوں میں مختلف قسم کے ضابطوں کا غلام بنا کر رکھنا ناممکنیت میں سے ہے۔

حقیق کے تصور کو بھی رجنش وار حلقی اور پسندیدگی کے ساتھ جنس کے اخلاقی کے بغیر

غلام کہتا ہے۔ یوں اس کا "تصور عشق" عشق اور مصلحتی "عشق جہت" کا ملغوبہ بن جاتا ہے کیونکہ وہ غافل جنسی محبت میں بھی کشش محسوس کرتا ہے اور مجازی و حقیقی مخلوق کی صوفیانہ اصطلاحوں کو بھی نہیں بھولتا۔ یہی غیر متوازن اور غیر متعین "تصور محبت" اسے ایک نئی اصطلاح استخراج کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ لب رجنش کہتا ہے کہ "روحانی جنس" کی تعظیم کے بعد انسان خالق کے ساتھ وصال کی لذت سے فیض یاب ہو سکتا ہے، چنانچہ بنیادی اہمیت اسی "روحانی بنیت" کو حاصل ہے۔

قارئین! یہی وہ مرحلہ فکر ہے جنہاں رجنش اپنے فو تکمیل شدہ "روحانی بنیت" کے عقد کو منطقی دلائل و براہین کے ساتھ پیش کرنے میں بڑی حد تک ناظم رہتا ہے کیونکہ ایک بنیادی جنسی اور فطری عمل کو روحانیت کا لیلوہ اور صاع کا ناقص قسم بنانا جتنا آسان ہے، اسے اس شکل میں دوسروں سے تسلیم کروانا اتنی مشکل بلکہ ناممکن ہے، جبکہ مطلب لوگوں میں روحانیت کو نہ ماننے والے بھی شامل ہوں۔

مطور پادشہ ہم نے گورو رجنش کے صرف جنس سے متعلق خیالات و افکار کا مختصر سا جائزہ لیا ہے، لیکن اگر اس کے پورے فکری نظام کو ایک شب میں بیان کیا جائے تو یہ کتنا بہت حد تک مناسب ہوگا کہ رجنش جنسی، معاشی اور سیاسی حوالوں سے نئی نوع انسان میں فکری آزادی، خود ارادگی اور مساوات کا خدائیں ہے۔

رجنش کی کل تہنیفات کی تعداد چار سو سے زائد ہے، لیکن جنس کے موضوع پر اس کی صرف ایک ہی تصنیف "Kama to Rama" ہے جو جین اتواشی شریٹ کی حامل ہے۔ اسی کتاب کا ترجمہ ہم پاکستان میں پہلی بار "شروعاتی سے اہمیت تک" کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ امید ہے جلد ہی قارئین پڑائی سے نوازیں گے۔

جنس: محبت کی شروعات

جان عزیز!

محبت! محبت کیا ہے؟ محبت میں جینا اور اسے محسوس کرنا سہل ہے لیکن اس کا حتمی معنی بیان کرنا دشوار ہے۔ مثلاً اگر تم پھمپلی سے یہ دریافت کرو کہ سمندر کیسا ہے؟ تو پھمپلی اس کے جواب میں کہے گی: "یہ سمندر ہے"۔ سب اطراف میں دیکھ لو یہی سمندر ہے اور بس۔ "اگر تم اصرار کرتے ہوئے کہو:"

سورہی! کہ ہمیں سمندر دکھائے۔ محبت بلکہ اس کا حتمی معنی بیان کرو۔" تو سہلے اور گمراہ جانے لگا انسان کو جو کچھ ہونا چاہیے وہ ہے (جیسا کہ اس وقت وہ سمندر سمجھتا ہے)۔ حقیقت یہ چون کی "جس کو جینا جا سکتا ہے" چاہتا جا سکتا ہے، مگر دشواری یہ تو اس کی کہ اس کا حتمی معنی کیوں کر بیان ہو۔ انسان کی بد قسمتی تو یہی ہے کہ جس کو اسے ایسا ارادہ جینا چاہیے، جس کا اور اک ہونا چاہیے اسی کے حقیقی انسانیت کرشمہ چار سے پانچ ہزار برسوں کے دوران میں محض پانچ ہی باتیں کرتی رہی ہے۔ محبت پر باتیں ہوتی ہیں، محبت بھر گیت گائے جا رہے ہیں، معبودوں اور گرجوں میں وقایہ تمجیدیں گائی گئی ہیں، اور کیا کچھ ہے جو محبت کی حقیقت میں نہیں لکھا گیا ہے اس کے علاوہ انسانی زندگی میں محبت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہم اگر انسان کا گمراہ معاملہ کریں تو انسانی زبان میں محبت سے زیادہ گلاب لفظ نہیں ملے گا۔

مذہب محبت کے حقیقی لفظ سرا ہے مگر جس نوع کی محبت عام ہو رہی ہے جس نے انسانیت کو ایک موروثی بد قسمتی میں محصور کر دیا ہے صرف ایک مقدمہ

کو پائے میں پھیلایا رہی ہے اور وہ ہے انسانی زندگی میں محبت کے سب دروازے بند کر دینا۔ ستم تو یہ ہے کہ عوام کی اکثریت ان رہنماؤں کو پوجتی ہے جنہوں نے محبت کی تھکدیب کی ہے، جنہوں نے محبت کی دھار کو جوڑنا ڈالا ہے۔ اس اعتبار سے خواہ کوئی مشرق ہو یا مغرب، ہندو متلی ہو یا امریکی ان کے اس رجحان میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ ہر کیف محبت انسانی زندگی میں اب تک تو ظہور نہیں کر سکی۔ ہم اس کا زہد وار انسان کو فرماتے ہیں۔ ہم ایسا اس لئے کہتے ہیں کیونکہ انسان بڑھا ہوا ہے، محبت ہر کیف نمود نہیں پا سکی۔ ہم اس کا الزام ذہن کو دیتے ہیں کہ چونکہ ہمارا ذہن مسموم ہے لہذا محبت نمود نہیں پا سکی۔ ذہن مسموم نہیں ہے۔ جو لوگ محبت کو مسموم کرنے پر ذہن کو ملعون کرتے ہیں دراصل یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے محبت کی کوئیل ہی پھوٹے نہیں دی۔ اس دنیا میں کوئی شے مسموم نہیں ہے۔ خداوند عظیم کی تمام تخلیقات میں کوئی بھی شے اس قدر بری نہیں ہے بلکہ ہر شے خفاہ ہے، جو دلی، دلیوں کا زندگی اور حسن مفاہ کرنے والا مشروب ہے۔ یہ صرف اور محض انسان ہے جس نے خفاہ سے بھرتے ہوئے برقی کو پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں میں سب عام نملہ معظم، مقدس لوگ، ولی اور واعظ شامل ہیں۔

میرے نزدیک اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر اس مرض کو سمجھنا کیا، اس معاملے کو آج ہی واضح طور پر درست نہ کیا گیا تو انسانی زندگی میں محبت کا آنکھ کوئی امکان نہیں ہو سکتا۔ ستم تو یہ ہے کہ ہم نے اسی سرچشمے کو علت نامہ تسلیم کر لیا ہے جس کی وجہ سے انسانی حق پر محبت کا سورج طلوع نہیں ہوا۔ اگر انہی گمراہ کن اصولوں کو یا صراحتاً صدیوں دہرایا جاتا رہا تو حقیقی اصولوں کی جو بنیادی تھکدیب ہوئی ہے اس کو جاننے میں ہم ناچم ہو جائیں گے۔ غیر فطری مذہبی فرائض پر عمل درآمد میں انسان کی باطنی طاقت کی سبب ہی سے انتشار نے جنم لیا ہے۔ لہذا دکھائی تو یہی دیتا ہے کہ انسان لٹکلی پر ہے۔

اس بات کی مزید تفصیلی وضاحت اس کھلی کے ذریعے کرتا ہوں۔ میں نے سنا ہے

کہ پرانے زمانے میں ایک دستی پنکھوں کی پھیری والا بلاشلہ کے محل کے نزدیک سے گزرا کرتا تھا وہ اپنے پنکھوں کے متعلق آواز لگاتا تو یہ کہتا تھا جانی اور حیران کن چلنے خریدو۔" ایسے چلنے کبھی ہٹائے گئے ہیں نہ کبھی کسی نے دیکھے ہیں۔" یہ اس کا دعویٰ تھا۔

بلاشلہ کو دستی چلنے منع کرنے کا شوق تھا اس نے ساری دنیا سے ہر قسم کے چلنے اکٹھے کر رکھے تھے۔ ایک وفد اس نے پھیری والے کی آواز سنی تو بڑا تجسس ہوا۔ اس نے محل کی بالکونی سے اس "لاٹانی وجہ حیران کن" پنکھوں اور ان کے پیچھے والے کو دیکھ لیا بالکونی سے اسے وہ چلنے بہت گھٹیا عام سے اور بہت معمولی نظر آئے۔ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اور حقیقت حال سے انکھی کے لئے بلاشلہ نے غم دیا کہ پھیری والے کو لوہ اس کے حضور پیش کیا جائے۔

بلاشلہ نے اس سے پوچھا "ان پنکھوں کی کیا افروخت ہے؟ اور ان کی قیمت کیا ہے؟"

پھیری والے نے کہا "جہاں پہلا ان پنکھوں کی قیمت ان کی خوبی کے مقابلے میں اعتدالی کم ہے یہ ایک چھٹا ایک سو روپے کا ہے۔" یہ قیمت سن کر بلاشلہ حیران ہوا۔ وہ بازار میں ہر قسم ایک پیسے میں ایک بکے والے پنکھوں کی قیمت ایک سو روپے میں ایک سن کر حیران ہوا تھا اس نے پھیری والے سے استفسار کیا اور پوچھا "ان پنکھوں کی ایسی کون سی خصوصیت ہے کہ تم انہیں اتنا جیتی تار ہے ہو؟"

پھیری والے نے کہا "مختصر وہاں ان پنکھوں کی بے مثل صفت یہ ہے کہ یہ ایک صدی تک چل سکتے ہیں۔ ایک سو سال میں یہ بالکل بھی خراب نہیں ہوں گے۔"

بلاشلہ یہ لاف و گزاف سن کر ناراض ہو گیا اس نے جتنی سے پوچھا "کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟ تم مجھ سے کھانا ڈال کر رہے ہو۔ دیکھتے میں تو یہ چلنے ایک پلٹے

بعد ہی بے کار ہوتے نظر آ رہے ہیں اور تم ایک صدی کا دعویٰ کر رہے ہو؟ کیا تم بلاشلہ سے بھی عیاری کرو گے؟

پھیری والا بلاشلہ کے اشتعال کے باوجود بھی بے خوفی سے بولا: "اے میرے آقا میں آپ کو دھوکا دینے کی ہمارت کیوں کر سکتا ہوں آپ انہیں خریدنے اور پرکھنے میں روزانہ نہیں لگیں گے ان بارشوں میں پھیری لگاتا ہوں۔ میں دھوکا دے کر کب جا سکتا ہوں۔ آپ تو سارے ملک کے مالک ہیں مجھے آپ سے دھوکا دے کر کب ہٹائے گی؟"

یہ سن کر بلاشلہ کا مودہ ٹھیک ہوا اور اس نے وہ منہ مائی قیمت دے کر چلے خرید لئے۔ درحقیقت بلاشلہ اب بھی پھیری والے کے دعووں پر یقین نہیں کر رہا تھا آہم تجسس کی تسکین کے لئے اس نے چلے خریدے تھے ورنہ یہ تجسس اسے مارے ڈال رہا تھا کہ آخر کن بنیادوں پر پھیری والا یہ سفید جھوٹ بولے جا رہا ہے۔ اس نے علم دیا کہ پھیری والا سات دن بعد حاضر ہو۔

تین دن بعد چلنے کے درمیان والی ڈنڈی ٹوٹ گئی، ہنڈ گورنے سے پہلے پہلے بکھا بکھڑے ہو گیا اس پر بلاشلہ کو یقین ہو گیا کہ پھیری والا اب نہیں آئے گا۔ لیکن ساتویں دن وہ خست حیران ہوا جب پھیری والا تین وقت پر حاضر ہو گیا۔

"میرے آقا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔"

بلاشلہ کا پارہ چڑھ گیا وہ سخت مشتعل تھا "شیطان آڑی ہے وقوف! دیکھو وہ پڑے ہیں تمہارے چلنے۔۔۔۔۔ ٹوٹے ہوئے ان کی یہ حالت صرف ایک پلٹے ہی میں ہو گئی ہے اور تم دعویٰ کرتے تھے کہ یہ ایک صدی تک چلیں گے۔ یا تو تم پاگل ہو یا عیاریوں کے سردار ہو؟"

پھیری والا بیٹے جگڑے بولا "جہاں کی لگن پلاؤ تو عرض کروں کہ حضور یہ چلنے تو لازماً ایک صدی چلیں گے شاید بلاشلہ سلامت کو ان کے طریقہ استعمال کے بارے میں نہیں پتہ کیا آپ اتنا پندہ فرمائیں گے کہ آپ نے پکھاس طرح استعمال کیا؟"

بادشاہ کا قصد بڑھ گیا اس نے کہہ "خدا کی پناہ" اب تم مجھے چمکا استعمال کرتا کھو ہے؟

پچھری والے نے کہہ "حضور والا! خفاست ہوں۔ میں صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ چنگھوں کی یہ حالت سات دنوں میں کیوں کر ہوئی لہذا آپ میری فہم کرنا کہتا ہے کہ آپ نے چنگھوں کو کس طرح استعمال کیا تھا؟"

بادشاہ نے آخر کار اس کی انتہوں سے بچ کر ایک چمکا اٹھایا اور دکھایا کہ اس نے کس طرح انھیں استعمال کیا تھا۔ پچھری والا جو ش کے ساتھ بولا "میں سمجھ گیا۔ اب مجھے لفظ کا علم ہو گیا ہے۔ مجھے کہے کہ اس طرح استعمال نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

بادشاہ کے لمحے میں اضافہ بھی ہوا اور حیرت بھی ہوئی "اس نے پوچھا تو کیا اس کے علاوہ بھی چمکے استعمال کرنے کا کوئی طریقہ ہے؟"

پچھری والے نے وضاحت کی "ہاں سرکار! ایک چمکا تھے" اسے اپنے سامنے منبھو علی سے رکھنے اور اپنے سر کو دائیں بائیں ہانپے۔۔۔۔۔ چمکا ایک صدی تک چلے گا۔ حکام بدھن آپ کو چمکا لے لیکن چمکا آج رہے ہیں۔ یہ کہ چمکے میں تو کوئی غلطی نہیں ہے۔ آپ کا طریق استعمال درست نہیں ہے۔ آپ نے سر کو بے حرکت رکھا اور چمکے کو ہلایا۔ ہلانا ہے اس میں میرے چمکے کا کیا قصور ہے؟ لفظی تو حضور کی ہے میرے چمکے میں تو کوئی غلطی نہیں۔"

انسان اور انسانیت کو پائل ایسے ہی جرم کا مرتکب قرار دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ ہماری انسانیت کو دیکھو۔ انسان سخت بیمار ہے۔۔۔۔۔ جو نتیجہ ہے پانچ چار دس ہزار برسوں کا۔ یہ مسلسل پور کر دیا گیا ہے کہ انسان غلط ہے "تہذیب درست ہے۔ انسان بڑا ہو رہا ہے" تہذیب کی "حقین ہو رہی ہے۔ ہماری عظیم تہذیب! ہمارا عظیم تہذیب!۔۔۔۔۔ ہر شے عظیم ہے اور ذرا ان کے ثمرات تو دیکھو!

لیکن وہ کہتے ہیں انسان غلط ہے" انسان کو خود کو بدلنا چاہیے اور کوئی نہیں جو انسانوں کے بھوم سے لگے اور سوال کرے کہ کیا یہ تہذیب اور مذہب ہی نہیں ہیں

ہنوں نے جمونی اقدار سے معذور گزشتہ دس پندرہ برسوں میں انسان کو محبت سے نخلی رکھا ہے؟

اگر اگر محبت گزشتہ دس ہزار برسوں میں نمود نہیں پا سکی تو پھر مجھ سے سنو کہ آئندہ بھی اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ اس تہذیب اور مذہب کی اساس پر کسی محبت کرنے والے کا تصور ہو سکے۔

جو کچھ گزشتہ دس ہزار برسوں میں حاصل نہیں کیا جاسکا وہ آئندہ دس ہزار برسوں میں بھی حاصل نہیں ہو گا کیونکہ انسان کل بھی وہی ہو گا جو آج ہے۔ گو کہ دیکھی لو اب تو اب تمدن اور ٹیکنالوجی کی طبع کاری اسے ہر دور میں نیا ظاہر کرے گی۔

انسان جیسا تھا ویسا ہی ہے اور پیش ایسا ہی رہے گا۔ لیکن ہم تہذیب اور مذہب پر نظر کرنے کے لئے آئندہ نہیں ہیں۔ جس کے متعلق ہم اور ہمارے وہ ولی اور سرپرست جن کے پاؤں ہم چرتے ہیں "بلند آواز میں گیت گاتے ہیں۔ اگر وہ سب غلط نہیں ہیں" اگر وہ مکران نہیں کر رہے تو اس کی تصدیق کے لئے اپنی سوچ کی سمتوں اور راہوں پر نظر ڈالنے اور غور و فکر کے لئے آئندہ کیوں نہیں ہوتے۔

میں جیسے کچھ کہتا چاہتا ہوں کہ بنیادی سچ ہے "اقدار باطل ہیں۔ اس کا ثبوت آج کا انسان ہے۔ کیا اس کا کوئی دوسرا ثبوت ہو سکتا ہے؟۔۔۔۔۔ ہم ٹیکٹنگ کرتے ہیں اور اس کا اثر مسموم اور تلخ ہو تو کیا نتیجہ اٹھ کرتے ہیں؟ اس سے یہ نتیجہ اٹھ ہوتا ہے کہ حضور سچ مسموم اور تلخ رہا ہو گا۔۔۔۔۔ لیکن ہاں یہ پیش گوئی مشکل ہے کہ ایک مخصوص سچ تلخ پھل دے گا یا نہیں۔ البتہ تم اس کا مشاہدہ کر سکتے ہو" اس کو ہر طرف سے دیکھو "اسے دیکھو" اسے تو "لیکن تم اس کے متعلق کچھ پیش گوئی نہیں کر سکتے کہ اس کے پھل ختمے ہوں گے یا نہیں۔ اس کے لئے ہمیں وقت کی پرکھ کا انتظار کرنا ہو گا۔

ایک سچ کو پورے ایک پورا لکے کچھ برس گزریں گے تب ایک درخت ظاہر ہو گا اور نشوونما پا کر بڑھتا جائے گا "خفا میں اس کی شاخیں پھیلیں گی" ان پر پھل لگیں گے

اور تب ہی تم جان پو گے کہ جو بیچ بویا گیا تھا وہ سچا تھا یا نہیں۔

جدید انسان تہذیب اور مذہب کے ان بچوں کا چہل ہے جو کوشش تقریباً "دس ہزار برسوں میں برے اور پروان چڑھانے گئے ہیں۔ اور یہ پھل سچا ہے" مناقشوں سے اور اعلیٰ سے معمور ہے۔ مگر ہم ہی ان بچوں کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ ان سے محبت کے گلاب آئیں گے۔ ایسا کچھ نہیں ہونے والا، میں دوبارہ کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ محبت کی پیداوار اعلیٰ لہکن ان مذہب نے شتم کر دیا ہے، یہ مسموم ہو چکا ہے۔ محبت کو انسانوں سے بڑھ کر ان پرندوں، جانوروں اور پودوں میں دیکھا جاسکتا ہے جن کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ کوئی تہذیب۔ غیر تہذیب یافتہ انسانوں اور پرستانہ بین بچپنوں میں آج کے نام نہاد ترقی پسند "مذہب اور متدین انسانوں کے مقابلے میں زیادہ محبت دیکھی جاسکتی ہے۔ اور برائے مانو تو کہوں کہ قدیم نسل کے انسان کسی طرح کے حقان "تہذیب یا مذہب کے حامل نہیں تھے۔ آخر کیوں انسان جس قدر متدین "مذہب اور مذہبی ہو گیا اسی قدر وہ رفتہ رفتہ محبت کے حوالے سے بگڑتا گیا؟

اس کی کچھ وجوہات ہیں اور میں ان پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اگر انہیں سمجھ لیا گیا تو محبت کی لامتناہی حصارا پھوٹ بیٹے گی۔ لیکن اسے تو چھوڑو سے یوں مسدود کر دیا گیا ہے کہ یہ رواں ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کو ہر طرف سے پستل کر دیا گیا ہے سو مقدس دریائے گنگا آزلوی سے پھنے کے لئے رواں نہیں ہو سکتا۔

محبت تو انسان کے بلوغت میں ہوتی ہے۔ اسے غارت سے دور آمد نہیں کیا جاتا۔ یہ روز مرہ استعمال کی شے نہیں ہے، ہم کہیں بھی بازار سے جا کر لاتے ہیں۔ یہ زندگی کی خوشبو جیسی ہے، یہ ہر شخص کے اندر ہوتی ہے۔ سو محبت کی تلاش "محبت کو پانے کی جدوجہد کوئی جیت عمل نہیں ہے یا کسی جگہ جا کر پانی کے عمل بھی درست نہیں

میں اس بات کو درج ذیل حکایت سے واضح کرتا ہوں۔

ایک جسد سزا جٹوں توڑ رہا تھا۔ ایک شخص نے، جو مجھے کی حقیقت کا نظارہ کرنے

دہل آیا ہوا تھا، دیکھا کہ میں تو مجھے کا کوئی نشان تک نہیں ہے۔ صرف ایک پتھر ہے جسے جھٹی اور ہتھوڑے کی مدد سے لوح اومہ سے تراشا جا رہا ہے۔ اس آدمی نے دریافت کیا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ کیا تم جسد حقیقی نہیں کر رہے؟ میں تو کیا تھا کہ دیکھوں جسد کیسے بنتا ہے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم تو بس ایک پتھر کی تراشنے میں لگے ہو۔"

فمن کار نے کہا "جسد تو اس کے اندر ہے۔ اس کو ہٹا ضروری نہیں ہے۔ محض پتھر کی بے کار کثافت کو جس نے مجھے کو ذہن پر رکھا ہے، ہٹانا ضروری ہے۔ یہ کثافت دور ہوتی ہی جسد اپنی لطافت میں کر دے گا۔ کوئی جسد ہٹایا نہیں جاتا، اسے تو دریافت کیا جاتا ہے۔ اسے تو پردے سے نکالا جاتا ہے، روشنی میں لایا جاتا ہے۔" محبت انسان کے اندر بند ہے صرف اسے کھولا جاتا ہے۔ سوال یہ نہیں کہ محبت کو حقیقی کرنا ہے۔ اصل سوال اس کو پردے سے باہر نکالنے کا ہے۔ مگر یہ سب کچھ جس سے ہم نے خود کو ذہن پر رکھا ہے، یہی تو ہے جو اسے میں نہیں ہونے دیتا۔ یہی میٹنگل پر کھڑے سے پہنچنے کی کوشش کہہ کر محبت کیا ہے؟

یہ ایک نہایت عجیب حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی ڈاکٹر ایسا نہیں ہے جو بتا سکے کہ صحت کیا ہے!

اگرچہ ہم تری میڈیکل سائنس صحت پر ہی مہم دار کرتی ہے، تاہم کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو یہ بتا سکے کہ قتل ہو کر صحت کیا ہے؟ اگر تم کسی ڈاکٹر سے پوچھو تو وہ کہے گا کہ وہ نہیں یہ تو بتا سکتا ہے کہ بیماریاں کیا ہیں اور ان کی طبعیت کیا ہیں۔ وہ ہر مرض کے لئے مختلف میڈیکل اصطلاحات سے آگاہ ہو گا۔ وہ ابھی تجویز کر سکتا ہو گا۔ مگر صحت؟ صحت کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا ہو گا۔ وہ صرف انا جان کر سکتا ہے کہ جب کوئی بیماری نہ ہو تو جو کیفیت ہوتی ہے اسے صحت کہا جاتا ہے۔

ایسا اس لئے ہے کہ صحت انسان کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے، انسان اس کی تعریف

حصین نہیں کر سکتا تھاری باہر سے آتی ہے لہذا اس کی تعریف حصین کی جاسکتی ہے۔
صحت تعریف کو خاطر میں نہیں لاتی۔ ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ تھاری کی عدم
موجودگی صحت ہے۔ گو یہ درست ہے لیکن کیا یہ صحت کی تعریف ہو سکتی ہے؟
صحت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھاری کی عدم موجودگی کے متعلق بتایا جاتا تو
تھاری کی بہت باتا ہوا نہ کہ صحت کے بارے میں۔

چاہے تو یہ ہے کہ صحت تحقیق نہیں کی جاسکتی۔ یا تو یہ تھاری کی وجہ سے چھپی
ہوتی ہے یا پھر اگر تھاری دور ہو جائے تو یہ خود کو ظاہر کرتی ہے۔ صحت ہمارے اندر
ہے۔ صحت ہماری فطرت ہے۔

محبت ہمارے اندر ہے۔ محبت ہماری موروثی فطرت ہے۔ یہ امر بنیادی طور پر غلط
ہے کہ انسان کو محبت کی تخلیق کہا جائے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ محبت کو تخلیق کیا جائے
بلکہ مسئلہ گہرائی میں جا کر اس کو باہر لانے کا ہے اور یہ کہ آخر محبت اپنی نمود پر نمود
کیوں نہیں ہے؟ آخر رکھتو کیا ہے؟ مشکل کیا ہے؟ آخر اس کے آگے بندھا ہوا بند
کس ہے؟ اگر رکھتو نہیں ہیں تو محبت خود کو ظاہر کر دے گی۔ یہ لازم نہیں
کہ اسے تخریب و تباہی کی جائے۔
اگر جھوٹی تہذیب اور تخریب کرنے والی تہذیبوں وہ روایات کی مدد بندیاں نہیں
ہوں گی تو ہر انسان محبت سے لبریز ہو گا۔ کوئی شخص بھی محبت کو دبا نہیں سکتا۔ یہ تو
فکر کرنا ہے۔ محبت تو ہماری فطرت ہے۔

گنگا کا پانی سے رواں ہوتی ہے۔ یہ پانی ہے۔ یہ طاقت ور ہے۔ اسے تو بہتا ہے۔ یہ
کسی رہنما کو نہیں پہچانتا۔ کسی پرہت کو نہیں پہچانتا تو اسے سمندر کا راست
دیکھتا۔ کیا تم نے کبھی کوئی دریا دیکھا ہے کسی کر اس روٹ پر کسی پہاڑ سے سمندر کا
حدود اربعہ دریافت کرتے ہوئے؟

یہ ٹھیک ہے سمندر کہیں دور ہے ہو سکتا ہے۔ سمندر نظر سے نہیں ہو سکتا ہے
بہر حال دریا جیتے راست پالے گا اس کو کہتے ہیں فاکٹر بہت۔ یہ ہوتی ہے داخلی تہذیب

دریا کے پاس کوئی چھپاؤ یک نہیں ہوتی لیکن اپنی منزل پر حسی طور پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ
پہاڑوں کو توڑ دے گا۔ میٹھوں کو عبور کرے گا۔ ملک کے پار چلا جائے گا۔ اور یوں
سمندر تک دوڑتا چلا جائے گا کیونکہ ایک ہے انت خواہش۔ ایک دور تو اپنی اس
کے بلوں پہل میں بند ہے۔ لیکن فرض کیا اگر انسان اس کے راستے میں رکھتو
کڑی کر دے؟ اگر انسان بند باندھ دے؟ ایک دریا فطری رکھتوں پر تو غلبہ پاسکتا ہے۔
ان سے کامیابی سے گزر سکتا ہے کیونکہ آخر کار فطری رکھتو اس کے لئے رکھتو
طاہت نہیں ہو تیں لیکن اگر انسان کی مٹائی ہوئی رکھتو اس کے لئے رکھتو
آگے اٹھتو نہ گے تو ڈیم بنا دے تو ممکن ہے کہ دریا سمندر تک نہیں پہنچ پائے گا۔
صورت حالات کے اس واضح ترین فرق کو محبت کیا جانا چاہیے۔ انسان تخلیق کی
مظیم ترین ذہانت۔ اگر فیصلہ کر لے تو دریا کو سمندر تک پہنچنے سے روک سکتا ہے۔

ہر گھٹ فطرت میں ایک ایسی وحدت ہے۔ ایک ہم آہنگی ہے۔ فطرت میں جو
رکھتو۔ ظاہری کا نہیں دیکھتی دیتی ہیں وہ حقیقت تو اپنی کو ابھارنے والے پہنچ ہیں۔
فطرت میں قصاص کوئی عدم ہم آہنگی نہیں ہے۔ جب ہم جی جیتے ہیں تو ظاہر ایسا لگتا
ہے کہ زمین کی وہ سرسبز جگہ کے مین اوپر ہے اسے اندر کی طرف پہنچے گو دبا رہی ہے
اور اس کی بدحوشی میں میں رکھتو بن رہی ہے۔ ظاہر تو ایسا ہی دیکھتی رہتا ہے لیکن
محبت زمین کی وہ سرسبز رکھتو نہیں بن رہی ہوتی۔ اس سرے کے بغیر جگہ ہی نہیں
سکتا۔ زمین جگہ کو اس لئے دہاتی ہے تاکہ وہ نرم ہو جائے اور پھوٹ کر نور کو ایک
پودے میں ڈھل لے۔ ظاہر تو کچھ ایسا دیکھتی رہتا ہے کہ مٹی جگہ کو ختم کئے دے رہی
ہے لیکن مٹی تو محض ایک وہ مستند۔ ذمہ داری بھاری ہوتی ہے۔

اگر کوئی جگہ تھوڑا سا کر پودا نہیں بناتا تو ہم تو تیسرے کرتے ہیں کہ ہو سکتا ہے مٹی
موجود نہ ہو یا ہو سکتا ہے جگہ کو کافی مقدار میں پانی نہ ملتا ہو یا ہو سکتا ہے اسے سورج کی
مناسب روشنی حاصل نہ ہوئی ہو۔ ہم جگہ کو الزام نہیں دیتے ہیں۔ لیکن اگر انسان کی
ذہنی میں پھول نہ نکلیں تو ہم کہتے ہیں اس کا ذمہ دار خود انسان ہی ہے۔ کوئی بھی

مٹی ہے۔ ذہن زہر ہے سو اس کے خلاف لڑو۔ مگر ذہن انسان کے اندر ہے اور جس بھی انسان کے اندر ہے، تنہم انسان سے توقع کی گئی ہے کہ وہ داخلی مسائلوں سے آزاد ہو۔ اس سے جو توقع کی گئی ہے وہ ہے اس کا ایک ہم آہنگ وجود میں وصلیت انسان کو لڑنا بھی ہے اور جھڑوں کو سلجھنا بھی ہے۔ جیسا کہ تعلیم کیا گیا ہے۔ ایک طرف تو انسان کو پاگل بنا دو دوسری طرف اس کا علاج کرنے کے لئے پاگل خانے بھی کھولو۔ بیماری کے جڑ سے بھی پھینا دو اور ساتھ ہی بیماروں کی تعلیم صحت کے لئے اہمکل بھی تھیر کر دو۔

ایک اور اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ انسان کو جس سے طبعہ نہیں کیا جا سکتا جس تو اس کی بنیاد ہے۔ وہ اسی کی بدولت ہی تو پیدا ہوا ہے۔ خدا نے جس کی توانائی کو تحقیق کے نقطہ آغاز کے طور پر قبول کیا ہے۔ "عظیم انسان" اس کو کلمہ کے طور پر لیتے ہیں جب کہ خدا بذات خود اس کو کلمہ قرار نہیں دیتا۔ اگر خدا جس کو کلمہ کے مانند قرار دیتا ہے تو پھر اس دنیا میں "اس کائنات میں خدا سے بڑا کونسا کلمہ کوئی نہیں ہو سکتا۔

کیا تم نے بھی سوچا ہے کہ پھول کا کلمہ دراصل جذبے کا اظہار ہے؟ ایک جیسی عمل ہے ایک مورد کھل گلوں کے ساتھ رقص کرتا ہے اور شاعر اس پر گیت لکھتا ہے۔ ایک دلی بھی اسے دیکھ کر سرست سے معمور ہوتا ہے۔ مگر وہ سب نہیں جانتے کہ یہ رقص بھی جذبے ہی کا حکم کھلا اور ریاضت اظہار ہے۔ یہ بھی بنیادی طور پر ایک جیسی عمل ہی ہے۔ وہ کون ہے جس کے لئے رقص کرتا ہو امور خوشی محسوس کرتا ہے؟ مورد اپنی محبہ، اپنی زندگی کو لڑا رہا ہے۔ کھانا پانی ہوئی ہو گا رہا ہے، ہیل گیت گا رہا ہے۔ ایک بالغ انسان ایک نوجوان کی طرح شرم ہو جاتا ہے، ایک بالغ لڑکی ایک عورت بن جاتی ہے۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ کیا ڈرامہ (ایما) ہے؟

یہ سب محبت کی، جیسی توانائی کی علامتیں ہیں۔ یہ سب جس کی ہی قلب ہیئت ہے۔ یہ محبت کا اظہار ہے۔ یہ سب توانائی سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ جس کو تسلیم کر رہے ہیں۔ ساری کی ساری زندگی۔۔۔ تمام افضل، دوسرے، رخصت، تمام گل

فنائین اپنی نسل میں جیسی توانائی ہیں۔ مذہب اور تشعب انسان کے ذہن میں جس کے خلاف زہر انجیل رہے ہیں، ایک مہکتا، ایک جنگ کھڑی کرنے کے لئے کوشش ہیں۔ انسان کو اس کی اساسی توانائی ہی کے خلاف جنگ میں ابھارا گیا ہے اور پتہ چلے وہ یودا اور مجیب الملقث اور خام اور کھردرا ہو گیا ہے۔ محبت سے غفلت اور معدومیت سے معمور ہے۔

جس کے ساتھ عدولت نہیں دوستی کی جاتی جا سکتی ہے۔ جس کی فصل ہماراں کو مزید پاکیزہ رقصوں تک پہنچا جا سکتی ہے۔ کچھ دانا جب لویا بتاؤ گے کو مبارک دیتے ہیں دشمن سے کہتے ہیں۔ "خدا ہمیں دس بیٹے عطا کرے اور آسمانرا غلہ دیکھو ہاں پھر بن جا سکتے۔" اگر جذبے کی قلب ہیئت ہو تو بیوی میں مل جاتی ہے اگر جس شہوت پر غلب آ جاتے تو محبت میں داخل جاتی ہے۔ یہ فقط جیسی توانائی ہے جو محبت کی طاقت بن کر گل افش ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم نے انسان کو جس کے خلاف نفرت سے بھر دیا ہے۔ اس کا بدلی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ محبت کا پھول گل ہی نہیں سکا کیونکہ یہ تو وہ صورت ہے جو آخر میں ظاہر ہوتی ہے اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہے کہ پہلے جس کو تسلیم کیا جائے سرگرم مخالفت کے سبب ہی سے محبت ابھر نہیں سکتی۔ اس کے برعکس انسان کے شعور میں نظام یہ اترتی ہوئی جس کو "ہنریت" سے گملا کر دیا گیا ہے۔ انسان کا ضمیر زیادہ سے زیادہ جیسی ہو رہا ہے۔ ہمارے گیت، نقیص، پیٹننگز اور میل تک کہ معبودوں میں سچے ہونے کے اجسام بھی درحقیقت جیسی مرکز ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھارا ذہن بھی جس کے محور کے گرد اگر دھوم رہا ہے۔ دنیا میں کوئی جانور ایسا نہیں ہے جو انسان کی طرح جیسی ہو! انسان جیسی ہے، ہر جگہ، ہر کس، خواہ وہ یا بے ارادہ اخلاق میں اور لوہ آداب میں بھی۔ ہر ہر لمحہ جس سے اور غلطی ہے۔

محالوت، مخالفت اور جبر کی وجہ سے انسان اندر سے مرعبا چکا ہے، غرض زود ہے۔ وہ اس سے جو زندگی کی جڑ بنیاد ہے، آزاد نہیں ہو سکا لیکن اس کے داخلی میں بے استقلال معاشقوں نے اس کے عمل وجود کو پھوڑا ہی بنا دیا ہے۔ وہ بیمار ہے۔ عالم

انسانیت میں جنیت کے اس بے غلامیاب کا باعث نام فہم رہنا اور واقعہ ہیں۔ ان لوگوں کو اس کا طوم نصرا بلانا چاہیے۔ جب تک انسان خود کو ایسے مطہر "واعظوں" سرپرستوں "چٹیں روی کرے وہاں اور ان کے جلی چند فصلی سے آزاد نہیں کر دیا لیت۔ محبت کے طور کا انسان معدوم رہی ہے۔

مجھے ایک کہانی یاد آتی ہے جو یوں ہے کہ ایک غریب دہقان ایک اہوار کو اپنے گھر سے نکال دیا اسے پر ہی اسے اپنا بچپن کا ایک دوست ملا جو اس سے ملاقات کرنے کے لئے ہی آ رہا ہوتا ہے۔ دہقان کہتا ہے "خوش آمدید! تم اتنے عرصے سے نکلی تھے؟"..... تحریف لے گا..... لیکن..... میں نے کچھ دوستوں سے آج ملاقات کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اس وعدے کو توڑنا میرے لئے ممکن نہیں۔ بروہ صوفی تم ذرا گھر میں آرام کرو۔ میں بس ایک گھنٹے میں واپس آجوں گا جس میں جلد ہی نوٹ انوکھ گا اور پھر ہم طویل گپ شپ کریں گے۔"

دوست چلا "کوہ" نہیں چارہ کیا یہ بہتر نہیں رہے گا کہ میں تمہارے ساتھ ہی چلا چلوں؟ میرے کپڑے میلے ہیں..... اگر تم مجھے صرف ایک دھلا ہوا جوڑا دے دو تو میں کپڑے بدل کر تمہارے ساتھ ہی چتا ہوں۔ ہم اتنے عرصے بعد ملے ہیں، میں زیادہ سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔

وہ دہقان بھی اپنے بچپن کے دوست سے اتنی مدت بعد مل کر بے حد خوش ہوا تھا اور خود بھی اسے زیادہ وقت دینا چاہتا تھا۔ اسے دوست کی یہ بات بہت پسند آئی۔ اس کو بدشگونی نے بہت پہلے کسی بات پر خوش ہو کر ایک انتہائی بیش قیمت لباس عطا کیا تھا۔ وہ لباس دہقان نے کسی اہم تقریب کے لئے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ وہ خوش خوشی وہی لباس اپنے دوست کے لئے نکال لیا تاکہ وہ اپنے میلے کپڑوں کی جگہ اسے زیب تن کر سکے۔ دوست نے جتنی کوٹ "کپڑی" دھوئی اور پر کشش جوتے پہن لئے۔ وہ تو بالکل بدشگونی جیسا لگ رہا تھا اسے دیکھ کر دہقان کو کسی قدر حمو محسوس ہوا۔ اس کے مقابلے میں خود دہقان اس کا ملازم نظر آ رہا تھا اس نے سوچا کہ اس نے دوست کو اپنا

بہترین سوٹ دے کر قطعی کارنگاب کیا ہے۔ دہقان کو احساس کسری نے گویا شکستے میں بکڑ لیا۔

جب وہ دونوں گھر سے چلے تو ہر شخص شکار لباس کی وجہ سے اس کے دوست کو دیکھتا تھا۔ دہقان کو اپنا آپ نہیں محسوس ہونے لگا تھا وہ اسے محض ایک عام سانوگر سمجھ رہے ہیں۔ اس احساس کے بخود اس نے اپنے ذہن کو یہ کہہ کر اٹھا لیا کہ وہ ایک شریف کسان ہے، خدا کا نیک بندہ ہے۔ اسے صرف خدا کے حلقے یا پھر اچھی اچھی باتوں کو سوچنا چاہیے۔ دینے بھی ایک عمو کوٹ یا جتنی کپڑی میں رکھا ہی کیا ہے؟ لیکن جتنا زیادہ وہ خود کو سمجھانے کی کوشش کرتا گیا اتنی ہی زیادہ اس کے ذہن پر کپڑی اور کوٹ کا خیال طلب پاتا گیا۔

اگرچہ وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے مگر دل گیر صرف اس کے دوست ہی کو دیکھتے تھے۔ کوئی بھی تو دہقان پر توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہا تھا۔ دل گیروں کی اسے بے اعتنائی اور دوست کی چند پرانی سے دہقان کے اندر اضطراب بڑھتا چلا گیا۔ وہ بظاہر تو دوست سے باتیں کر رہا تھا لیکن اندرونی طور پر سولے کوٹ اور کپڑی کے کچھ بھی نہیں سوچ رہا تھا۔

اسی الجھن اور اضطراب کے عالم میں وہ اس گھر پہنچ گئے جہاں دہقان نے وعدے کے مطابق آج تھا۔ یہاں پہنچ کر اس کے اضطراب حمو اور احساس کسری میں مزید اضافہ ہو گیا کیونکہ کبھی کی نظریں جھینم آفرین انداز میں اس کے دوست اور اس کے پٹے ہوئے کپڑوں پر جمی تھیں۔ اب دہقان اس کا تعارف کروانے لگا اس نے کہا "یہ میرا دوست ہے۔ بچپن کا دوست۔ یہ بہت پیارا انسان ہے۔"

اس نے اتنی کھانسی کی کہ اس کے اندر کا آتش نکلیں پھٹ پڑا اور لداویوں نے نکلا: "معاذ یہ کپڑے؟ یہ میرے ہیں۔ ابھی جب یہ میرے ہاں آیا تو اس کے اپنے کپڑے بہت میلے تھے۔ اس کی درخواست پر میں نے بدشگونی کا عطا کر دیا۔ اس کو پہننے کے لئے دیا ہے۔"

یہ سن کر دوست تو شرم سے زمین میں گر گیا۔ وہ گھر والے بھی حیران ہوئے کہ یہ کیسا عارف ہے؟ آخر لباس کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ لورہ دہقان بھی فوراً ہی اپنی غلطی کا ادراک کر چکا تھا وہ اندری اندر سخت شرمسار تھا۔ لیکن وہ لباس کی وجہ سے دوست کی مسلسل پزیرائی سے اتنا زیادہ مضطرب تھا کہ بے اختیار بے نیلے کہہ گیا۔

اب وہ شرمساری میں اپنے آپ کو دل ہی دل میں برا بھلا کہہ رہا تھا۔ خیر وہیں سے وہ لوگ روانہ ہوئے۔ گھر سے نکلے ہی اس نے اپنے دوست سے معذرت کی۔ دوست نے کلمہ "میں سخت حیران ہوں کہ تمہارے جیسے وضع دار آدمی اور بچپن کے دوست نے اس طرح کی بات کیسے کہ دی؟ آخر تم نے ایسا کیوں کر کہا؟" دہقان سوائے اس کے کیا کہہ سکتا تھا کہ مجھے معاف کرو۔ یہ محض میری لغزش زبان تھی۔ میں اراداً ایسا کچھ نہیں کہتا چاہتا تھا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ مجھے اس پر بڑی شرمندگی ہے۔

لیکن زبان کی لغزش کا کوئی جواز نہیں۔ زبان بھی جھوٹ نہیں بولتی۔ منہ سے انکڑ لوٹ دی کچھ نکل جاتا ہے جس کے لئے ذہن میں "یکم" ہوتا ہے۔ وہ بولا "مجھے معاف کرو۔ مجھ میں معصوم کہ یہ کیوں کر ہو گیا۔" جانا کہ وہ خوب جانتا تھا کہ یہ تیسرے طرح ذہن کی کمان سے نکلا ہے۔

اب وہ ایک دوسرے دوست کے گھر کی طرف چل پڑے۔ اس دوران دہقان اندری اندر بے کرا آ رہا تھا کہ وہ اب کسی کو یہ نہیں بتائے گا کہ کیزے اس کے ہیں۔ وہ اپنے ذہن کو مسلسل پکا کر رہا تھا۔ ذرا ہی سی رہ میں وہ جب اگلے دوست کے دروازے پر پہنچے تو وہ یہ پتہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ کسی کو نہیں بتائے گا کہ یہ کیزے میرے ہیں۔

وہ پاگل آدمی ابھی نہیں جانتا تھا کہ جس قدر وہ ذہن پر فحری فیصلے مسئلہ کرے گا اسی قدر اندرونی محسوسات مضبوطی سے جڑ پکڑیں گے کہ "وہی ان کیزوں کا مالک ہے۔" مزید برآں سوچنے کی بات یہ ہے کہ پتہ فیصلہ کب کئے جاتے ہیں؟ اس کو سمجھنے

کے لئے اس مثال کو دیکھئے۔ ایک آدمی جو کسی قسم کا پتہ عہد کرے۔ مثلاً کوئی عہد کرے کہ وہ ساری عمر بخود گزارے گا تو اس کا یہ عہد کرنا ہی جیت کر رہا ہے کہ اس کے اندر جنیت کا پتہ پتلا دھواں موجود ہے۔ ایک آدمی پتہ عہد کرے کہ آج سے وہ کم کھائے گا یا روزانہ دس گاہ تو اس سے یہی نتیجہ نکلا ہے کہ ایسا عہد کرنے والے کے اندر "حقیقت کھانے کی ضرورت" خورشید موجود ہے۔ پتہ عہد کرنے "کچھ فیصلے کرنے اور عہد کرنے کی کوششوں کا ایک ہی نتیجہ نکلا ہے۔" اور وہ ہے ایک پاکیزہ داخلی معاشقہ! ہم دراصل وہی کچھ ہیں جو ہماری کمزوریاں ہیں! ہم اپنی کمزوریوں کو جلا سے اکیڑنے کا فیصلہ کرتے ہیں! ان کے خلاف لڑنے کا پتہ عہد عہد کرتے ہیں مگر اس کا فطری نتیجہ یہی نکلا ہے کہ ہمارے تحت آشوب و مباحثے ختم ہوتے ہیں۔ اور کئی دالے دہقان کی بھی یہی حقیقت اسے ذلیل کرادی تھی۔ وہ جس قدر اپنے کیزوں کے متعلق پتہ نہ کرنے کا عہد کرتا تھا۔ حد اور احساس کثرتی اتنی ہی ان کی ملکیت کا احساس بڑھا دیتا تھا اس کے اندر زبردست کشش رہا ہو گئی تھی! اور اس کا سبب اس کا اپنا پتہ عہد تھا۔

وہ دونوں نے گھر داخل ہوئے اب اس نے چنگی فیصلے کے مطابق پتہ عہد کر عارف کا آغاز کیا۔ یہ میرا دوست ہے۔۔۔۔۔ لیکن اتنا کہہ کر ہی اسے احساس ہو گیا کہ کوئی اس کی طرف حوجہ نہیں ہے۔ سب لوگ اس کے دوست کے شہدادہ لباس میں کھوئے ہوئے ہیں۔ یہ نگاہ اور اپنے استزاد کے احساس نے اس کے ذہن میں "میرا کت میری پکڑی" کی گردن شروع کرادی! مگر پتہ عہد کے تحت اس نے خود کو فوراً ہی دل ہی دل میں سرزنش کی۔ "ہر آدمی ہر امیر و غریب کسی نہ کسی طرح کا لباس پہنتا ہی ہے۔ یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے۔" وہ اسی طرح خود کو وضاحتوں سے بھلا رہا تھا مگر حقیقت پتہ عہد کی طرح لورہ سے لورہ، لورہ سے لورہ اس کے اندر بھول رہی تھی۔ اس نے کسی قدر سنبھل کر عارف کا سلسلہ جوڑا۔ "یہ میرا بچپن کا دوست ہے۔ یہ ایک بہت شریف آدمی ہے۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ لباس؟ یہ تو اس کا اپنا ہے۔۔۔۔۔ میرا نقص

میں۔ "یہ سن کر سب لوگ حیران رہ گئے انھوں نے کب کسی سے اس کے دوست کا اس طرح کا تعارف سنا تھا؟" لہاں اس کا ہے "میرا نہیں۔"

پہلے کی طرح اب کی بار بھی اسے فوری نعمت نے گھیر لیا۔ وہیں سے رخصت ہوئے تو اس نے پہلے سے بھی زیادہ دلچسپی سے اپنے دوست سے مصدرت کی۔ اس نے کہا "اس سے بڑی سخت لفظی سرزد ہوئی ہے۔ دراصل وہ بولا کھانا تھا کہ اسے کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھاتا۔۔۔۔۔ وہ خود حیران ہے کہ اسے کے ساتھ ہو کیا کیا تھا۔"

اس نے مزید کہا "آج تک مجھے کسی لہاں نے اس لہاں کی طرح بے بس نہیں کیا ہے۔ اب میرے خدا! میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟" وہ بھارا خدا کو بھار رہا تھا۔ اسے اس حقیقت کا علم ہی نہیں تھا کہ جیسی خواہش اس کے اندر ہے اگر خدا کے اندر بھی ہوتی تو خدا بھی اس جتنا ہی بے بس ہو نہ۔

اس کی مصدرت "نعمت اور بے بسی کے باوجود دوست بہت برہم تھا۔ اس نے کہا کہ "اب وہ مزید کسی جگہ نہیں جائے گا۔ مگر واپس چل کر اس کے لیے کچھ ہے اسے لودا دے جائیں۔ وہ فن شیل پکڑوں گی وجہ سے مزید زلت برداشت کرنے پر تیار نہیں۔"

یہ سن کر دھان نے اس کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا "بخدا ایسا مت کہو۔ مجھے ساری زندگی رنج رہے گا کہ میں نے اپنے دوست کے ساتھ اتنے برے اظہار کا ثبوت دیا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اب کپڑوں کے حلق کوئی بات نہیں کروں گا۔ یقین کرو میں دل سے قسم کھاتا ہوں بخدا میں کپڑوں کے حلق مزید کوئی بات قطعاً نہیں کروں گا۔"

میل میں جیسے بتاتا چلوں کہ تم میں سے ہر شخص کو ان لوگوں سے حلق رہنا چاہیے جو اس طرح قسمیں کھاتے ہیں۔ ان کے اندر زیادہ کمری چلائی نہیں ہوتی ہے۔ پختہ عزم تو اوپر والی ذہن کرتا ہے جبکہ تحت اشورو کی بھول بھلیوں میں اس کے پاگل اثرات پختہ موجود ہوتی ہے۔ وہ بات نہیں ہوتی جس کے بارے میں قسم کھانی تھی۔

اگر ذہن کو دس حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کا صرف ایک حصہ ہو گا جو پختہ عزم کرتا ہے جبکہ باقی نو کے نو حصے اس کے متعلق ہوتے ہیں۔ ذہن کا ایک حصہ تو تجرؤ کا حصہ کر رہا ہوتا ہے جبکہ باقی نو حصوں میں اس جمن کا پاگل پن موجزن ہوتا ہے جو انسان میں خدا نے ہوئی ہے۔

لو اب ان دونوں کی بقیہ کھلی سنو۔ "فعلی" قسموں "معدوں" کے بعد وہ تیسرے گھر پہنچے۔ اب دھان نے خود کو بڑی سختی سے کھڑ کیا ہوا تھا۔ یاد رکھو خود پر اس طرح کھڑ پانے والے لوگ بڑے خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ ان کے اندر ایک زندہ آتش فضاں موجود ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو بظاہر صبر و تحمل "ضابطوں" کے پابند "خود پر کھڑ پانے ہوئے نظر آتے ہیں درحقیقت اندر سے بری طرح بے قابو ہوتے ہیں۔ اور میری فکر کے اس بات کو پہلے پاندھ لو کہ ایک جبری کھلی کھلی بھی مسلسل اور مکمل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس بظاہر متحکم روی کے پس پردہ بہت زیادہ دھڑ موجود ہوتے ہیں۔ ناچار ہو کر نہیں لازماً کسی نہ کسی وقت سنبھلا ہو گا۔ جیسے لازماً "آرام کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔ کیونکہ آخر کب تک میں اپنی مٹی کو سختی سے بند رکھ سکا ہوں؟ چرمیں کھٹکے؟۔۔۔۔۔ بتانا زیادہ سختی سے میں اپنی مٹی بند کروں گا اتنی سختیوں کا اور پھر اتنی ہی جلدی مٹی کو کھولنا پڑے گا۔ اپنی توانائی کو جس قدر سخت سخت میں صرف کر دوں گے اتنی ہی جلدی تھک جاؤ گے" اس کا اندازہ مل ہو گا اور بڑی تیزی سے ہو گا۔ جیو مٹی ہی بات ہے کہ جھلی کو ہر وقت کھلا تو رکھا جا سکتا ہے لیکن ہر وقت بچھتا نہیں جا سکتا۔ ایک صحن طاری کرنے والا مہلہ بھی زندگی کا فطری راستہ نہیں ہو سکتا۔ اگر تم بڑھ کرے ہو تو آرام یا مذہبی کا ایک وقت ضروری ہو گا۔ لہذا بتانا زیادہ کوئی صاحب تعارف ہو گا اس قدر وہ خطرناک ہو گا۔ جھینوں کے اہلوں کے مطابق اختیار کردہ جذبہ نفس کے چرمیں ٹھنڈوں کے دوران میں اسے کبھی کبھار آرام کا ایک کھنڈ "لازا" چاہیے ہو گا۔ آرام کے اسی مختصر وقفے کے دوران میں تمہارا اک ایک عالم رہا ہو گا اور وہ اپنے آپ کو جمن کے پھول بن جائے گا۔

کھائی والے دھنن نے خج کے ساتھ خود کو کپڑوں کے بارے میں گھٹو کرنے سے باز رکھنے کا تہیہ کر لیا۔ ذرا اس کی حالت کا تصور تو کرو۔ اگر تم تھوڑے سے بھی ذہنی آدمی ہو تو تم اس کی ذہنی حالت کے حقیقی تصور کر سکتے ہو۔ اگر تم نے بھی قسم کھائی ہے یا ہاتھ عزم کیا ہے یا کبھی خود پر ذہنی وجوہات سے فخر نہیں لگائی ہے تو تم اس کے ذہن کی قابل رحم حالت کے حقیقی انجی طرح سمجھ لو گے۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ دھنن خود پر جبر کرتے ہوئے بری طرح تھک چکا تھا پسینے میں خردا ہوا تھا۔ اور دوست بھی تھک رہا تھا۔ اضطراب کی وجہ سے دھنن کے اعصاب بری طرح متے ہوئے تھے۔ اس نے اسی کیفیت میں نئے بیرونیوں سے بھی اپنے بچپن کے دوست کا حصار کرنا شروع کیا۔ وہ دست فصر فصر کے پل رہا تھا "ٹٹے..... میرے دوست....."

بہت..... پرانے دوست..... ہیں یہ بہت..... عہد آدمی ہیں..... یہ....." اٹا کہہ کر اس نے لہو بھری وقف کیا تھا کہ اس کے اندر سے ایک زبردست دہڑا رہنے کی طرح نکلا اور سب کچھ جو اس نے تہیہ کیا تھا ہمارے لیے گیا۔ اب وہ گویا بے اختیار ہو کر کوئی آواز میں برل اٹھانے لگا۔ یہ کچھ؟..... معاف کیجئے میں ان کے حقیقی کوئی بات نہیں کروں گا کیونکہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ ان کپڑوں کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاتا ہے۔"

اس دھنن کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہی کچھ پوری انسانیت کے ساتھ ہوا ہے۔ ہنس ایک خفا، ایک مرض، ایک کج روی میں جلی ہے۔ یہ جھٹوں کے سبب مسموم ہو جلی ہے۔

بچوں کو عہد مصومیت ہی سے تعلیم دی جاتی ہے کہ ہنس گناہ ہے۔ لڑکیوں کو خیردار کیا جاتا ہے، لڑکوں کو بدایت کی جاتی ہے کہ ہنس گناہ ہے۔ ایک لڑکی بڑی ہوتی ہے۔ ایک لڑکا بڑا ہوتا ہے۔ بلوغت آتی ہے۔ ان کی شادیاں ہو جاتی ہیں۔ اور تب ہڈیوں میں ایک سڑ آواز ہوتا ہے، اس تھکن کے ساتھ کہ ایک گناہ کی بنیاد ہنس ہے اور یہ بھی ایک طرف تشاہد ہے کہ قوی کو یہ بھی ذہن نشین کر لیا جاتا ہے کہ اس کا

خلعہ مجازی خدا ہے۔ وہ کہیں کر کسی ایسے شخص کو مجازی خدا بن کر اس کا اجر کم کرے جو اسے گناہ سے بھوکھ کرتا ہے؟ لڑکے کو بتایا جاتا ہے کہ یہ لڑکی تمہاری بیوی، تمہاری دکھ سکھ کی ساقی، تمہاری شریک حیات ہے۔ اور حیضوں میں مکا کیا ہے کہ عورت دونوں کا دروازہ ہے، گناہوں کی کل ہے۔ گویا لڑکا شریک حیات کی شکل میں زندہ جنم پاتا ہے۔ لڑکا سوچتا ہے، "کیا یہ میری نصف بہر ہے؟ عقل، ہنرمند، گناہ، غلو، نصف بہر؟" ان سوالوں کی، ان تضادات کی موجودگی میں بھلا اس کی زندگی میں آج تک کس طرح رونما ہو پائے گا؟ روایتی تعلیمات نے دنیا بھر میں ازدواجی حیات کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ جب شادی شدہ زندگی ہی مضبوط اور مسموم ہوگی تو محبت کا امکان کھلے گا اگر بیوی اور خلعہ ہی ایک دوسرے سے محبت نہیں کر سکتے، جو کہ نہ صرف جلی ہے بلکہ حیل طور پر فطری بھی ہے، تو پھر ان سے دوسرا کون محبت کرے گا؟

یہ تشویش انگیز صورت حال ہے، یہ پیشان کن محبت تسمی اور غلط ہو سکتی ہے۔ ان شرطیں بدیں تک لے جاتی جا سکتی ہے کہ تمام حدیں توڑ دے، تمام انہیں سلجھا لے، اور ان کو غافل اور الوی مرت میں ڈال دے۔ یہ وقت ناگہان نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کی کوئل پھرتی ہے اسے جڑ سے اکٹیز کر پیچیدہ کر دیا جائے، اس کا گھاٹ کھنٹ دیا جائے، اسے مسموم کر دیا جائے تو خود بخود اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ یہ کس طرح اعلیٰ ترین محبت کے گلاب کی شکل میں نکل سکے گی؟

اور آکاپ میں جیسے ایک ترک لگنا درویش کی بصیرت افروز کھائی غفلتوں۔ درویش مست کوٹتا پھرتا، ہوا کسی ہستی میں جا بیڑہ نشین ہوا۔ اس کے پاس ایک شخص آیا تو کہنے لگا کہ وہ خدا کو جانتا چاہتا ہے۔

درویش نے پوچھا، "کیا تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟"

"نہیں میں نے کبھی کسی اس قسم کی غیر روحانی غلط نہیں کی۔ میں کبھی ایسی باتوں میں نہیں پڑا کہیں کہ میں خدا کو جانتا چاہتا ہوں۔"

درویش نے دوچار پوچھا، "کیا تم کبھی کسی کی محبت میں جھٹا نہیں ہوئے ہو؟"

آؤ کہ بچپن میں درج تیسوں "ڈرووں لوہ ہدایت سے صرف نظر کرو۔ ان سب نے گذشتہ ہزاروں برس میں جنس سوائے اداسی "کو کھلے پن اور بے سکونی سے اور کیا عطا کیا ہے!

میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ بس اتنا ہے کہ جنس الہی ہے جنس کی برتر و عالی
تو انبیاءِ خدا کی عکاس ہے۔ یہ نگاہ ہے کیونکہ اس میں ایک نئی زندگی تخلیق کرنے کی
قوت ہے۔ اور یہ سب سے زیادہ پر اسرار قوت ہے۔ یہ خدا کے اسرار میں سے ایک
ہے۔ یہ نئی زندگی تخلیق کرنے کی قوت تمھارا الہی ۱۵۴ ہے۔ یہ مقدس ہے۔ یہ
قتل پر شش ہے۔ اس سے الجھوت 'اے الہانہ' اس سے منقوش مت کرو۔ اس
سے صلح کرو۔ اس میں جیو اگر تم زندگی میں محبت کی برسات دیکھنا چاہتے ہو تو جنس
کے ساتھ متانچ کے شخم کرنے کا اعلان کرو۔ اسے بخوشی قبول کرو۔ اس کے مقدس کلمہ
تسلیم کرو۔ اس کو شکر کزاری کے ساتھ قبول کرو۔ اور مکمل طور پر اختیار کرو۔ تم
حیران رہ جاؤ گے جب جنسی شہوت تم پر اسی قدر تقدیس اڑیں کہ جس قدر یہ
تقدیس قہریت تم اختیار کرو گے۔ پانی بہ بات و حیا میں رہے کہ جس قدر تمھاری
رسمانی گنہ گاروں اور ناجائز ہموی کی قدر کمزور اور گنہ گاروں جنس سے تمھارا سامنا ہو
گاہ جب کوئی شخص اپنی ہی سے ملے تو اس طرح احساس تقدیس کے ساتھ ملے گویا
وہ معبود جا رہا ہے۔ اسی طرح جب یہی مخلوق کے پاس جائے تو اسے احرام سے
معمور ہونا چاہیے۔ یہ احرام واحسان تقدیس اس لئے اپنا چاہیے کیونکہ محبت کرنے
والے جنس کے عمل کے دوران میں 'افتکاد کرتے ہیں اور یہ وہ مقام ہے جو خدا کے
معبود سے نزدیک ترین ہے' جہاں وہ حقیقی خورشید میں جلوہ آرا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ خدا کی
اس جلوہ آرائی کے مقام پر تمھاری جنسی قوت 'تخلیق نو کی پر اسرار قوت اپنے فطری
رمز کو آشکار کرتی ہے۔۔۔۔۔ اور جیسے قسم کے مطابق انسانی تدبیر میں انسان صرف
دخول کے تجربہ ہی میں علمی۔۔۔ غیر ارادی مہرارتے۔۔۔ کی کوئین تلمذہ جھلک دیکھ
ہے انسان صرف افتکاد کے لمحوں میں ہی جان سکتا ہے کہ کتنی گہری محبت 'آفر

درخشہ سلامت و دستر ممکن ہو سکتی ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس حقیقت پر
بہن اور اعتقاد کے اس فیضان (منظر) پر درست ذوق لگے وہ صحت دیا ہے اس
بچے پر پہنچے ہیں کہ کلکائیکس کے کھون میں ذہن خیالات سے بکھر چلا ہو جاتا ہے
زندگی کا کون سے مرحلہ 'مرا کون سا مقام ایسا ہے جہاں کسی شخص کا ذہن خیالات کے
تعل سے پناہ کی زندگی گزار سکتی کی طرح لگنے لے نہ کھاتا ہو۔ ہر لہر 'ہر لہر' ہر گز
انسان کے ذہن میں خیالات کی جولا کھسی کوئی راقی ہے۔ چلتے پھرتے 'نہم کان کرتے'
سوئے جاتے اور کچھ بھی نہ کرنے کی حالت میں۔۔۔ تم خیالات کو ذہن کے سب
گوشوں میں فعال پاتے ہو۔ خیالات مسرت بخش کم اور قہر و زیادہ ہیں۔ جو خوشی کی
جہانے فہم کی تعلیم اور اس کی فزونی کی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ خیالات ہیں جو
جہاد یار ہیں 'جہاد سے خود کلامی جہاد ہے خیالات میں بغرض خیالات انہیں سے لے
کر انھیں اڑا کر لے رہے ہیں۔ تم ہر لہر ہر کھسک ان کی گرفت میں ہو۔

لور یہ صرف جیسی انفکٹڈ میں کا ٹیکس کا گزروں ہی ہے جلد تم اس سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہو کہ خیالات تمہارے ذہن سے برہم جاتے ہیں۔ لور ذہن کا یہ غلطی پن 'خفا' ذہن کا یہ انجھٹا خاص انوی مسرت کی برسات کا سبب بنتا ہے۔ یہاں کہ یہ رمز جہاں ہوتا ہے کہ اگر اس طرح سے ذہن کو خیالات سے آزلو کیا جاسکتا ہے تو مزید گہرائی سے غور کرنے پر کیا کوئی عیسا دوسرا عمل نہیں سوچا جاسکتا جس کے ذریعے شعور میں حاکم خیالات کو ساکت کیا جاسکتا ہو' یہ سعادت حاصل کی جا سکتی ہو جو جیسی انفکٹڈ میں کا ٹیکس کے لمحے میں ادرش ہوتی ہے۔

نور اسی جیسے ہے وہ کا نظام تحقیق ہوا۔ ہر ایک سکون انہیں مزید اور دیر
 پرور مہلت ہے۔ ایک نئی تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ اختلاط کے بغیر بھی شور کو محمد
 کیا جاسکتا ہے۔ خیالات کی پچھلے آرائی کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ حیرت انگیز جذبہ کی جو
 سرور اختلاط کے عمل کے دوران میں حاصل ہوتی ہے وہی اختلاط کے بغیر بھی حاصل
 ہو سکتی ہے۔ اختلاط کا عمل طبعی طور پر بس لمحات ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے دوران

میں قوت درجہ مکمل پر ہوتی ہے، توانائی کا احصاء تیزی سے رواں ہوتا ہے۔ لہذا میں جنسیت سمجھ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ خاص صورت' جنس ترین محبت ... خوب صورت' تکیں' جو کسی بھی کو بہرہ وقت حاصل دیتی ہے ایک جوڑا اس کو ایک یا کچھ زیادہ لوگوں کے لئے حاصل کر سکتا ہے' لیکن بنیادی طور پر دونوں کے باہم کوئی فرق و اختلاف نہ تھا' جنس ہے۔ وہ جو کسی نے کہا ہے تاکہ دئے' آئندہ' وہ جو جنس صورت حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے اور برعکس' وہ جو برعکس پانے کی سعی کرتا ہے' دونوں بھائی ہیں تو یہ اس لئے بالکل درست کہا ہے۔ دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے بس فرق ہے تو اس قدر جس قدر زمین اور آسمان میں بلندی کا ہے!

اب اس مقام پر میں جنسیت کا اصول بتانا چاہتا ہوں۔ پہلا مطالبہ' پہلی اہمیت یہ ہے کہ تقدیر کو' الوہیت کو' حلیم کہو۔ اگر تم محبت میں' کچھ نہ آ سکتے و لاچار چلتا چاہتے ہو تو کھلے دل کے ساتھ خدا کی موجودت کو عمل طور پر حلیم کہو۔ جس قدر تم جنس کو حلیم کہو گے اسی قدر تم اس سے آزاد ہو جاؤ گے جتنا زیادہ تم بڑھ کر گئے انا ہی زیادہ تم اس پہلوں میں آگے ہوئے عقائد کی طرح جنس میں پھنس جاؤ گے۔ جتنی زیادہ حلیم اعتبار کرو گے اتنی ہی زیادہ محبت حاصل کرو گے۔ زندگی میں جو کچھ فطری ہے' جو کچھ خدا کی عطا ہے اس کو کامل طور پر حلیم کر لینے سے تم الوہیت کی رفیع ترین اہمیت میں پہنچ جاؤ گے! انشراح کی فن دیکھیں بلندیوں تک پہنچ جاؤ گے! حلیم کو خدا پرستی کروانا ہوں۔ اور خدا پرستیا جہیز میں محبت کا دروازہ ہے۔

میں فن تمام تعلیمات کو لذیذیت قرار دیتا ہوں جو انسان کو اس الوہی سکیم اور زندگی میں جو کچھ فطری ہے اسے حلیم کرنے سے روکتی ہیں۔' زندگی میں جنس کی مخالفت کہو۔ زندگی میں اس کو دبا کر رکھو۔ فطرت کو رکھو ہے' شرب' شربت' اسے ترک کر دو' اسے چھوڑ دو۔' یہ تمام حیوانات میرے نزدیک لادہیت ہے۔ جو لوگ ترک کا پرچار کرتے ہیں وہ سب لادین ہیں۔ زندگی کو اس کی خاص لور فطری شکل میں حلیم کر' اس کی کاملیت کے لئے سعی کرو' یہ کاملیت جنسیت درجہ بدرجہ بلندیوں عطا

کے گی۔ حلیم انسان کو رفعت بخشتی ہے۔ اگر جنس کو مکمل ہے تو وہ دن ضرور آئے گا جب یہ خود کو میرے کے روپ میں پیش کرے گی۔۔۔۔۔۔ اور یہی پہلا اصول ہے۔
دوسری بنیادی شے جو میں جنسیت بتانا چاہتا ہوں وہ ہے جسے انسان کے تمدن' تہذیب اور مذہب نے ہمارے اندر اب تک پختہ کر دیا ہے۔ اور وہ ہے یہ شعور کہ "میں ہوں"۔۔۔۔۔۔ ایک

پہلا اصول جنس کی توانائی کو محبت کی طرف رواں دواں ہونے کے لئے فکری سخت کرتا ہے لیکن "ہاں" اس کو ایک دیوار بن کر مسدود کر دیتی ہے۔ محبت کی روانی رک جاتی ہے۔

انسان برا ہو یا نیک' مقدس ہو یا غیر مقدس' ان سب میں برابر خلقت در ہوتی ہے۔ برے لوگ اپنا پرست ہوتے ہیں اور نیک طریقوں سے اپنا کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن نیک لوگ بھی اپنا کا زحوم پہنچتے ہیں۔ وہ جنت میں جانا چاہتے ہیں' وہ نجات چاہتے ہیں' وہ دنیا کو مسخر کر دیتے ہیں۔ وہ معبود بناتے ہیں' وہ مگنا نہیں کرتے' وہ جانے کیا کیا کرتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں انشا کے کی طرح ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔ اور جتنی مضبوط کسی کی اپنا ہوگی اتنی ہی وہ دوسروں سے روایت قائم کرنے سے مضبوط ہو گا کیونکہ اپنا روایت کرنے والوں کے درمیان آکھڑی ہوگی' "میں" اپنے آپ کو جکڑے گی۔ یہ ایک دیوار ہے۔ یہ اعلان کرتی ہے کہ "تو" الگ ہے اور "میں" الگ۔ اور ابھی کی وجہ سے گمراہ جنس تجھے بھی لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب جنس لا سکتا' بدلتا تو نزدیک تر ہوتے ہیں لیکن لوگ حقیقتاً دور ہوتے ہیں۔ جب تک اندر "میں" موجود ہے' "تو" کے احساس سے بھلا کر انہیں ہے۔ ان مصلحتوں کو' انہیں کو' دوری کو' دوری کو جنم دیتی ہے۔ ان اقربوں' بیکانوں' اپناہت کی دشمن ہے۔ یہ تہوں میں بھی جدائی کو' دوری کو' انفریق و اختلاف کو برقرار رکھتی ہے۔ یہ دسراہٹ کو جنم دیتی ہے۔

سارے نے کیس ایک بہت حیرت انگیز جملہ لکھا ہے' "دسراہٹ جنم ہے۔" لیکن اس نے مزید وضاحت نہیں کی کہ دسراہٹ کیوں جنم ہے یا یہ کہ دسراہٹ

کیونکہ وہ سزاوت ہوئی ہے۔

"دوسرا" (ق) تو "دوسرا" ہی رہے گا کیونکہ "میں" جو "میں" ہوں اور جب تک "میں" جاتی ہے اور گرد کی ساری دنیا "دوسرا" ہے "تو" تو ہے۔۔۔۔۔ مختلف اور طبعاً "دوسرا" اور جب تک طبعی کا یہ احساس موجود ہے "محبت کو محسوس نہیں کیا جاسکتا" محبت ایک تجربہ ہے کھیل کا محبت کا تجربہ تو دماغ اور اس کا اندام ہے "دو توانیوں کا اشتقاق ہے" محبت ایک ایسی سرت ہے جس میں دوئی کی زنجیریں لوث کرتی ہیں "جہاں اس دو جہاں ایک طالب میں ملنے کے لئے انعقاد کرتی ہیں۔ جب دو افراد کے مابین اس طرح کی ہم آہنگی پیدا ہو جاتے تو میں اسے محبت قرار دوں گا" اور اگر یہ فرد اور اجتماع کے مابین جنم لے تو میں اسے خدا نے وصل کا نام دوں گا اگر میں یا کچھ دوسرے لوگ ایک ایسے تجربے میں مشغول ہوں کہ تمام حدیں پھیل جائیں "روحانی سطح پر" تب یہ محبت ہوگی۔ اور اگر یہ کھیل میرے اور ہر شخص کے مابین شعوری طور پر قائم ہو گا کہ میں اجتماع میں اپنی ذات گم کر دوں تو یہ تسلیم اور یہ انضمام دراصل خدا سے ہوگا" خدا جو لامتناہی ہے "ربیع و عظیم ہے اور سب کچھ ہے۔ لہذا میں کہتا ہوں کہ محبت پرست قدم ہے اور خدا اصل! "میں تین اور دائمی شرطیں

اگر ہوں تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ میں اپنے آپ سے متعلق ہوں؟ جب تک میں انا کو تحلیل نہیں کر دوں گا کوئی دوسرا مجھ سے کیوں کر کھینک اُتار کرے گا؟ ایک جہاں دو طالب ہو جائیے ممکن ہوگا "انضمام" کیوں ہو گا اور دوئی کیونکر مرث سکے گی؟ "تو" میری "میں" کے درمیں میں تخلیق ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ زور سے میں اپنی "میں" کے بارے میں چلاؤں گا اتنا ہی زیادہ شدت کے ساتھ "تو" وجود میں آئے گا "تو" واقعتاً "میں" کی گونج ہے!

اور یہ "میں"۔۔۔۔۔ "ایسا" کیا ہے؟ کیا تم نے کبھی گھر کر اس کے متعلق سوچا ہے؟ تمہارے اعضاء تمہاری جانگ "ہاتھ" سرا اور ہل اور تمہاری لٹاکیا ہے؟ یہ ہے کیا اور کہیں ہے؟ تم جب اپنی انا کے بارے میں سوچو تو جیسے سوچو کہ وہ کاکہ یہ کہیں

ہے؟ جیسے میں مطلوب۔ اس کا احساس تو ہو سکتا ہے مگر اس کی غلط جاننے وقوع معلوم نہیں ہو سکتی ہے۔ ایک ہل کو غماش دینے والو اور "میں" کو متاثر نہ کرنا کہ جہاں ہو جاتا ہے کہ شدید تلاش کے باوجود تم کسی جگہ اپنی "میں" کو نہیں پا سکو گے۔ تم تسلیم کر کے کہ "میں" کس میں نہیں ہے۔ یہاں کوئی "میں" نہیں ہے۔ تو جہاں "میں" ایک حقیقت ہے وہاں "میں" کس میں ہے!

جانتا ہوں درویش ناگ سین ایک بار راجہ ملنے کے دربار پر گیا ایک خاصہ ناگ سین کے ہاں گیا اور پولا: "اے درویش ناگ سین! راجہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو دعوت دیتے آیا ہوں۔"

ناگ سین: "مگر جیسے میں مطلوب ہوں تو میں حاضر ہوں لیکن مجھے معاف رکھو کہ یہاں کوئی ناگ سین نہیں ہے۔ یہ کھل ایک ہم ہے۔" ایک خلی دربار۔

خاصہ نے واپس ہا کر راجہ کو اس موقع کیسے کے متعلق دریافت دی کہ اس نے آپ کا حاضر کیا یا اس کی جہاں رہا کہ وہ حاضر ہو جائے گا لیکن ناگ سین جیسا کوئی شخص وہاں ہے نہیں۔ راجہ اس سے کہہ کر جہاں رہ گیا۔ "میں" آ جہاں گے ناگ سین کوئی ہستی نہیں رکھتا۔ وہ جتنا درویش اس کے لئے کہ سوچا اس کی حیرت پر مبنی۔ خیر مترکہ وقت ناگ سین شعلی رات میں پہنچ گیا۔ راجہ نے دروازے پر اس کا استقبال کیا۔ "درویش ناگ سین! میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔" "یہ سن کر درویش ہنسنے لگا۔ "میں ناگ سین کے طور پر تمہاری سہاری قبول کرتا ہوں لیکن یہاں کوئی ناگ سین ہم کا بندہ ہے نہیں۔"

راجہ نے کہا: "آپ تو پہلیوں میں بات کر رہے ہیں۔ اگر آپ ناگ سین نہیں ہیں تو دعوت کون قبول کر رہا ہے؟ کون ہے جس کا میں اس کو گویا استقبال کر رہا ہوں؟"

ناگ سین نے پیچھے دیکھا اور کہا: "ایسا میں جہاں کر رہا ہوں یا یہ رات نہیں ہے؟"

"ہاں یہ رات ہی ہے۔"

درویش: "سہاری کر کے گھوڑے کھال دو۔"

ایسا ہی کیا گیا۔ راجہ تخت چھوڑ کر درویش اپنے مخصوص مسٹ اور رمیز اسلوب میں وہ کھانا رہا تھا جسے میں جیسے بھی کھانا کھاتا ہوں کہ "میں" ہو کہ کبھی نہیں ہے۔ ہر چند کہیں کہ ہے" نہیں ہے۔

گھوڑے رات سے الگ کر دیے گئے تو درویش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پولا: "کیا یہ

رہ ہے؟

راجہ نے کمال اشتیاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا: "مکوڑوں کو رتھ کیوں کر کہا جاسکتا ہے؟ یہ تو واضح ہے کہ یہ مکوڑے ہیں رتھ نہیں۔"

درویش نے اشارہ کیا تو مکوڑے اس کی طرف بڑھ آئے اور ہر اشارہ کیا تو مکوڑے غائب ہو گئے۔ اب درویش نے کہہ "مکوڑوں کو جن باتوں کے ساتھ رتھ میں جو آگیا تھا انہیں کھانا پلائے۔"

لینا ہی کیا گیا تو درویش نے انہیں بھی غائب کر دیا اور کہہ "لینا پائیں تمہارا رتھ ہے؟" راجہ نے سلامت مدتی سے کہہ "نہیں اسے درویش پائیں کیونکہ رتھ کھانا کھائے میں۔"

تب درویش کے کہنے پر پیچھے ہٹل دئے گئے۔

"کیا یہ پیچھے ہٹتا رتھ ہیں؟" اس نے دریافت کیا

"قلبی نہیں" یہ پہلے ہیں "رتھ نہیں۔" راجہ نے تیزی سے کہا "اس کی دلچسپی نہیں ہوتی جا رہی تھی۔ یکے بعد دیگرے اس سوالوں سے آخر درویش کیا حیرت کرنا چاہتا ہے۔ وہ بہت توجہ سے یہ سب سمیٹ دیکھ رہا تھا اور اس کا قصہ یہاں ہوا تھا۔"

درویش نے ایک ایک کر کے تمام حصے غائب کر دئے اور ہر بار راجہ نے وہی جواب دیا کہ "یہ رتھ نہیں ہے۔" یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ درویش نے پچھتاہٹ "تمہارا رتھ کہاں ہے؟ ہر حصہ کو تم نے قرار دیا کہ یہ رتھ نہیں ہے۔۔۔ کچھ ہذا بھر رتھ کہاں ہے؟

اس پر تو راجہ پکڑا کہ وہ کیلہ درویش کہتا رہا "کیا تم کچھ سمجھو؟ رتھ محض ایک مجموعہ تھا یہ کچھ مخصوص اشیاء سے مل کر بنا تھا۔ رتھ کا لانا کون درویش ہے۔ سوئی کر کے اپنی "میں" کو تلاش۔ تم چنانچہ کہہ کے "میں" کہیں نہیں ہے۔ بہت سی باتوں کا مرکب ہے اور میں۔ تم اپنے اعضاء کے حلقہ غور کرو۔ اپنے آپ کے ہر پہلو کے حلقہ

سوچو۔ ایک کے بعد ایک ہر چیز قسم ہو جاسے کہ اور آخر لامرصد صدمت پہنچے گی۔ محبت اسی معدومیت کی زائیدہ ہے۔ کیونکہ معدومیت تم میں ہو "معدومیت تو خدا ہے۔ ج نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوا تو خدا ہو کہ تم "میں" کی کثافت سے آلودہ ہو کر خدا سے غلط ہو گئے ہو۔ غلط کو نہیں کر دیا گیا ہے۔ دنیا انہوں کا بے یقین بھرم بن کے رہ گئی ہے۔ جسے ہر کوئی اکیلا ہے۔ ایک دوسرے سے الگ تنہا، محض انفرادی کے رشتوں سے بڑھا ہوا۔ مجبور حالتوں کا سلا ہے۔ آدمی کوئی اکیلا ہے۔ لو ایک ملکیت سنو۔ کسی بہتی میں ایک شخص نے

پھیلیں کی ایک بڑی دھن کھولی جس پر اس نے بیٹا سا سائیں پوروں گھولیا جس پر کھانا تھا۔ "میں تازہ پھیلیں فروخت ہوتی ہیں۔" پہلے ہی دن ایک آدمی دھن پر آیا اور اس نے پھلتا "میں تازہ پھیلیں فروخت ہوتی ہیں۔" تازہ پھیلیں؟ کیا کہیں پانی پھیلیں بھی فروخت ہوتی ہیں؟ تازہ پھیلیں؟ کھوڑے میں کیا حکمت ہے؟

دھن دوانے اس کی بات درست بنانے کی اور لفظ "تازہ" کو مٹا دیا۔ اب سائیں پوروں پر کھانا بھلے ہیں چھڑا جاتا تھا۔ "میں پھیلیں فروخت ہوتی ہیں۔"

ایک پورچی غارتوں اگلے روز دھن پر آئی۔ اس نے لوہی توڑ میں کہا: "میں فروخت ہوتی ہیں کیا تم کسی اور جگہ بھی پھیلیں فروخت کرتے ہو؟" دھن دوانے کہہ "نہیں۔"

چنانچہ اس غارتوں کے مشورے سے "میں" کا لفظ بھی مٹا دیا۔ کیلہ اب پوروں پر چھڑا جاتا تھا۔ "پھیلیں فروخت ہوتی ہیں۔" تیسرے دن ایک اور کالک دھن پر آیا اور بولا: "پھیلیں فروخت ہوتی ہیں؟ کیا کوئی محض پھیلیں مفت بھی دیتا ہے؟"

چنانچہ اب "فروخت ہوتی ہیں" بھی مٹا دیا۔ کیلہ صرف لفظ "پھیلیں" باقی رہ گیا۔ ایک مسر محض کیا اور اس نے دھن دار سے کہہ "پھیلیں؟ ایک انوکھا ہی دور سے محض ہو سکتا ہے کہ یہ پھیلیں کی دھن ہے۔"

اس کی بات سن کر دھن دار نے لفظ "پھیلیں" بھی سائیں پوروں سے مٹا دیا۔ اس کے بعد پورا ہانگ صاف ہو گیا۔ ایک دلو گیر نے اعتراض کیا کہ "یہ سلا پورا کیوں کا رکھا ہے؟" اس پر سلا پورا بھی انکار دیا۔ کیلہ اور اس "تذکرہ" کے عمل کے بعد کچھ بھی باقی نہیں چلا۔ ایک ایک چیز ایک کر دی جائے تو جو کچھ باقی بچتی ہے وہ معدومیت ہی بچتی ہے۔ ایک غلطی ہے۔

محبت اسی غلطی سے جنم لے سکتی ہے۔ ایک غلطی میں دوسری غلطی کا انضمام ہو سکتا ہے۔ ایک سفر کے ساتھ دوسرا سفر چڑھ سکتا ہے۔ دو فرد نہیں بلکہ دو لفظ ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں کیونکہ آپ نے اس کی جگہ کوئی حد کامل نہیں ہوئی۔

ہر چیز کی دواہریں ہوتی ہیں لیکن غلطی کی دواہریں نہیں ہوتیں۔ بس دوسری یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ محبت صرف اس وقت جنم لیتی ہے جب انفرادیت قسم ہو جاتی ہے۔ جب میں دواہریں کا حامل نہیں رہتا۔ جب لامحدودیت ہو تو سب کچھ ہوتا ہے سوائے "میں" کے۔

دہلی ہر شخص گدا اور معیبت زدہ ہی ہو سکتا ہے۔ محبت پر مشدک کر کے اور ناخیر سارے۔
..... لوگے کو تلخ پنے اور دھن کرے دیکھ کر درخت جوش اور سریت سے معمور

ہو جائے وہ محبت میں جھومتا مہا کے ساتھ گائے

..... لڑکا اور بڑا ہو گید لب وہ شاخوں سے بھولے کے لئے درخت پر چڑھنے لگ
جب لڑکا شاخوں سے جھوٹا تو درخت ہے اتنا خوشی محسوس کرتے محبت کسی ایک کو راحت
دیتی ہے تو مسرور ہوتی ہے "اگر کسی کو نصرت دے کر مسرور ہوتی ہے۔

..... گزرتے وقت کے ساتھ لڑکے پر ذمہ داروں کا بوجھ چٹا گید کر دیتیں بھی
بیدار ہو گئیں۔ لب اسے انھوں سے گزرتا تھا دوستوں کے ساتھ کہیں ہانکا اور میری کرتا
قصی۔ پس وہ درخت کی طرف زیادہ نہ آیا کرتے اور درخت اطراف کے ساتھ اس کا
ساتھ اس کا شہر رہتا اس کی روح ہے قمری کے عالم میں پھرتی "اسے میرے دوست! آ
چو۔ آ چو" میں سدا شکر ہوں۔ محبت شب و روز انتظار کرتی ہے۔ اور انتظار
تو اس کے اندر ہوا کرتا ہے۔ جب لڑکا نہیں آیا تو درخت اوس ہو گید محبت لوں ہو چاہی
ہے جب تک دے نہیں پاتی۔ محبت شرکت میں سپردگی میں محسوس ہوتی ہے "یہ اس کی سب
سے بڑی سریت ہے۔

یہ سہانے کے ساتھ ساتھ لوگے کا درخت کی طرف کم سے کم آتا معمول چٹا گیا
نہیں بڑا ہوتا ہے تو اس کی آرزو میں جھومتی ہیں۔ وہ محبت کے لئے محبت کم وقت پاتا ہے۔
لب لڑکا بڑی سہولت میں اچھا کیا قند ایک دن وہ قہر سے گزر رہا تھا تو درخت نے
اسے پکارت "سنا! میں سدا انتظار کرتا ہوں مگر تم آتے نہیں۔ میں روزانہ تساری توقع کرتا
ہوں۔"

لڑکا "تمہارے پاس ہے یہ کیا؟ میں کیوں تمہارے پاس آؤں؟ کیا تمہارے پاس دولت
ہے؟ مجھے تو دولت کی تلاش ہے۔"

لڑکا "فرض منہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی غرض ہو تو آتا آئے گی۔ لیکن محبت فرض کی تلخ
نہیں ہوتی۔ محبت اپنا مطلب آپ ہے۔

لڑکے کا لیا جواب سن کر درخت حواس پختہ ہو گیا وہ حیرت سے بولا "تم بھی تو
کے جب میں کہہ دوں گا؟ جو پیچھے دیتے رہے وہ محبت نہیں کرتے لڑکا دولت جوڑتی ہے
لیکن محبت غیر مشروط طور پر دے دیتی ہے۔ ہم میں یہ تباہی نہیں ہے اور اس کے نہ ہونے

سے ہم بہت خوش ہیں۔ ہم پر پھول کھلتے ہیں پھل لگتے ہیں۔ ہم سکوں تلخ چھٹوں
بکھیرتے ہیں۔ ہم مہا کے ساتھ دھن کرے ہیں اور ہندوں کے ساتھ کیت گتے ہیں۔ اس
لئے کہ ہمارے پاس دولت بھی کوئی نہیں ملتی ہوتی۔ جس دن ہم دولت کی ہوس میں جھکا
ہو گئے تو ہمیں بھی کمزور اور احمق انسانوں کی طرح معبودوں کو چاہا پڑے گا اور محبت اور
سکون کو تلاش کرتے پھریا ہو گا۔ میں ہم دولت نہیں رکھتے۔ لڑکا درخت کی یہ شانوں
باتیں سن کر بھاری سے بولا "اگر ایسا ہے تو میں تمہاری طرف کیوں آؤں؟ میں تو وہی
جہاں کا جہاں دولت ہے۔ مجھے تو بس دولت کی ضرورت ہے۔"

لڑکا دولت مانگی ہے کیونکہ وہ خلعت کی طلب کار ہوتی ہے۔ وہ پہلوں "تھیوں" جیٹوں
اور مہا کے ساتھ دھن اور بے سوسلانی کی قائل نہیں ہوتی۔

درخت کو محبت نے بھجور کر رکھا قند لبہ محبت کی کو نوک پات سن کر اس نے ایک
پل کو سوجا اور کہتا "اچھا میرے عزیز! تم کہہ نہ کہہ۔ میرے پھل تو تو اور اٹھیں گے۔
لیکن دولت مل جائے گی۔"

یہ سن کر لڑکا بہت پر خوش ہوا وہ بہت خوش تھا کہ درخت کا اتنا بہت سارا پھل تو
اسے ملا لی کہ وہ لگے کہ وہ "فرا" درخت پر چڑھ گیا کھل تو وہ وہی ٹھہرے پر آباد نہیں
قند اس نے سولے پھل توڑ لئے۔ پہلی تک کہ کچے پھلوں کو بھی کھائے اور درخت
بہت مسرور قند ملا کہ کچھ پھل اور بڑی شاخیں ٹوٹ گئیں "بہت سے پتے ٹوٹ کر گئے۔
محبت ٹوٹ جانے پر بھی خوش ہوتی ہے۔ لڑکا حاصل کر کے بھی بخوش رہتی ہے۔ وہ مزید کی
تنبہل ہوتی ہے۔ درخت نے خوشی کے عالم میں یہ سوجا بھی نہیں کہ اس کا دوست پھل تو
سارے توڑ کر لئے گیا لیکن شہرے کا ایک حرف تک نہیں کہہ کیا بلکہ اس نے تو پیچھے ہڑ کر
دیکھنے کی دھم بھی گوارا نہیں کی۔ محبت دے کر ہی شہرے پہنچے ہے۔ اسے انھوں میں
شہرے لڑکا کا مطلب نہیں ہو کہ

اس بات کو بھی دن گزر گئے۔ لڑکا نہ آیا۔ کیونکہ اس کے پاس پھلوں کی فروخت کے
بعد کافی دولت آگئی تھی۔ وہ اس دولت سے مزید دولت کمانے میں مصروف قند وہ درخت
کے بارے میں سب کچھ بھلا بیٹھا قند برس گزر گئے۔ درخت لوں ہو گیا وہ لڑکے کی آمد
کی آرزو میں مرا جا رہا قند اس کی حالت اس مہا کے بھی ہو گئی تھی جس کی چھٹائی دودھ
سے بھری ہوں اور اس کا چٹا کم ہو گیا ہوں "اس کا سدا دودھ دھو کر کے کا تھیلے ہو" لڑکے کو

پاکوں کی طرح حلال کر دی ہو کہ وہ آئے اور اس میں زندگی کی حرارت بھر دے۔ ایسی ہی اس درخت کے اندر کی پھر تھی۔ اس کا سارا وجود ایک جیج بن چکا تھا۔

کئی برس بعد جب وہ لڑکا جو اس میں پکا تھا درخت کی طرف آیا۔ درخت بے کبی سے بولا: "آؤ۔۔۔ میرے بیٹا مجھے گئے کاؤ۔"

لڑکے نے کلمہ "جہانیت پھوڑو۔۔۔" سے مدد چلی کی باتیں ہیں۔ اس میں کچھ نہیں۔
 لڑکیت کو جہانیت اور پاگل پن سمجھتی ہے۔ ایک پٹکان چلائے۔ لڑکے کی اس درستی اور سوسمی کے باوجود درخت نے دعوت دی: "تو میری شاخوں سے بھلو رخص کرو" میرے ساتھ کیلیو۔ "لڑکا جو اب جوان مرد بن چکا تھی خدا ہی سے رتی اور فیروزہ پانی پن سے بولا: "بے سنی باتیں مت کرو۔ میں گھر جاتا ہوں۔ کیا تم مجھے گھر دے سکتے ہو؟"

درخت حیران ہوا۔۔۔۔۔ اس نے کلمہ "مگر؟۔۔۔۔۔" میں تو گھر کے بغیر ہوں۔ گھروں میں تو انسان رہتا ہے۔ انسان کے علاوہ کوئی بھی حقیق گھروں میں نہیں رہتی۔ اور کیا تم نے چار دیواریں میں سمجھوڑی کی وجہ سے اس کی حالت نہیں دیکھی؟ چلی جی ضرورت پائی جانے کی تھی اتنی پھوڑا ہو جانے کہ ہم گھروں میں نہیں رہتے۔۔۔۔۔ ہر عمل تم میری شاخیں کٹ کے لے جاتے ہو۔ پھر تم چھیناؤں کی مدد سے گھر جاتا ہے۔"

پٹلے کی طرح آڑی کی دلی حیران رہا۔ وہ وقت ضائع کر کے بغیر ایک کھانا لایا اور اس نے درخت کی تمام شاخیں کٹ لیں۔ درخت اب ایک عموں بنا دیا گیا تھا۔ مگر محبت ایسی پڑائی کی پروا بھی نہیں کرتی خود اس کے اصفا اس کے محبوب کی خاطر کٹ لے جائیں۔ محبت دینے کے لئے جیٹا اٹھ رہتی ہے۔

پٹلے ہی کی طرح آڑی درخت کا شہر پہنچا ایک درخت نے معمول کی طرح اس کو دوا دیا: "وہ اپنے محبوب دوست کی تردید پوری کر کے ہی خوش تھا۔"

آڑی نے اپنا گھر تعمیر کر لیا۔ دن بھر اس میں جاتے گئے۔ نا انتظار ہی کرتا رہا وہ انتظار کی لذت اور دوست کے دیوار سے محرومی کے کرب کی وجہ سے چٹا چٹا تھا مگر وہ بات نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی شاخیں اور پتے ہو نہیں تھے۔ وہ چلتی چلتی مرد اسے کوئی پیغام نہ دے سکتا۔ وہ پول نہیں سکتا تھا اس کی روح میں کیا دعا کو کچھ رہتی: "تجہ" "تجہ" میرے محبوب آجیو۔" لیکن کچھ بھی نہ ہوا وقت گزرا اور لڑکا اب بڑھا ہوا ایک بار وہ وہیں سے گزرا اور درخت کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

درخت بولا: "میں قبرستان لے گیا کہ سکا ہوں؟ تم ایک طویل عرصے کے بعد آئے ہو۔" آڑی کا رویہ پتلا سا ہی تھا: "بولو" تم کیا کر سکتے ہو؟ میں دور دیکھ دولت کٹانے کے لئے جاتا ہوں۔ مجھے سڑک کے کبھی کی ضرورت ہے۔"

درخت خوشی سے بولا: "میرے محبوب کوئی مسئلہ نہیں۔ تم میرا کاٹ لو اور اس کے کبھی بتاؤ۔ میں دور دیکھ دولت کٹانے کے لئے جانے میں قبرستان ساتھ خیلوں کر کے خوشی محسوس کروں گا۔۔۔۔۔۔ مگر یہی ہو گی۔ یاد رکھنا میں تمہاری جلد واپسی کا منتظر رہوں گا۔"

دولت کے لئے اپنا دیکھ چھوڑا جانے پر اٹھا: "وہ غرض سے بھرا ہوا محض ایک آراء تھا۔ درخت کا کبھی بتائی اور چل دیا۔"

اب درخت ایک چھوٹا سا شہر رہ گیا تھا۔ شہر پر کبھی ایک بہت بڑا پر شہر درخت تھا۔ اپنے محبوب کی واپسی کا انتظار کرتا تھا وہ انتظار ہی کرتا رہا۔ تڑی واپس نہیں آیا۔ کچھ دنوں جاتی ہے جہاں پانے کے لئے کچھ ہوتا ہے۔ درخت کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ لڑکے واپس نہیں جاتی جہاں پانے کے لئے کچھ نہ ہو۔ لڑکا ایک ہدیٰ فقیر ایک مستحق طلب کی حامل ہوتی ہے۔ اور محبت خیرات ہے۔ یہ ایک پوشلہ ہے۔ ایک ششاد ہے۔ کیا کسی محبت سے بڑا پوشلہ بھی ہے؟ ایک شب میں اس شہر کے قریب ہی آرام کر رہا تھا کہ وہ بولا: "میرا دوست نہیں آیا۔ میں بہت پریشان ہوں" کس نے وہ بول دی نہ کیا ہو۔ شاید وہ کھو چکا ہے۔ اس نے خود کو دور دیکھ میں گواہی نہ دیا ہو۔ وہ اب بتائیں ہو کہ میں اس کے بارے میں خبر کی خواہش کیے کروں؟ میں خود زندگی کے انتقام کے قریب ہوں۔ میں کم از کم اس کی خیریت کی خبریں پس تو مطمئن ہو جاؤں گا اس صورت میں مسکراتے چہرے کے ساتھ سرسوں گد میں اسے بدلوں بھی تو میرے پاس نہیں آئے گا کیونکہ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں رہا۔ اور وہ صرف لینے کی زبان ہی سمجھتا ہے۔ ادا صرف "لینے کی زبان" سمجھتی ہے۔ محبت "پیشہ کی زبان" ہے۔ میں اس کے علاوہ مزید کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تو اس کے علاوہ کئے کو مزید کچھ ہے بھی تو نہیں۔"

اگر زندگی اس درخت کی طرح ہو سکتی۔ جس کی شاخیں دور دور تک پہنچی ہوئی تھیں تاکہ ہر شخص اس کے سامنے سے سکون حاصل کرے تو ہم جان سکتے ہیں کہ محبت کیا ہے؟ محبت کا نہ کوئی حقیقہ ہے نہ چارٹ اور نہ ہی کوئی لفظ۔ نہ ہی اس کے لئے اصولوں کا کوئی

بیٹ ہے۔

میں فکر مند تھا کہ میں محبت کی بہت کیا کر سکتا ہوں! اسے جان کر اسل نہیں۔ محبت میری آنکھوں میں عکس طور پر دیکھی جاسکتی ہے، اگر تم اتنا قریب آؤ کہ میری آنکھوں کے آدھار دیکھ سکو۔ مجھے محبت ہوگی اگر میرے پہلے ہوئے ہانڈوں میں کوئی نہ آسکے۔ محبت؟ اگر یہ میری آنکھوں میں محسوس نہیں ہوتی، میرے ہانڈوں میں، میری غلامی میں تو پھر یہ میرے لفظوں سے تو بالکل محسوس نہیں کی جاسکتی۔

لاہور

جبر سے آزادی کی طرف

جان عزیز

ایک صبح ایک عجیب سا سورج طلوع ہونے سے بھی پہلے دریا کو گیلہ دریا کے کنارے پہنچ کر اسے اپنے جہوں سے کچھ محسوس ہوا۔ اسے ایسا لگا جیسے کوئی چھوٹی سی چڑیوں میری بوری اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔ اس نے بوری کو اٹھایا اور بے دیکھے بھلے ایک طرف کو دھک دیا۔ اس کا بیل سورج طلوع ہونے کے انتظار میں دریا کنارے پر تھا وہ اپنے کام کے انتظار کے لئے دن کی روشنی نمودار ہونے کا انتظار کر رہا تھا اس کی سستی طاری ہونے لگی۔ اسی کیفیت میں اس نے قیلے میں سے ایک چتر نکالا اور پانی میں پھینک دیا۔ "فریڈ" کی آواز آئی جسے سن کر وہ محفوظ ہوا اور اس لطف کو بڑھانے کے لئے ایک اور چتر پانی میں پھینک دیا۔ کرنے کے لئے کوئی اور کام تھا نہیں سو وہ سن چڑیوں کی کوک ایک ایک کر کے پانی میں پھینکا اور لطف اندوز ہوتا رہا۔ دھیرے دھیرے سورج طلوع ہوا ہر طرف ایسا ہو گیا اس وقت تک وہ ایک کے سوا تمام چتر پھینک چکا تھا یہ آخری چتر اس کے ہاتھ میں تھا جب اس کی نظر اپنے ہاتھ میں دسے چتر پر پڑی اس کا دل جیسے دھڑکانا بھول گیا وہ تو ایک ہیڑا تھا اور میرے کی وجہ سے اس نے ایسے ہی سارے ہیڑے دریا میں پھینک دیئے تھے یہ سب اس نے بڑا تسکین میں کھوا دیا تھا خست پختہ کے عالم میں وہ خود کو غلامت کرتا ہوا سسکتا اور چلاتا رہا اور شدت غم سے ہم پاجاں ہو گیا۔ اتفاق طور پر بہت بڑی دولت اس کے ہاتھ لگ گئی تھی اب اس کی زندگی کی کلیا پلٹ دیتی لیکن اندھیرے اور لامبلی کی وجہ سے وہ اسے کھوا

بہلہ ہم ایک اعتبار سے وہ خوش قسمت بھی تھا کہ ابھی ایک ہیرا اس کے ہاتھ میں رہ گیا تھا اور اسے بھیجنے سے قبل ہی روشنی ہو گئی تھی۔ عموماً طور پر سب اس طرح خوش نصیب نہیں ہیں۔ ہر طرف اندھیرا ہے، وقت نازل پا رہا ہے، سورج طلوع نہیں ہوا اور ہم پہلے ہی زندگی کے سارے میں قیمت میرے گھڑا چکے ہیں۔ زندگی ہیوں کا ایک عظیم دقیقہ ہے اور انسان سوائے ہیوں کو بھیجنے کے اور کچھ نہیں کر رہا۔ جب تک زندگی کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا جاتا، ہم اسے یوں ہی مٹا دیں گے۔ تمام مرحلے سب اسرار، مادی، معنوی و دھرم، کل نیکیت، سب جیتیں ہم کو چکے ہیں۔ زندگی رہ رہ کر ہو گئی ہے۔ آئندہ صفات میں میں زندگی کے خزانے کے بارے میں بات کرنے چلا ہوں۔ فن کو روشنی میں لانا سخت دشوار امر ہے جو زندگی کے ساتھ چھوٹے کے قیلے کا سارے تکرار کرتے ہیں۔ جب جب تم بتاؤ گے کہ لوگ جنہیں پھر کچھ کر چیک کر رہے ہیں درحقیقت میرے ہیں تو وہ تم سے غما ہو جائیں گے۔ وہ آگ بگولہ ہو جائیں گے۔ اس لئے نہیں کہ تم نے جو کچھ بتایا ہے وہ غلط ہے بلکہ اس لئے کہ تم نے فن کی عظمت کو بے غائب کر دیا ہے۔ اس لئے انہیں اپنے تعلقات یاد آئیں گے۔ اندھ کر آئے گی۔ بلکہ وہ اس کے کہ وہ اب تک گمراہی آئے ہیں زندگی میں گمراہی ہی رہ گئی ہے۔ مگر صرف "ایک چتر" ہی باقی ہے، "ہم اسے بچایا جاسکتا ہے۔" سیکھنے میں بھی دیر نہیں ہوا کرتی۔ اب بھی کچھ نہ کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور خصوصاً زندگی میں جگہ کو جاننے کے لئے تو جی بھی دیر نہیں ہوئی ہوگی۔ اس کے جاننے میں جھجک محسوس کرنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔

لیکن لاطینی اور اندھیرے کی وجہ سے ہم نے زندگی کے قیلے کو چھوٹے کے ڈھیر سے زیادہ اہمیت دی ہی نہیں ہے۔ جگہ کو تلاش کرنے کی کوشش سے پہلے ہی شکست تسلیم کر لی گئی ہے۔ میں آغاز ہی میں تقدیر پرستی کی طاقت تیزی کے خلاف متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس مطالبے، اس یقین میں داخل جانے والی شکست کے حلقہ خوار کرنا چاہتا ہوں۔ زندگی ریت اور چھوٹے کا ڈھیر نہیں ہے۔ اگر تم درست ذہن سے دیکھنا

چاہو تو زندگی میں بہت کچھ اچھا ہے۔ تم خدا کو پہنچنے والا زندہ زندگی ہی میں پا سکتے ہو۔ ہمارے جسم میں جو خون گوشت اور ہڈیوں سے مل کر رہا ہے، کچھ ہے، جو ان سب چیزوں سے جدا ہے۔ اسے خون گوشت اور ہڈیوں سے کوئی غرض نہیں۔ اس میں محض مادی جسم میں ہے، جیسے آج پیدا ہو کر کل فنا ہو جاتا ہے۔ یہ لاطینی ہے۔ اس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ کوئی انجام ہے۔ یہ کہ جس کا کوئی روپ نہیں، موت کے اندر بھی ہے۔ لاطینی کے اندھیرے کو اس لاطینی شعلے کی ترقی سے اجاگر۔ یہ لاطینی شعلہ مادی دھوئیں کے بسروپ میں ہے۔ ہم اس کی روشنی کو نہیں دیکھ پاتے۔ ہم تو دھوئیں ہی کو دیکھ پاتے ہیں اور لوٹ جاتے ہیں۔ کچھ جرات مند لوگ محض دھوئیں ہی میں جستجو کرتے ہیں اور شعلے تک، جو روحانی جلا کا سرچشمہ ہے نہیں پہنچ پاتے۔

دھوئیں کے پیچھے اس شعلے کی طرف سفر کو کس طرح عمل کیا جاسکتا ہے؟ وہ سفر جو ہم میں موجود ذات کی طرف ہے۔ ہم کس طرح وہ اپنے ذات کا اس حلقہ بستی کا اور ان کر سکتے ہیں جو نفرت کے پردے میں لہلہ ہے؟ میں اس کے بارے میں میں مرحلوں میں بات کروں گا۔

"سب سے پہلے تو یہ جان لو ہم کچھ تعقبات، قہر کے نکتے نظریات اور جتنی فلسفوں میں خود کو گھول کر بیٹھے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم نے خود کو حیران جگہ کے دیوار سے محروم کر لیا ہے۔ ہم زندگی کے حلقہ کسی کسی جگہ کے بھیر کسی سنی دکھلاؤ کے اور بغیر کسی جتن کے ایک مفروضہ پہلے ہی قائم کر چکے ہیں۔ ہمیں ہزاروں برس سے تعلیم دی جاتی آ رہی ہے کہ زندگی لاطینی ہے، "بے معارف ہے، معصیت ہے۔ ہم اس یقین کے ساتھ چلتا رہے ہو چکے ہیں کہ ہمارا وجود ہے، معرف، بے متعہ اور بنگہ و شور سے معمور ہے۔ زندگی کی حقیر کنی چاہیے۔ اس سے کھڑا کے گزر جانا چاہیے۔" مجھوں نے اس استقلال کو مزید مضبوط کر دیا ہے لہذا اب ہم محسوس کرتے ہیں زندگی

جو کچھ ہے اس کو پانے کے بھی لہل نہیں ہو سکتے۔ موت کے لئے تیار رہیں بھی زندگی میں زندگی کے ارد گرد اور زندگی کے دوران میں ہی ممکن ہیں۔ اگر موت کے بعد کوئی جہنم ہے تو وہی بھی ہم اس سب کچھ سے دوچار ہوں گے جس کا ہم نے اس زندگی میں تجربہ کیا ہے۔ اس زندگی کو اپنانے سے انکار اس وجود سے لاشعری کا راکھ لٹاپنے کے پلہو اور ان پلہو اثرات سے ضرور ممکن نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اس زندگی سے دوسرے کوئی "دوسرے ذات" یا جدا نہ تو ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ میں یہ بھی دعویٰ کرتا ہوں کہ زندگی کی جڑ و جاکھ ہی "سلوٹھ" (اراسی) ہے۔ زندگی کو اپنا ہی حقیقی مذہب ہے۔ زندگی میں حقیقی حج کا اور اک ہی نہایت پائے کا پہلا مبارک قدم ہے۔ جو شخص زندگی کو ضائع کرتا ہے وہ کسی شے کے لئے بھی بے یقین ہو جاتے ہیں لیکن روحان اس کے قطعاً برخلاف رہا ہے یعنی زندگی کو ترک کرنا دنیا سے قطع تعلیق کرنا مذہب زندگی میں دھیان دینے کی دہشت میں کرتا ہے۔ زندگی بسر کرنے کی تربیت نہیں دیتا ہے بالکل واضح نہیں کہ ایک تم زندگی کو صرف اسی طریقے سے پا سکتے ہو جس طریقے سے اسے بسر کرتے ہو۔ زندگی دستِ عمر نظر آتی ہے تو اس کی وجہ زندگی کا غیر خاص عنصر ہے اگر زندگی بسر کرنے کا درست طریقہ معلوم ہو جائے تو زندگی سرسبز کی برکت رکھتی ہے۔

میں مذہب کو "زندگی کا فن" کہتا ہوں۔ مذہب زندگی سے دست برداری نہیں ہے بلکہ یہ تو وجود کے اصرار کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کا ذریعہ ہے۔ مذہب زندگی سے منہ پھیرنے کا نہیں بلکہ زندگی کا سامنا کرنے کا نام ہے۔ مذہب فرائض نہیں بلکہ زندگی سے مکمل ہم آغوشی ہے۔ یہ زندگی کا اہل ارادہ ہے۔ بنیادی مطالعے کا ایسا راستہ نتیجہ ہے کہ صرف بوڑھے لوگ مذہب میں دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔ تم صرف بوڑھے لوگوں کو خدا کی جگہوں مقبول "گرجوں" گروہداروں، مسجدوں وغیرہ

ہیں پاؤ گے۔ تم جوانوں کو وہیں پاس پاؤ گے، تم بچوں کو وہیں میں پاؤ گے کیا؟
..... اس کی صرف ایک وضاحت کی جا سکتی ہے کہ ہمارا مذہب صرف سمر افرقا کا
مذہب بن کر رہ گیا ہے۔ یہ ان کا مذہب ہے جو اپنی زندگیوں کے انتظام کو بچنے کے ہیں
اور موت کے خوف سے لرزہ برائے ہیں۔ وہ موت کے بلوے کے حائل کا تصور کر کے
انہیں بھی سے معمور ہیں۔ سو مرگ اسامی مذہب کہیں کر زندگی کو اہل سکا ہے۔

[illegible]

اب میں زندگی کے لحاظ سے حلقہٴ قضاہٴ حلقوں گاہ کی کاہلی اصول ہی
 بیان کروں گا ایک عام آدمی اس اصول کے حلقہٴ جان کر حائر نہیں ہوگا مگر میں
 زندگی کے اس قانون کو چھپانے اس جگہ کو دہانے کے لئے بہت کچھ کیا کیا اور اس
 مسلک قطعی کا نتیجہ ایک آفاق مرضی کی صورت میں پراہن چڑھا ہے۔ اوسط عمر کے
 ایک انسان کی زندگی کا مرکز ہی عنصر کیا ہوتا ہے؟ خدا؟ فیض۔ روح؟
 فیض۔ ج؟ فیض۔ انسان کی خدا میں کیا ہے؟ ایک عام آدمی کے بطنِ باطن میں
 کوئی قتلے زبست ہے۔۔۔ اس اوسط آدمی کی زندگی میں جو کبھی حراست نہیں کرتا
 کبھی روح کو حلاش میں کرتا کبھی ذہنی سفر فیض لگاتا دھماکا شادی؟ فیض۔
 معلومت؟ فیض۔ آزاری؟ فیض۔ زمانہ؟ فیض۔ قطعہ۔ فیض۔ اگر ہم
 ایک عام انسان کی زندگی میں قتلے زبست کو دیکھنے کی کوشش کریں تو نہ ہمیں

وہ شکاری نے کی اور نہ خدا نہ عہدت نے کی اور نہ علم کی پیاس۔ ہمیں اس سے
 علق کوئی ہے؟ پائیں گے وہ جسے ہم متاقل کا لٹھنہ چلا گیا ہے جس کا شعوری طور
 پر مدعا نہیں کیا گیا جس کی بجی قدر افریقی نہیں کی گئی۔ یہ "کوئی" ہے کیا ہے؟
 اگر تم انسان کی اساس کا تجزیہ کرو تو کیا پوچھو گے؟ یہ "کوئی" ہے جو انسان کے اندر چمکا
 رہی ہے۔

انسان کو تو ایک طرف کہ اگر ہم جانوروں اور پودوں کی دنیا پر توجہ مرنے لگے تو ہم ہر چیز کی زندگی پائیں گے؟ اس کی نشوونما کس سمت میں ہے؟ اس کی ساری توانائی ایک نیا بیج بنے میں صرف ہوتی ہے۔ اس کا سارا وجود نیا بیج تشکیل دینے میں مصروف ہے! ایک پرندہ کیا کر رہا ہے؟ ایک جانور کیا کر رہا ہے؟ اگر ہم ساری کی ساری فطرت کا کرا مطالعہ کریں تو اس حقیقت کو پائیں گے کہ صرف ایک عمل جاری و ساری ہے اور وہ ہے "خلق مسلسل"۔۔۔ خلق کو کامل بنی متوجہ صورت کی تکمیل کا عمل۔ پھولوں میں ڈیرا لگ ہوتے ہیں، پھلوں میں بھی لگ ہوتے ہیں۔ بیج کی شکل کیا ہے؟ بیج نشوونما کیا کر رہا ہے؟ پھول، پھل اور پھر بیج بننا ہے اور پھل۔ پھر پھر رہتا ہے۔ اس "جہن حیات" میں خلق کو کامل بنی ایسی ہے۔ زندگی ایک توت ہے جو مسلسل اپنی خلق کو میں مصروف ہے۔ زندگی تخلیقیت ہے، ایک خود تخلیقی کا عمل ہے۔

یہاں انسان پر معلق آتا ہے۔ ہم نے اس عمل کا اس جذبہ کا نام بگاڑ کر جنس رکھ دیا ہے۔ اس کو شہوت کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اس طرح ہم رکھنا کھلا دینے کے حائلوں سے یہ ایک گھلی بن چکا ہے۔ اور تقیہ کے اس عمل نے ساری فضا کو آلودہ کر دیا ہے۔ پھر یہ شہوت یہ جذبہ کیا ہے؟ جنس کی طاقت کیا ہے؟

مظلوم زبانوں سے سمندری لہریں مسلسل آتی ہیں اور ساحل سے نگرانی رہتی ہے۔ لہریں آتی ہیں، نگرانی ہے اور نوٹ جاتی ہیں۔ وہ پارہ وہ آتی ہیں، دھکیلتی ہیں،

لڑتی ہیں، محنتگروہی اور لڑت جاتی ہیں۔ زندگی ارتقا کی آگے بڑھنے کی، داخلی قوت کی حامل ہے۔ یہ سمجھدی کہیں، زندگی کی کہیں۔۔۔ ایک طرح کے فن حکم ہیں کی حامل ہیں، کچھ حاصل کرنے کی مستقل کوشش اس میں ہے۔ وہ حاصل کی جانے والی شے کیا ہے؟ یہ ہم پر ذہن کے حصول کی شدید خواہش ہے۔ یہ ایک جذبہ ہے انتہائی جلدیوں پر پہنچنے کا اس لا ختم توانائی کے عقب میں زندگی ایک عظیم حیات، ایک عظیم تربیت کے لئے کوشش ہے۔

انسان کو کہ ارض پر نمودار ہوئے زیادہ عرصہ نہیں صرف چند ہزار برس ہی ہوئے ہیں۔ اس سے قبل صرف جانور ہوتے تھے۔ جانوروں کو بھی وجود میں آنے سے بہت زیادہ مدت نہیں آئی۔ ان سے قبل ایک نازک تھاکہ یہاں جانور بھی نہیں تھے بلکہ پودے ہوا کرتے تھے۔ پودے بھی اس سیارے پر بہت طویل عرصے سے نہیں ہیں۔ ان سے بھی پہلے یہاں صرف پٹانیں 'ماہا' دریا اور سمندر تھے۔

چنانچہ پہاڑوں، دریاؤں اور سمندروں کی یہ دنیا اگلے بے سکون تھی؟ وہ پورے پیدا کرنے کے لئے کوشش تھی۔ پتھر، پتھر اور مسلسل پورے وجود میں آتے رہے۔ زندگی کی توانائی نے نئی شکل میں نمود کی۔ زمین ہلنے سے معمور ہو گئی۔ زندگی کی تحقیق کو مسلسل جاری رہا۔ پھول کھلے، پھل اچھے تھیں پورے مضرب تھے۔ وہ اپنے آپ سے مطمئن نہیں تھے۔ داخلی تناسل کے بعد کچھ مزید کی طلب کار تھی۔ وہ جانور اور پھر بندے تحقیق کرنے کے آرزو مند تھے۔ پھر جانور اور پھر بندے وجود میں آ گئے۔ انھوں نے اس سیارے پر ناموں قبضہ کئے، رکھا لیکن انہیں انہوں اس سفر کے ساتھ نہیں تھا۔

انسان ہمیشہ وہی تھا، مادی طور پر جانوروں میں 'ختم' لینے کو حدیں توڑنے کے لئے دہڑ پڑھاتے ہوئے..... پھر انسان طے شدہ وقت پر زندگی پائی۔ اب انسان

کلی پہنچا جاتا ہے؟ انسان حیات نو کی تحقیق کے لئے مسلسل کوشش ہے۔ ہم نے اس رات کو بعض کام دے دیا ہے۔ ہم اسے شہوت کا جذبہ کہتے ہیں۔ اس "شہوت" کی کیا جست ہے؟ کیا مسموم ہے؟ یہ تنہا ہے تحقیق کی..... حیات نو کو پیدا کرنے کی انتظام فی نفس اس میں نہیں ہے۔ لیکن کس لئے؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ انسان خود میں سے ایک ہمعصر انسان کی تحقیق کے لئے زندگی کی خود سے اپنی ترشح کے لئے؟۔۔۔ یہ سچ ہے کہ زندگی کی واقعی انسان سے کہیں ہمعصری کی توقع میں ہے۔ غیبت سے اور نہ تک۔ "متنبی سے ہرگز نہ رسل تک" انہوں کے بغیر ہمارے میں ایک تجلی "ایک خواب ہر وہ چہ رہا ہے کہ کس طرح خود سے بھی اپنی ترشح کی تحقیق ہو سکتی ہے؟ ایک سپرین (انسان کامل) انسان سے زیادہ ہمعصر انسان کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

لیکن اس کے برعکس تحقیق نو کی تنہا کو ہزاروں برس سے بڑھاتا جا رہا ہے۔ اس کا اعتراف کرتے "اے حلیم کرنے کی بجائے ہم اس کو گھایاں دے رہے ہیں۔ ہم نے اس کو انتہائی پہنچ میں گرا کر اپنے گھر کر دیا ہے۔ ہم نے اسے انتہا میں رکھا ہے اور ظاہر ہے کیا ہے گویا یہ ہی نہیں گویا انسانی زندگی میں "اشیا کی نسیم میں اس کی جگہ ہی نہیں ہے۔ ہر گز حقیقت تو یہ ہے کہ اس تنہا سے زیادہ حیات آفریں کچھ نہیں ہے اور اسے اس کا جائز مقام ملنا چاہئے۔ انسان اس کو چھپاتے اور چھوڑتے دھوئے ہوئے خود کو آزاد میں کرا سکتا اس کے برعکس انسان نے خود کو انتہائی بری طرح جل میں ابھار لیا ہے۔ جرنے الٹ تلک پیدا کئے ہیں۔

ایک شخص ناگنا سائیکل چلاتا تھو ہا تھا سوک بڑی اور دھچ تھی۔ سوک کے کنارے ایک بھونٹی سی چٹان پڑی تھی۔ سائیکل سوار خوف زدہ ہو گیا کہ وہ اس چتر

سے جا کر اسے گھ مینقت میں اس چتر سے اس کے ٹکرا جانے کا کوئی امکان تھائی نہیں۔ یہاں تک کہ ایک اندھا آدمی بھی اس کلی سوک سے تمام خدشات کے باوجود بمخافت گزر سکتا تھا۔ لیکن چتر کے خوف کی وجہ سے سائیکل سوار نے صرف چتر پر توجہ مرکوز کر دی۔ چتر اس کے ضمیر پر چھائی سوک اس کی نظر سے اوجھل ہو گئی۔ وہ ہٹاؤ ہو گیا اور پھر کی طرف بچھا چلا گیا۔ اور آخر کار اس سے ٹکرایا ایک گاڑی بچھ اس چتر سے یا بچھے سے ضرور ٹکرا جاتا ہے جس سے محفوظ رہنے کی وہ زیادہ کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ سوک بڑی اور کھلی تھی اس شخص کو حادثہ کیونکر پیش آیا؟

ایک جلیلی نفسیات دان کی تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ ایک اوسط ذہن "حکون اثر مختلف" سے کھول ہوتا ہے۔ ہم اسی شے سے ٹکراتے ہیں جس سے حفاظت کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ خوف شعور کا مرکز بن کر اعتقاد میں داخل جاتا اور یہی خوف اس اعتبار سے نقصان دہ ہوتی ہے۔ اسی طرح گزشتہ پانچ ہزار برس سے انسان خود کو جس سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر کس ہر جگہ وہ جس اور اس کی بہت سی جگہوں سے محفوظ ہے۔ "حکون اثر مختلف" نے انسان کی روح کو امیر کر لیا ہے۔

کیا تم نے کبھی توجہ نہیں دی کہ ہم جس شے سے پرہیز کی کوشش کرتے ہیں ہمارا ذہن ہٹاؤ ہو کر اس کی طرف بچھا چلا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے انسان کو جس کے خلاف تعلیم دی ہے وہی لوگ انسان کی ہمیشہ ذہیت کے عمل زدہ دار ہیں۔ انسان میں حد سے زیادہ ذہیت بکھو تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ آج ہم جس کے متعلق متھو کرتے ہوئے بھی خوف محسوس کرتے ہیں۔ آخر انسانی طور پر ہم اس مضمون سے کیوں خوف زدہ ہیں؟ اس کا سبب یہ بھی منطوفہ ہے کہ جس کے متعلق متھو کرنے سے انسان جس زدہ ہو جاتا ہے۔ یہ کتنے نظر بالکل غلط ہے۔ ہر عمل جس اور جس زندگی میں نمایاں

فرق ہے۔ ہمارا معاشرہ جنس کے بحوث سے جمعی آزاد ہو گا جب ہم اس کے حقیقی
مصلیٰ اور صحت مندانہ انداز سے منظر کریں گے۔ جنس کو اس کے تمام پہلوؤں سے
گھنے کے بعد ہی ہم جنس سے بھرا ہو سکتے ہیں۔

تم کسی مسئلے سے آنکھیں بند کر کے نہایت ضمیمہ پا سکتے۔ وہ ادنیٰ پاگل ہے جو
کہتا ہے کہ آنکھیں بند کر لینے سے اس کا دشمن اس کے سامنے سے غائب ہو جائے
گھ صرا میں شرمخ اسی انداز سے سوچا ہے۔ وہ اپنا سر رست میں سمیٹ لیتا ہے اور
سوچا ہے کہ جب تک وہ دشمن کو نہیں دیکھا دشمن وہیں سے غائب رہے گا۔ ایک شرم
مرغ کی حد تک تو یہ طرز فکر ظہور درگزر ہے مگر ایک انسان کا ایسا سوچنا ناقص معنی
ہے۔ جنس کے حوالے سے انسان کا طرز عمل شرمخ سے زیادہ بستر نہیں ہے۔ وہ
کہتا ہے کہ اپنی آنکھیں بند کرنے سے 'لاطی' کے وسیلے سے 'جنس' غائب ہو جائے
گی۔ اگر تجھے رونما ہو سکتے تو زندگی بہت آسان ہو جاتی۔ دنیا کا ساتھ دینا بہت سہل
ہو جاتا۔ مگر حقیقت شرمخ اس کے لئے جو ہے وہی تو غائب نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے لئے
ہے۔ 'جنس' کا ثبوت یہ ہے کہ ہم اس سے دوری کو مقدس سمجھتے ہیں کیونکہ اس کی
کشش بیماری مزاحمت سے زیادہ طاقت ور ہے۔ کیونکہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم اس
پر غلبہ نہیں پا سکتے۔ ہم اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ آنکھوں کا بند کر لینا کمزوری کا
نشان ہے اور ہماری انسانیت اس کے لئے خطرہ ہے۔

انسان نہ صرف جنس کی طرف سے آنکھیں بند کر چکا ہے بلکہ اس حوالے سے
لا تعداد داخلی مسائل میں پھنس گیا ہے۔ اس الجھنے کے چہ کن نتائج شمار کرنے کے
لئے کافی نمایاں ہیں۔ ذہنی بیماریاں نیروا میں کی فوسے فی صمد تعدادی بیماری کا
سبب جنس کا دلو ہو تا ہے۔ بسبب یہ اور اس سے متعلق بیماریوں میں جتنا عورتوں کی
تعداد فی صمد تعداد جنس عدم توازن کا شکار ہوتی ہے۔ 'جنس' کے انسان - خوف

شک 'اپنی ذاتی' دلو اور جنس کی بیوی وجہ جذبہ کا شہوت کا دلو ہے۔ انسان نے
موروثی طاقت وراثتی ہوئی لہر سے نظر بیکری ہے۔ اس کو گھنے کی کوشش کے بغیر
صرف خوف سے ہم نے آنکھیں بند کر لی ہیں اور اس کا نتیجہ بہت بد کن رہا ہے۔
اس کو گھنے کے لئے انسان کو اپنے لوب کا جو ذہن کا آئینہ دار ہوتا ہے 'تجربہ کرنا
ہو گا اگر مرغ سے یا چاند کوئی 'انسان' 'میں' آئے اور ہمارے لوب کا مطالعہ کرے
ہماری تکلیف اور شامی پڑے 'ہماری ہیستہنگز دیکھے تو وہ حیران ہو جائے گا۔ وہ اس
لئے حیران ہو گا کہ ہمارے فنون اور لوب کا دار صرف دھنل جنس پر ہے۔ انسان کی
تمام شامی 'خل' 'میکرین' اور کمپلیکس جنس سے کیاں بھری ہوئی ہیں؟ ہر میکرین پر
عورت کی نیم مریاں تصویریں شامی کی گئی ہوئی ہے؟ یہ کیونکر ہو تا ہے کہ مرد کی باطنی
ہوئی ہر مادی شہوت اور جذبہ کے ارد گردنی ہوتی ہے؟ وہ حیرت اور الجھن میں پڑ
جائے گا۔ وہ داخلی سیاح حیران ہو گا کہ آخر کیوں انسان جنس کے علاوہ کچھ بھی نہیں
سوچ سکتا۔ وہ اس وقت دکان حیران و پریشان ہو گا جب وہ کسی انسان سے ملے گا کیونکہ وہ
اسے متاثر کرنے کی کوشش کرے گا کہ وہ تو جس کے وجود تک سے لاعلم ہے۔

اس کے برعکس انسان روح 'خدا' 'جنت' 'نجات' وغیرہ کے حقیقی باتیں کرے گا۔
وہ جنس کے حقیقی ایک لفظ بیان نہیں کرے گا۔ جتنا کہ اس کی تمام حقیقتات جنس کے
حقیقی خیالات سے معمور ہوں گی۔ آسمانی نوادر اس نتیجے پر پہنچ کر حواس ہلاکت ہو
جائے گا کہ انسان نے اس خواہش کی تسکین کے لئے ان 'گت' 'گات' 'انہار' کے
ہوئے ہیں 'جنس' خواہش کے حقیقی وہ سرگوشی تک نہیں کرے۔

مرگ اسان مذہب نے انسان کو جنس زدہ بنا دیا ہے۔ ہم نے ایک زور زلفیہ
سے بھی انسان کو بکرو بنا دیا ہے اور وہ داخلی 'آورد شرا'

ہم انسان کو تجو — برہمچاریہ — کا منبری کھس تو دکھاتے ہیں لیکن پہلی ہی

بیڑی پر قدم مضبوطی سے رکھنے کے لئے رہنمائی فراہم نہیں کرتے تاکہ وہ بیڑہ کو سمجھ سکے۔ سب سے پہلے تو ہمیں جنس۔۔۔ بیڑی کو تنہا کا احراز کرنا اور اس کو سمجھنا چاہیے۔ جسکی ہم اس سے باخبر نہ ہونے کی سہی کر سکتے ہیں۔ اور وہ رخصت پا سکتے ہیں جس سے تجڑ کے مقام پر پہنچ سکیں۔ زندگی کی اس قوت کو، اس کی تمام شکلوں اور پہلوؤں سے سمجھیں بغیر اس کو دہلنے یا سمجھ دینے کی تمام کوششیں انسان کو بھار، بے ربط اور پاگل بنا دیتی ہیں۔ ہم اس بے ربط پر توجہ نہیں دیتے اور بات کرتے ہیں تجربے کے معنی اور شوں کی۔ انسان کبھی ایک بھار، ایک تھوڑائی، ایک طبل، ایک سروہ نہیں دہا۔ انسان بکڑ ہے۔ اس کی جڑیں مسموم کر دی گئی ہیں۔

ایک دفعہ میں ایک ہسپتال کے قریب سے گزر رہا تھا۔ میں نے ایک پورٹ پر لکھا ہوا دیکھا۔ "میں ایک چھوٹے کانے آوی کا علاج ہوا۔ وہ صرف ایک دن میں صحت یاب ہو کر گھر لوٹ گیا۔" ایک اور نوٹس پڑھا "ایک آدمی کو سٹپ نے ڈس لیا۔ اس کا علاج کیا گیا اور وہ تین دنوں ہی میں صحت یاب ہو کر گھر لوٹ گیا۔" ایک تیسری رپورٹ پڑھی ایک آدمی کو پاگل کرنے کے کٹ لیا۔ وہ گزشتہ دو دنوں سے ذہنِ علاج ہے اور جلد ہی وہ تندرست ہو جائے گا۔"

وہاں ایک چمقی رپورٹ بھی تھی کہ "ایک آدمی کو دوسرے آدمی نے کٹ لیا۔ اس کو کئی ہفتے ہو چکے ہیں۔ وہ بے ہوش ہے اور اس کے صحت یاب ہونے کی مدت کم توقع ہے۔"

میں جیون ہوا۔ کیا کسی انسان کا لگانا زہرناک ہو سکتا ہے؟ اگر ہم مشعلہ کریں تو ہمیں پتا چلے گا کہ شاید "معاذیں" کی وجہ سے انسان میں مدت مارا زہر سہلست کر چکا ہے۔ اس کی سب سے نمایاں وجہ اس شے کو مسخر کرنا ہے جو انسان میں فطری ہے۔ جو اس کی بنیادی ہستی ہے۔ انسان میں یہ اپنی فطرتوں کو مٹانے اور فتح کر دینے کی کوششوں میں ہم دھم ہوتے ہیں۔ ان فطرتوں کی قلب ہیئت اور ارتعاش کی کوششیں

فطرت کی تھیں۔ ہم اس فطرت کو غلط طریقے سے کنٹرول کرنے پر مجبور کئے گئے ہیں۔ یہ فطرتیں پہلے ہوئے لادے کی طرح قتل دی ہے اور ہمیشہ برہنہ تھی ہے۔ اگر ہم کسی نے لپٹا دیا ہو جائیں تو یہ آدمی کو ڈانگ کر مار دے گی۔ لہذا کیا تم جانتے ہو کہ ہر اس وقت سب سے پہلے کیا ہوتا ہے جب یہ معمولی سا بھی راست پاتی ہے؟

میں اسے ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ ایک ہوائی جہاز کو حادثہ پیش آتا ہے۔ تم کہیں نزدیک موجود ہوتے ہو۔ تم دوڑ کر جانے کا حکم دے دیتے ہو۔ بے میں ایک جسم دیکھتے ہی سب سے پہلے تمہارے ذہن میں کیا خیال آئے گا؟۔۔۔ یہ خیال کہ وہ بھڑو ہے یا مسلمان؟۔۔۔ نہیں۔ یہ خیال کہ یہ شخص ہندوستانی ہے یا پاکستانی؟۔۔۔ نہیں۔ تم ٹیکنڈ کے ہزاروں ہی حصے میں سب سے پہلے یہ جان لو گے کہ وہ آدمی ہے یا عورت۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ سول فہرے ذہن میں سب سے پہلے یہ کیوں آتا ہے؟ یہ دہی ہوتی جنس ہے۔ جبر ہے آدمی اور عورت کے مابین فرق کو نمایاں کر دیا ہے۔

ہو سکتا ہے تم کسی انسان کا نام "چوہا یا قوسیت بھول جلا۔" اگر میں جیس بھی لکھوں تو میں تمہارا نام، تمہارا چوہا، تمہاری ذات، تمہاری عمر، تمہارا مروجہ بھول سکا ہوں یہاں تک کہ تمہارے بارے میں سب کچھ بھول سکا ہوں۔۔۔ لیکن کوئی شخص کبھی کسی کی جنس میں بھلا سکتا ہے؟ کہ "یادہ" مو تھا یا عورت۔ کیا تم کبھی مطالعے میں پڑے ہو کہ جس سے لے کر "شہ" پہلے سنا۔ دہی کی طرف سفر کے دور میں فرین میں "وہ مو تھا یا عورت تھی۔" کہیں؟ جب تم کسی شخص کے متعلق سب کچھ بھلا بیٹھے ہو تو آخر کیوں تمہاری یاد کا یہ پہلو تم سے بھلا نہیں جاتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنس کی آنکھیں کی جڑیں میں اہلے ذہن میں پڑتی ہیں۔ ہماری سوچ کے عمل میں مڑی ہوئی ہیں۔ یہ ہمیشہ حاضر ہے۔ ہمیشہ فعل ہے۔

ہمارا معاشرہ اور ہماری دنیا اس وقت تک صحت مند پاگل نہیں ہو سکتا جب تک آدمی اور عورت کے دو مابین یہ پہلو ہے۔ یہ آہنی پردہ موجود ہے۔ انسان اس وقت تک سکون نہیں پا سکتا جب تک اس میں یہ آگ بھڑک رہی ہے اور وہ مضبوطی سے اس

پر بیٹھا ہوا ہے۔

انسان کو اسے پہلے کے لئے ہر لمحہ ہر روز کوشش کرنی پڑتی ہے۔ جب تک ہم اس کا سامنا کرنے کو تیار نہیں ہوتے یہ آگ ہمیں جلاتی رہے گی۔ یہ آگ کیا ہے؟ یہ دشمن نہیں دوست ہے۔ اس آگ کی فطرت کیا ہے؟ میں جیسے جانتا ہوں کہ ایک دفعہ ہم اس آگ کا اور آگ کر لیں تو یہ دشمن نہیں رہے گی بلکہ دوست بن جائے گی۔ اگر ہم اس آگ کو چاہیں تو یہ ہمیں نہیں چلائے گی؟ یہ ہمارے گھروں کو حرارت بخشنے کی؟ یہ ہمارے لئے غذا تیار کرے گی اور زندگی بھر کی دوست بھی بن جائے گی۔ لاکھوں برسوں سے بجلی آسمانوں پر پھنک رہی ہے۔ کبھی کبھی یہ گرتی بھی ہے اور انسانوں کو ہلاک بھی کر دیتی ہے۔ کوئی شخص بھی یہ بات نہیں سوچ سکا کہ کسی روز بجلی شے ہمارے پیچھے چلائے گی؟ ہمارے گھروں کو دشمن کرے گی۔ تب کوئی شخص بھی اس کے امکانات سے آگاہ نہیں تھا۔ آج یہ برقی ہماری دوست بن چکی ہے۔ کیسے؟ ہم نے اس سے آنکھیں بند کر دیں تو ہمیں اس کے دائروں کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ہم اس سے کبھی قہقہہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہ جیسے ہماری دشمن اور ہمارے خوف کا سبب بھی رہ سکتی تھی۔ مگر انسان نے اس سے دوستی کر لی کہ انسان نے اسے جاننے لے اسے گھنے کے لئے خود کو تیار کیا اور آہستہ آہستہ ایک لافانی دوستی قائم ہو گئی۔ آج ہم اس بجلی کے بغیر مشکل ہی گزارا کر سکتے ہیں۔

انسان کے اندر جنس — لیڈو — بجلی سے زیادہ تیز رفتاری رکھتا ہے۔ بڑے کا ایک معمولی سا ایلم ایک ڈاکہ سے زیادہ انسانوں کے شہر بہرہوش کر دیتا ہے۔ جبکہ انسان کی توانائی کا ایک ایلم ایک نوا زبرد انسان "حقیقی" کر سکتا ہے! انسانی ایلم ہم سے زیادہ طاقت ور ہے۔ کیا تم نے کبھی اس قوت کے علاوہ امکانات کے متعلق غور کیا ہے؟ اور یہ کہ ہم کیسے بہتر تحقیق کے لئے اس کی قلب مابیت کر سکتے ہیں؟ انسان کا ایک جین ایک گندمی، ایک مہا مادہ، ایک سبکی کی پیدائش کا ذریعہ دار ہو سکتا ہے۔ ایک آئن مائن اس سے جنم لے سکتا ہے، ایک نیوٹرون اس سے عبور پاسکتا ہے۔ جنسی

توانائی کے ایک انتہائی معمولی سے جڑوے میں گندمی بھی قدر آور ہستی پر مشہود ہوتی ہے۔ مگر ہم جنس کو سمجھنے کا جھانکا نہیں رکھتے۔ ہمیں معاشرے میں اس کے متعلق سمجھ کر کرنے کے لئے بے انتہا جرات خود میں پیدا کرنی پڑے گی۔ آخر وہ کس قسم کا خوف ہے جس نے ہمیں طاقتور زور کر دیا ہے کہ ہم اس قوت کے متعلق جاننے کے لئے تیار نہیں جس سے ساری دنیا پیدا ہوئی ہے؟ یہ خوف کیا ہے؟ ہم اس قدر چوس کیں ہیں؟

ایک دفعہ ہمیں کی ایک محفل میں اس کے متعلق میں نے سمجھو کی توانائی کو شدید دھچکا کا قہقہہ مجھے بہت سے خط موصول ہوئے جن میں لکھا گیا کہ میں اس انداز سے سمجھ کر کیا کروں؟ بلکہ میں اس موضوع پر بات ہی نہ کیا کروں۔ میں جبران ہوا کہ آخر کیوں کسی کو اس موضوع پر بات نہیں کرنی چاہیے؟ جب یہ "قتنا" ہمارے لئے ضروری طور پر موجود ہے تو آخر کیوں ہم کو اسے جانتا نہیں چاہیے؟ جب تک ہم اس کے رویے کو نہیں سمجھیں گے اس کا تجزیہ نہیں کریں گے ہم اس کو اعلیٰ سطح پر بلکہ کرنے کی امید کیج کر کر سکتے ہیں؟ اسے سمجھ کر ہم اس کی قلب مابیت کر سکتے ہیں۔ ہم اسے سمجھ کر کر سکتے ہیں، ہم اسے سب سے پہلے سمجھیں گے۔ لیکن اس کے نہ ہونے ہوئے ہم ہمیں جانیں گے اور خود کو اس سے آزاد کرانے کے اہل ہو جائیں گے۔ میرا موقف یہ ہے کہ جنسوں نے جنس کے متعلق سمجھ کر قدم نہیں لگائی ہیں انھوں نے جنس کے شگاف میں ذلت و پستی کو دھکیل دیا ہے۔ وہ لوگ جو خوف زدہ ہیں اور چنانچہ انھوں نے خود کو کاٹ کر لیا ہے کہ وہ جنس سے "معموم" ہیں، وہ لوگ جو اسے ہیں اور انھوں نے دنیا کو ایک بڑے باگل خانے میں بدلنے کی سازش کی ہے۔

مذہب انسان کی توانائی کی قلب مابیت پر توجہ دیتا ہے۔ مذہب انسان کی داخلی ہستی، ایک آرزو اور قندیلوں میں ممکن طور پر بہترین طریقے سے شعل ہونے کا مشعل رکھتا ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ مذہب کو انسان کو پستی سے بلندی، اندھیرے سے روشنی، غیر حقیقی سے حقیقی، عارضی سے دائمی کی طرف رہنمائی کرنی چاہیے۔ لیکن کسی

چکہ پہلے کے لئے انسان کو فقط تقاضا سفر کے حلقہ علم ہونا لازمی ہے ہمیں وہاں سے
تقاضا کرنا ہے جہاں ہم ہیں۔ فقہاء "اس" جگہ کے حلقہ پہلے جانا بہت ضروری ہے۔ اور
"یہ" اس وقت زیادہ اہم کے ہے نسبت اس جگہ کے جہاں ہمیں پہنچنا ہے۔ اس اعتبار
سے جنس ایک کھائی ہے، ایک ٹھوس حدودی حقیقت ہے، ایک واقعیت ہے، ایک نقطہ
تقاضا سفر ہے۔ یہ صورت دیگر ہم ایک ایچ بھی حرکت نہیں کر سکتے۔ ہم کو جائیں گے
ہم ایک گھوٹے والا جہولابن جائیں گے، دائرے میں گھومتے ہیں گے، قطعاً، کوئی ترقی
نہیں کر پائیں گے۔

جیسا کہ میں نے آغاز میں حسین علیہ السلامؑ کا مجھے اس امر کا ادراک ہے ہم زندگی کا حقیقہ کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں..... اگر ہم کچھ تر بھی سکتے تو اور کیا ہوگا؟ حریف کیا حاصل کیا جاسکتا تھا؟ خدا اور روح کے متعلق سارا شور شرابا نکل چکی تھیں۔ محض جھوٹی باتیں حقیقت کا صرف علم حاصل کر کے کیا ہم اس سے باز ہو سکتے ہیں۔ درحقیقت علم ہدایت ہے۔

سب سے پہلے تو اس حقیقت کا مکمل طور پر اکتے ہو جانا چاہیے کہ "دلی" نہیں ہے ہی وجود پذیر ہوا ہے۔ اس کی کل ہستی کا دار جنسی مغنولیات پر ہے اور وہ جنسی توانائی سے معمور ہے۔ زندگی جنسی توانائی ہے۔ جنسی توانائی کیا ہے؟ اس نے کیوں ہماری زندگی میں اتنی شدت سے پہچان بڑھا کر رکھی ہے؟ یہ ہمارے پورے وجود پر اس قدر کیوں چھا چکی ہے؟ ہم موت تک اس کے گرد کیوں گھومتے رہتے ہیں؟ اس کشش قفل کا سرچشمہ کبلی ہے؟

وایلوں اور عاتکوں نے ہزاروں برس اسے مطہر کیا ہے لیکن نقصان انسان کا ہوا ہے۔ وہ ناپاں نے اس کی دلوں کو کھلنے کے لئے اس کی سچیوں اور غرابشوں کو شرم کرنے کے لئے اس "واپس" سے آواز کرانے کے لئے تبلیغ کر رہے ہیں۔ تاہم انسان اس کی پیڑیاں توڑنے کے قتل نہیں ہو سکتا۔ تم اس کے پائند آواز نہیں ہو سکتے۔ ہماری رسائی ہی غلط ہے۔ اس کے برعکس جب میں علوانتوں سے ملتا ہوں انھوں نے خدا

اور روح کے حلقہ سلاست پہنچے۔ میں زائدوں اور عہدات مکراروں سے بھی متا ہوں۔ جب ہمیں خلوت میر تقی ہے تو وہ ہنسی کے سوا اور کچھ بھی نہیں پہنچتے۔ میں یہ جان کر حیران ہوا کہ زائد جو ہمیشہ ہنسی کے خلاف تبلیغ کرتے ہیں ان کے ضمیر اس کے قبضے میں (کھلی دیتے ہیں) وہ تجسس اور ٹیکان زدہ ہوتے ہیں۔ ان میں یہ ذہنی الجھو (کلیکیس) آتا ہے جو بالکل وہ مذہب کے علاوہ انسان کی حیوانی جبلتوں پر دھکا دیتے ہیں۔ وہ ارمیا بالکل غلطی ہے کیونکہ ہم نے اس مسئلے کو حل کرنے کی خواہش یا کوشش ہی نہیں کی۔ ہم نے ہنسی کے حقیقی کشش کے حلقہ تحقیق ہی نہیں کی۔

جس جس کوں سمجھتا ہے؟ قسم دیا اس کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ دھرمین محسوس کرتے ہیں کہ بچوں کو اس کے متعلق جاننے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ اساتذہ بھی ایسا کرتے ہیں۔ جیسے بھی کسی کہتے ہیں۔ جس کا مضمون نہ کسی سکول لو نہ کچل پاندرہ شی میں پڑھایا جاتا ہے۔ ہر تعلیمی ادارہ اس کے متعلق جاننے سے روکتا ہے۔ لیکن بوقت کے مرتے میں انسان محسوس کرتا ہے کہ اس کا سارا وجود۔۔۔ وہاں جس کے اضطراب سے بھر جاتا ہے۔ ساری عمر کی پیش پشیمانیاں، دھرمی ور جاتی ہیں اور جس جاتی ہے۔ یہ کہیں کو قروح پڑھتا ہے؟ محبت کا کچھ اور محبت میں جی کی تبلیغ کی جاتی ہے لیکن وہ قسم نہیں دے بلکہ آسمان پر جہت ہوتے ہیں۔ یہ ایک حائل کن ثبوت ہے کہ جس ذہن میں معبودی سے جڑیں پکڑے ہوئے ہے۔ پھر انکار کہہ ہے؟ اس اختلافی طاقتور اور گہری غہری کشش شوق کا مرکز کہا ہے؟ دھرمیت ہی تو ہے اور یہ ضروری ہے کہ اس کو تسلیم کیا جائے تاکہ ہم اس سے باز ہو سکیں۔

درحقیقت بنیادی طور پر جو کچھ ہم بغض کی کشش کے طور پر محسوس کرتے ہیں وہ بغض کی کشش نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر بار غصائی کے بعد انسان خود کو "بھڑا ہوا" محسوس کرتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اس عمل سے بچنے کا سہارا ہے۔ لیکن ان کی یہ کیفیت مکمل سے غلطی ہے؟ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ خواہش کسی غور سے شے کے لئے ہوتی ہے، یہ محض جسمانی تمیز کے لئے نہیں ہوتی۔ عام انسان اپنے

جانے کے لئے تلاء ہوتا۔

انسان کو سلوٹی کا لوئیں اور اک صرف دھنض یعنی تجربے کے ذریعے ہوتا ہے۔ لیکن یہ ایک منگ سورا ہے، ایک انتہائی منگ سورا اور پھر یہ بھی تو ہے تاکہ یہ ایک لمحے سے زیادہ ہوتا بھی نہیں۔ ہم ایک لٹائل کا ٹیکس کے بعد پہلے دلی کیفیت ہی پر لوٹ آتے ہیں۔ ایک سینکڑے کے لئے ہم وجود کے ایک مختلف مقام پر پہنچے ہیں، ہم پہ انتہا تسکین کی طرف جست لگاتے ہیں۔ مومستند تو بلندی کی طرف ہوتا ہے لیکن بمشکل آواز ہی کہاتے ہیں کہ واپس نہتی میں آگرتے ہیں۔ ایک لڑتھن کی طرف اٹھنے کے لئے آرزو کرتی ہے، یہ بمشکل کسی قدر بلند ہوتی ہے کہ بچے کا شروع ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح کیف کے لئے اس غرضی کے لئے اس اور اک کے لئے ہم دھنض سے توافقی مع کرتے ہیں اور دوبارہ لوہ چڑھا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن بھٹ کی طرح اس میں پھم رہتے ہیں۔ ہم اس رفیع القیم اس لطیف سلح کو تقریباً پھوٹے ہی میں کہ دوبارہ اپنے ابتدائی مقام پر لوٹ آتے ہیں لیکن توافقی کی ایک قابل تلاء مقدار صرف ایک لمحے کے بعد! جب تک انسان کا ذہن جس کے بدل میں غرق رہے گا وہ بار بار اس مد جز سے دوچار ہوگا زندگی شعوری یا غیر شعوری طور پر۔

اصلی اور عدم وقتی کے لئے مسلسل کوشش ہے۔ وجود کی شدید خواہش اپنی حقیقی ذات کو چاہتا ہے، حق کو چاہتا ہے اس اصلی سرشت کو چاہتا ہے جو لہدی ہے لافانی ہے۔ یہ اس سے اتصال کی خواہش ہے جو وقت سے علوا ہے، فاضل ہے اور ہے۔

وجود کی اس داخلی خواہش کی تسکین کے لئے دنیا جس کے خود کے گرد گھوم رہی ہے۔ لیکن کیا ہم اس لوہاک کے طلوع کے ساتھ ایک باطنی سہجہ قائم کر سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں، یہ دون چاہ سکتے ہیں اگر ہم فطری داخلی انسان گیر حقیقت کے وجود کو سمجھا دیں؟ اگر ہم جس کی مخالفت کرتے ہیں جیسا کہ ہم شدت سے کرتے ہی ہیں تو یہ شعور کا مرکز بن جاتی ہے، اس سے ہم اپنے آپ کو تزلزل نہیں کرا سکتے بلکہ ہم

اس سے مضبوطی سے بندھ جاتے ہیں۔ قانون اثر مختلف رویہ عمل آتا ہے ہم اس سے بندھ جاتے ہیں گو ہم اس سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جتنا زیادہ ہم اس سے چمکدارہ پانے کے لئے خود پر جبر کرتے ہیں اتنا زیادہ ہم اس میں پھنس جاتے ہیں۔

ایک توی تیار ہو گیا اس کی تیاری جی بھوک گنگ حقیقت میں تو یہ کوئی تیاری نہیں ہے، نہ ہی اس کو کوئی تیاری تھی۔ اس نے کہیں پڑا ایک روزہ رکنا کار ٹولاب ہے اور کھانا کھاتا ہے۔ اس کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ کھانا کھانے میں شامل ہے اور ہم کھانے کے عقائد کے خلاف ہے۔ ہوا یہ کہ اس نے کھانے کو کھانا سمجھتے ہوئے بھوک پر جتنا جبر کیا اسی حساب سے بھوک نے اپنا آپ منوالا، وہ دو دن دو روزہ رکھتا اور اس کے بعد روزہ کھولنے پر ہر شے جو سامنے آتی تھیوں کی طرح کھا جاتا۔ اس طرح سے کھانے کے بعد اسے نہامت ہوتی کہ اس نے تو اپنا عہد توڑ دیا۔ اس نہامت کے علاوہ پرخوری اور بسیار خوری بھی اس پر اپنے اثرات چھوڑتے ہیں اس کا معد اس کے لئے دہری مسجبت کا پھٹ بن گیا اس نہامت کی لذت سے پیچھا چھڑانے کے لئے وہ کھانے کے دھڑلے سے روکتا اور روزہ کھولنے پر پہلے ہی ہی پرخوری اور بسیار خوری کا مظاہرہ کرتا اور پھر سے نہامت اور بد بھشی کا شکار ہو جاتا۔

پھر خراس نے فیصلہ کیا کہ گھر میں رہنے ہوئے حق کی رلو پر چن ممکن نہیں۔ اس نے دنیا ترک کر دی اور جنگل میں ایک پہاڑی کے لوہ ایک جھانچا بھونڈ کر رہنے لگا۔ روزہ رکھ کے ٹوٹ کھانے اور کھانے کھانے لگا پھر اس کے گھر والے اس کے لئے اس تھبہ اس کی پیڑی سوچتی وہ اس تھاب میں کھانے کی تیاری پر ضرور ملتی ہو جائے لگا پیڑی نے غلامی نے جلد صحت یابی اور جلد گھر واپسی کی دعوں کے ساتھ اسے ایک گھڑت بھجوا دیا۔

وہ آدمی شکر ہے کہ ان افکار کے ساتھ واپس آیا۔ پھولوں کا بہت شکر ہے، وہ بہت لذت ہے۔ وہ آدمی ان پھولوں کو بھی کھا گیا تھا کہ ہم نے ان کی جگہ پھول کھانے والے کسی آدمی کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم نے بھی اس آدمی کی طرح

روزے کی سادہ فہم کی سبب وہ لوگ جو کھانے پی کے لئے وقف ہیں اس توی کی حالت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

ہر توی کم یا زیادہ صاحب کے ساتھ جنس سے جڑا ہوا ہے۔ جنس کے ساتھ جنگ کا آغاز کرتے ہوئے سادہ کے سادہ انسان جنس کے نام پر جو کچھ بھی "کلمہ" کہتے ہیں اس کے متعلق درست اندازہ لگانا دشوار ہے۔ کیا انسان کے مذہب معاشرے کے علاوہ کسی جگہ ہم جنس پرستی ہوتی ہے؟ قدیم ترین "ہندوئی" انسان جو پسند و علاقوں میں رہتے ہیں اس امر کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی توی دوسرے توی سے جنسی فعل کر سکتا ہے! اس قبائلی لوگوں کے ساتھ رہا ہوں اور جب میں نے انھیں بتایا کہ مذہب انسان ایسا بھی کرتے ہیں تو وہ سن ہو گئے وہ کہے وہ اس بات کا یقین ہی نہیں کر سکتے۔

لیکن مغرب میں تو ہم جنس پرستوں کے کلب محل گئے ہیں۔ ان کی تکلیف دہی نہ تھی ہے کہ جب اکثریت اس فعل کو سراغیہاں دیتی ہے تو اس پر قدغن لگانا بیادنی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ یہ اکثریت پر اقلیت کا جبر ہے۔ اس اقلیت یعنی ہم جنس پرستی کی پیدائش جنس کے ساتھ جنگ کا نتیجہ ہے۔ طوائفیت ہماری تہذیب سے براہ راست متعلق رکھتی ہے۔ کیا قرآن بھی طوائفیت کے لوازمات کے دائرہ پر نہیں ہے؟ کے متعلق سوچا ہے؟ تم قبائلی لوگوں کی پہاڑی علاقوں میں واقع الگ تھلک امتیاز میں کوئی طوائف نہیں پاؤ گے؟ یہ قطعی ناممکن ہے۔ وہ اس امر کا تصور تک نہیں کر سکتے کہ ان کے ہاں ایک ایسی عورت بھی ہو سکتی ہے جو اپنی مصمت بچتی ہو "جو مظلوم نے کر مہارت میں حصر لیتی ہو۔ یہ روایت انسان کی "تہذیب کے ارتقاء" کا نتیجہ ہے۔ یہ پھولوں کو کھاتا ہے۔ اگر ہم دیگر جنسی کمزوریوں اور اس کی کرامت انگیز صورتوں کی مثال خود کاپیوں کریں تو اس سے بھی زیادہ حیران ہوں گے۔

آخر انسان کے ساتھ ہوا کیا ہے؟ ان کرامت انگیز جنسی انحرافات کا اندازہ دار کون ہے؟ کیا اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنہوں نے انسان کو تعلیم دی کہ جنس کو سمجھ نہیں بلکہ دہنا ضروری ہے۔ اس جبری وجہ سے جنس کی قبائلی تھلا راستوں سے پھوٹ

رہی ہے۔ انسان کا پورا معاشرہ تیار اور مصیبت زدہ ہو گیا ہے۔ اگر اس سرطان زدہ معاشرے کو بدلنا ہے تو یہ لازمی ہے کہ جنس کی قبائلی و انوی تسلیم کیا جائے۔ جنس کی طلب کو کلمہ نہیں ٹوٹا کھیا جائے۔ جنس کی طلب بہت طاقتور ہے۔ لیکن اگر ہم جنس کی اس بات کو سمجھ لیں تو انسان کو جنس سے ہلکا تر کر سکتے ہیں۔ صرف اسی صورت میں کلمہ دنیا (انسانی) سے رلائی دنیا (انسانی) تصور کر سکتی ہے۔ ہوس سے عشق نمود کر سکتا ہے۔ جس میں ایسے کلمہ دوستوں کے ہرلو گروہ اور کا مشہور عالم مندر دیکھنے کیلئے مندر کی چوٹی دوار پر مہارت کے بہت سے پڑھ تصویروں میں دکھائے گئے تھے۔ وہیں جنسی تسکین کے عمل کے خلف آستین میں کئی مجسمے موجود تھے۔ میرے دوستوں نے پوچھا کہ یہ مجسمے پہلے ایک مندر کے ارد گرد کیوں موجود ہیں؟ میں نے انھیں بتایا کہ وہ باہرین تعمیر جنہوں نے یہ مندر بنایا تھا بہت ذہین لوگ تھے۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ زندگی کے چوٹی عہد میں جنس اور نفس ہوتا ہے۔ جو لوگ ہنوز جنس میں پختہ ہوئے ہیں انھیں مندر میں داخلہ کا کوئی حق نہیں ہے۔

ہم اندر داخل ہوئے وہیں خدا کا بہت موجود قہر میرے دوست باہر بیٹھے مجسمے وہیں نہ پا کر بہت حیران ہوئے۔ میں نے انھیں بتایا کہ زندگی کی فیصلہ پر تو جنس شہوت ہوتی ہے۔ جبکہ اندر خدا کا کرم ہوتا ہے۔ جو لوگ جڑے ہیں۔ جنس سے ابھی تک دور نکلتے ہوئے ہیں وہ اندر خدا کے گھر تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ ہنوز چوٹی دوار کے ارد گرد ہی مارے مارے پھر رہے ہیں۔

اس مندر کے معمار بہت سی پیشور لوگ تھے۔ یہ مہارت کھاتے۔ جنیت چوٹی سطح پر ہر جگہ ہے! سکون مرکز میں ہے۔ وہ درمیانی ترقی کے آئینہ مندر کو بنایا کرتے تھے کہ جنس میں دھیمان لگے۔ چوٹی دوار پر عمل طور جنسی انحرافات۔ جب کوئی عمل طور پر اس کو سمجھ جاتا تو اس کو یقین ہو جاتا کہ ذہن جنس سے آزاد ہو گیا ہے تو پھر وہ اندر داخل ہو سکتا تھا۔ جب وہ اندر خدا کے حضور حاضر ہو سکتا تھا۔

لیکن مذہب کے نام پر ہم نے جنس کو سمجھنے کے اندھن کو رہا کر دیا ہے۔ ہم نے

جنس کے خلاف اپنی بنیادی جبلت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ بے پلگ اصول یہ بنا دیا گیا ہے کہ جنس کو مت دیکھو بلکہ اس سے آنکھیں بند کرو۔ اور پھر خدا کے مندر میں داخل ہو جاؤ۔ کیا کوئی بھی شخص آنکھیں بند کر کے نہیں جاسکتا ہے؟ کہیہ کہ جس سے تم بھاگ رہے ہو اسے دیکھو پھر اگر تم بند آنکھوں کے ساتھ اندر رسائی پاؤ تو تم خدا کو بھی نہیں دیکھ سکو گے۔

شاید کچھ لوگ سوچیں کہ میں جنس کا پوچھنا کر رہا ہوں۔ براہ مہربانی انہیں آگاہ کر دو کہ وہ مجھے نہ سنیں۔ کہ ارض پر تم اس وقت مجھ سے بڑا دشمن جنس نہیں پا سکتے۔ اگر وہ میرے کے لیے غیر معذورانہ وجہ تو ہیں تو ممکن ہے کہ انسان جنس سے رہائی پا لے۔ بہتر انسانیت کا یہ واحد راستہ ہے۔ ہم جن پندوں کو جنس کے دشمن سمجھتے ہیں وہ جنس کے دشمن نہیں بلکہ اس کا پوچھنا کرنے والے ہیں۔ انہوں نے جنس کا کلیہ تخلیق کر دیا ہے۔ جنس کی شدید مخالفت نے ایک جنس غیر ترفیب مایا کی ہے۔

ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ وہ ایسے کام ضرور کرتا ہے جنہیں مسٹر کیا جاتا ہے؛ جنہیں کیا جاتا ہے اور جن کا برا بنایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں پڑوسی کے پھل ہمیشہ ان پھلوں سے زیادہ میٹھے ہوتے ہیں جنہیں ہم نے بازار سے خریدا ہو۔ یہی وجہ ہے وہ ہماری اپنی بیوی ہمیں اتنی خوب صورت نہیں لگتی جتنی پڑوسی کی بیوی انہیں لگتی ہے۔ دوسرے کی بیوی کی مثال ایک چائے ہونے پھل ایک منہورہ آئٹم جیسی ہے۔ جنس پر بحث کے رنگین پوسٹ شدت سے پھیر دئے گئے ہیں۔ پس اس میں حارسہ لئے بے پتہ ترفیب پیدا ہو گئی ہے۔

برزخہ رسل نے لکھا ہے کہ کنوین عد میں 'ب' وہ پتہ تھا عورتوں کی ناگھیں عوامی جیکوں پر دیکھی نہیں جاسکتی تھیں۔ وہ جو لباس پہنتی تھیں اس سے ان کے پاؤں تک ڈھکے ہوئے ہوتے تھے اور پکڑا زین پر سرک رہا ہوتا تھا۔ اگر کبھی اتفاقاً کسی عورت کے پاؤں کا صرف پتہ ہی نظر آتا تو مرد بڑی مشتاق لکھوں سے اسے سمجھتے

تھے۔ اس سے جذبہ کو ممیز ملتی تھی۔ رسل مزید لکھتا ہے کہ آج عورتیں تقریباً نیم عوامی پھرتی ہیں۔ ان کی پوری ناگھیں عوام ہوتی ہیں لیکن ہمیں ترفیب نہیں دے پائیں۔ وہ لکھتا ہے کہ اس سے جانت ہوتا ہے کہ جتنا ہم کسی شے کو پوشیدہ رکھیں گے اتنی ہی جنس فزوں ہو گا۔ لہذا دنیا کو جنسیت سے رہائی دلانے کے لئے پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ بچوں کو گھروں میں نگہ رکھا جائے۔ لڑکے ہوں یا لڑکیاں بچوں کو بنگائی کھیلنے دیا جائے مگر وہ ایک دوسرے کے جسموں سے اچھی طرح آشنا ہو جائیں تاکہ کل کل کھیں انہیں گلیوں میں ایک دوسرے کے چنگی بھرنے دیکھا دینے یا ساتھ لیٹانے کی ضرورت ہی نہ ہو۔ تب کسی کتاب پر عوامی تصویریں چھاپنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ انہیں ایک دوسرے کے جسموں کے متعلق آگاہ ہونا چاہیے مگر آئندہ کسی نوع کی بکوی پیدا ہی نہ ہو سکے۔

لیکن دنیا کے طور الٹ ہیں۔ جن لوگوں نے جنس کو پوشیدہ اور پنهل کر دیا ہے انہوں نے احتقان طریقے سے اس میں اس قدر کشش پیدا کر دی ہے کہ ہم نے اس کی پوری طاقت کو وہی تک محسوس ہی نہیں کیا۔ اس سے تو ہمارے دلان چلک رہے ہیں۔

بچوں کو طویل عرصے تک عوامی رہنا چاہیے۔ عوامی کھیلنا چاہیے تاکہ پاگل پن کا کوئی تاج ہی نہ رہے جو ان کی ساری زندگی انہیں کوسے۔ لیکن نہ صرف بنیادی موجود ہے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ ہوتی چلی چلا رہی ہے۔ اس بنیادی کا مقصد وہ فحش اوب ہے جو آج کل شائع ہو رہا ہے۔ لوگ اس کو گیتا اور بائبل کے کور میں چھپا کر چارہ دے ہیں۔ ہم شور مچاتے ہیں کہ فحش کتابوں پر پابندی لگھ لیکن ہم اس جگہ کے متعلق کبھی نہیں سوچتے کہ جنس سے فحش معاذ کرنے والے لوگ کہتے ہیں۔ ہم دوا دواں پر فحش تصویر کی فرائش کے خلاف احتجاج کرتے ہیں لیکن ذرا بھر بھی نہیں سوچتے کہ تحریک کو لمباں کیوں کیا گیا؟

جنس فطری ہے مگر جنسیت پیداوار ہے جنس مختلف تعلیمات کی۔ اگر ان تعلیمات

اور خیر سائنسی و معنوی پر عمل پیرا ہوا ہے تو انسانی روح عمل طور پر بنیت سے "آلود" ہو جائے گی۔ اور ایسا تجربہ تو چکا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس طرح کے مصلحین انسانوں کو پڑھانے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوتے ہیں۔ فن کی باقی کی وجہ سے انسان کچھ خیر اور شعور پہنچانے کے قائل ہو گیا ہے۔

اگر کوئی انسان جنس کو درست طور پر سمجھ لیتا ہے تو وہ اس سے چلاتر ہو سکتا ہے۔ اسے چلاتر ہونا چاہیے اور اس سے چلاتر ہونا ضروری بھی ہے۔ چونکہ ہم نے جنس کو درست فہمیں دشمن بنایا ہے اس لیے ہماری ہر کوشش غلط نتائج پیدا کرتی ہے۔ ہم نے جب کا طریقہ اختیار کیا ہے اور جنسی مسائل کو حل کرنے کا شعور پیدا نہیں کیا۔ جتنا شعور زیادہ ہوگا اتنا ہی انسان جنس سے چلاتر ہوگا۔ جتنا شعور کم ہوگا اتنا زیادہ جنس کو دبانے کی کوشش ہوگی۔ ہجر کے نتائج کبھی شر تو نہیں ہیں ہوں گے، کبھی خوش کوار نہیں ہوں گے، کبھی صحت مند نہیں ہوں گے۔

جس انسان کی انتہائی خالق تعالیٰ ہے جس کے اندر راسخہ لکھاتے نکل رہا ہے۔
جس کو روح تک رہنا کافی ہے شہرت ہے روشنی تک کا سراسر انصاف انصاف
ہونا چاہیے۔ جو تک رسلائے کے لئے جس کا شعور ضروری ہے اس سے آزادی کے
لئے اس کو جانا چاہیے۔ ایک انسان زندگی بھر کے جیسی تجربے کے بعد بھی یہ جاننے
کے قابل نہیں ہوتا ہے کہ مہارت "سودھی" (مراپے) کا شعور اعلیٰ کی ایک مختلف
دیکھنے کا ایک نمائندہ مہارت ہے اور یہی ہے "وہ" کشش شعل، مقیم ترین
تجربہ ہے، خدا کا مقدس جلا ہے۔ جنہیں اس کے متعلق جانا اور انسانی ضروری میں
وہاں "ترا" چاہیے۔ جنہیں اس لئے کے متعلق شعوری خود فکر کرنا چاہیے اور
کسی کو تحریک دینی ہے۔

یہ سخت مشکل ہے! ہر سال اس تجربے کے حصول کے دو سرے سے ذرا ہی ہیں۔۔۔۔۔ مراقبہ، یوگا، اجتماعی دعا اس کے دیگر حوالوں میں نیلن صرف جس ۱۵ ریوی ی ہم پر سب سے زیادہ اثر ڈالتا ہے۔ کیوں؟..... نہایت ضروری ہے کہ ان مختلف

ذرائع کے بارے میں سوچا جائے جو اسی منزل پر پہنچا سکتے ہیں۔

میرے ایک دوست نے مجھے لکھا کہ میرا موضوع ختم ہوا شرمندگی افزہ ہے۔ اس نے مجھے ایسا دھپکا کہ ماسٹین میں شامل اس کی ہجاری کا تصور کروں جو اپنی بیٹی کے ساتھ ہے۔ اس کی کا تصور کروں جو اپنے بیٹے کی معیت میں میرا بیگھر بننے لگی ہوئی ہے۔ اس نے دلچسپ دہی کے ایسے معلات ہر کسی کے سامنے بیان نہیں کئے جانے کا ہے۔

میں نے جواب دیا کہ وہ اپنے حواس میں فیس ہے۔ اس کے اعتراضات سے بیزار
ہیں۔ اگر ایک ماہ بشعور ہے تو اسے اپنی بیٹی کو اپنے جنسی تجربات سے مدد سمجھ کر
دینا چاہیے۔ چنانچہ اس کے کہ وہ جس کی بہنیں میں پھسل جائے اس سے پہلے کہ وہ
انجانہ لہجہ، جلی سانسنی جنسی مشاغل میں کمر لے رہ جائے۔ اگر ایک باپ اپنی ذمہ
داری کرنے کا شعور رکھتا ہے تو اسے لازماً اس موضوع کو اپنے بیٹے پر لینی کے ساتھ
زبردست لانا چاہیے۔ عموماً لڑکیوں کے خلاف انہیں خجوا رہا ہوا شیار کرنے کے لئے اور
مشغل میں لگنے کی دلیوں سے ان کی زندگیوں محفوظ رکھنے کے لئے یہ ناگزیر ہے۔

لیکن عداوت کی ختم عمر ملی تو یہ ہے کہ میں ہو یا باپ دونوں ہی معاملے کا کمزور نہیں رکھتے۔ وہ دونوں بڑات خود مرض کی جھلسلی سب سے بھارتی نہیں ہوئے ہوتے کیوں اور وجہ ہے کہ وہ اپنے ذاتی تجربے سے خوفزدہ ہیں مہل ان کے اپنے ایسی سب پر پھنس نہ جائیں۔ لیکن میں پچھتاہوں کہیں کسی نے رضامندی دی؟ تم خود میں پھنسے ہوئے ہو۔ پچھتی خود میں پھنس جائیں گے۔ تمہارے بعد دوسری نسل میں بھی اس کا اندازہ ہو گا اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اگر انہیں وضاحت سے بتایا جائے، تعلیم دی جائے اور انہیں آزادانہ سوچنے کی اجازت دی جائے تو ممکن ہے وہ اپنی توانائی ضائع کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھیں؟ ممکن ہے وہ اپنی توانائی کو پچاس سالوں کے لیے اس کی قلمبازی سے محفوظ رکھیں؟

ہم نے اکثر کوکھ دکھا ہوگا ماحول کہتے ہیں کہ چند ہزار برس کے عرصے میں کوکھ میرے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ کوکھ اور میرے میں کیلانی اور سائناتی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک میرا کوکھ کے ایک ٹکڑے کی قلب ہدایت ہے۔ میرا صرف اور مصل کوکھ ہے۔ میں جس بتا چاہتا ہوں کہ جس کوکھ ہے جبکہ برہنہ میرا ہے۔ تجڑ میرا ہے۔ تجڑ جس کی نئی شکل ہوتی ہے۔ یہ جس کی قلب ہدایت ہے یہ کوکھ ہے لیکن ایک مخصوص محل سے گزر کر تجڑ کے میرے میں داخل کیا ہے۔ اور یقین کر دو دونوں اعضاء کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ جس کا کوئی دشمن برہنہ میرا ہے کا مقام نہیں پاسکتا۔

برہنہ میرا ہے۔ تجڑ سے ہم کیا عروا لے رہے ہیں؟ یہ "برہن" کا "پارہ" ہے۔ برہن سے اتصال اس کا مطلب ہے ایک الٹی تجربے کا اور اک "بہا تجربہ جو خدا اور ہے۔ شعوری اور اک سے اس توانائی کی قلب ہدایت میں ممکن ہے۔

اولی مرتبہ میں جس قلب ہدایت کے حصول کے متعلق ہوں کہ اس طرح کی (شہوت) کا تجربہ (الٹا تجربہ) میں کرنا چاہتا ہوں تم اسے غار سے سنا کہ کھانا کھانی کا امکان نہ رہے۔ اور جو سوال "تھوڑے دن میں امریں اعتمادی سے مجھے لگہ بھیجیو۔ میں ان کے جواب دوں گا۔ تمہارے ذہن میں جو سوالات امریں انہیں چھپانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ تو زندگی کے سچ کا چھپانا ہو" اس سے فراست صاحب ہے۔ سچ تو سچ ہی رہے گا خواہ ہم اپنی "تھیں بند کریں خواہ کھلی رکھیں۔ صرف وہ آدمی دیکھ رہا ہے جو سچ کا سامنا کرنے کی جرات رکھتا ہے۔ وہ لوگ جو کھڑے ہیں "بڑوں میں اور زندگی کے متعلق کا سامنا کرنے کی جرات نہیں رکھتے" ان کی دین دار بننے میں کوئی مدد نہیں کی جاسکتی۔

میں جس میں اس پر سوچنے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ یہ میرا موضوع ہے جس پر ہمارے دلوں اور عاقلوں سے گفتگو کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ شاید قرآنیے معاملات کے بارے میں بننے کے علوی بھی نہ ہو "رومل میں تمہارا ذہن خوف سے بھر جائے گا

لیکن میں تمہارے مسواضی طور پر سوچنے کی شدید خواہش رکھتا ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ جس کی مجھ پر جو تمہیں روح کے معنی میں لے جائے۔ یہ میری آرزو ہے۔ خدا اس آرزو کو پورا کرے!

میں چو

اور رحم فرما — آمین

تیراہ

مراقبہ کا کلس

ہن عزیز!

میں ابتدا میں جیسے ایک چھوٹی سی کمانی سٹاکا ہوتا ہوں۔ بہت عرصہ پہلے کسی ملک میں ایک لڑکھن تصور رہتا تھا۔ اس نے تیرہ کیا کہ وہ ایک حقیقی شاہکار، ایک لافانی پورٹریٹ ایک خدا کی صورت سے بھرپور تصویر بنائے تک ایسی تصویر جس کی تصویروں سے درخش لہری سکون میں ہوتا ہو۔ وہ اپنے لافانی شاہکار نے لئے ہال کی تلاش میں سڑ کو نکل کھڑا ہوا۔ وہ سارے ملک میں پھرا۔ اس نے شر اور بستیوں کو کہا رنگوں، سحر اور غیر آہہ مقلات تک کی خاک چھٹی۔ اسے تلاش تھی ایک ایسے چہرے کی جس میں خدا کا عکس جھلک ہو۔ آخر کار اسے ایک چڑیا مل گیا جس کی آنکھیں تازہ تھیں، جس کے خدا و غالی حکوتی شان کے حامل تھے۔ اس کو ایک نظر دیکھنے ہی سے اور کہا ہوتا تھا کہ خدا انسان میں جلوہ گر ہو سکتا ہے۔ تصور نے اس کا پورٹریٹ تخلیق کیا۔ یہ واقعی ایک شاہکار ثابت ہوا۔ اس کی آنکھوں نقیص سارے ملک کے گوشہ گوشہ میں منکشف تھیں۔ گھروں میں اس شاہکار کا آویں یا جاتا پڑتا تھا۔ سمجھا جانے لگا اس چہرے کی الوہیت، حکوتیت اور کمال معصومیت نے ہر دیکھنے والے کو مسحور کر دیا۔

میں برس کے بعد تصور کو ایک اور اچھوتا خیال سوجھل اس کے حقیقی ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ چونکہ اس کا تجربہ اسے بتاتا ہے کہ زندگی محض غیر نہیں ہے، انسان کے اندر شیطان بھی نہیں ہے، سو اس شیطان کی تصویر کشی کی جائے۔ اس نے فیصلہ لیا کہ

اس شیطان والے پر رنجت کو پہلے والے لافلی خیر کے تمامہ پر رنجت کے ساتھ کیا کرنے ہی سے عمل انسان کی تصویر کشی کی حقیقی ذمہ داری ادا ہو سکتی ہے۔ اس کے اندر کی حقیقی قوت ہے جین ہوئے گی۔ وہ ایک بار پھر کسی ایسے چرے کی تلاش میں نکل کھڑا ہو گا جو اسے ایک اور لافلی شاہکار بنانے میں مدد کے طور پر معاونت دے۔ چونکہ اس بار معاملہ شیطان کا تھا اس لئے وہ زیادہ تر انہی بیچوں پر کیا عمل جرم کرے والے یا جرم کی زندگی گزارنے والے لوگ بنے ہیں۔ اس نے عمل الہی کا پورا پورا تباہ کیا تھا اور اب وہ شر کا پر رنجت بننا چاہتا تھا۔

آخر کار اس کو ایک آدمی مل گیا جو آدمی نہیں گویا شیطان تھا۔ وہ ہماری شرابی اور زانی تھا۔ یہ ملاں جنم کی آگ سے بھرا ہوا تھا اس کا چہرہ سوائے ہڈی کے اور کچھ منعکس نہیں کرتا تھا۔ ایک کردہ بھرا اور غصہ زدہ چہرہ وہ گند کا استعارہ تھا۔ یہ شخص اسے ایک بیل میں ملا تھا اس نے سات قتل کئے تھے اور اسی جرم میں چند روز بعد ہی اسے پھانسی پھانسی والی جہنم کی تکلیف میں دیکھ دی تھی۔ اس کا چہرہ کردہ ترین اثر سے بھرا ہوا تھا۔ مصور نے منظر کی پہچانت سے اس کی تصویر بنانا شروع کی۔ تصویر کی پینٹل کے بعد وہ اپنے پہلے شاہکار کو کتنے فن پارے کے برابر بن رہا کہ کر قتل کرنے لگے فن کارانہ تختہ نظر سے یہ فیصلہ کرنا۔ اشارہ تھا کہ دونوں تصویروں میں سے کون سی اصل ہے۔ دونوں ہی مجزوم تھیں۔ وہ دونوں کو تکتی ہی رہ گیا۔

اسی عالم حمزہ کی میں اس نے ایک اسکی سنی۔ وہ تراز کی طرف مڑا تو اس نے جب منظر سامنے پایا۔ زنجیر بست قیدی بری طرح رو رہا تھا فکار تو کھال کے رو گیا۔ اس نے دریافت کیا "میرے دوست! تم کیوں رو رہے ہو؟ ان تصویروں نے تمہیں کیوں اس قدر پریشان کر دیا؟"

قیدی نے سسکیں بھرے ہوئے جواب دیا میں نے گزشتہ دنوں میں آپ سے یہ حقیقت پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی لیکن آج میری صحت جواب دے گئی ہے۔ میرے

اصحاب بری طرح ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔ شاید آپ جان نہیں سکتے کہ پہلی تصویر بھی میری عیا ہے۔ میں ہی وہ چوہا ہوں جسے آپ میں سل ٹھیل لے گئے تھے اور اپنے اولین الوہیت نما جسم خیر شاہکار کی تخلیق کے لئے بال چنا تھا۔ میں اپنے ذہن پر دو رہا ہوں۔ آہ میں جنت سے جہنم میں جا کر اللہ العزیز میں خدا سے شیطان کو مرادیت کر گیا۔

میں نہیں جانتا کہ یہ کتنی کس قدر حقیقی ہے۔ لیکن ایک بات یقینی ہے کہ انسان کی زندگی کے دو قطعی متضاد رخ ہوتے ہیں۔ ہر انسان میں خدا اور شیطان دونوں موجود ہوتے ہیں۔ ہر انسان میں دوزخ اور جنت اشکالی طور پر موجود ہوتی ہے۔ انسان میں گھبراہٹ کی خوش نظر بازی بھی عمل کسکتی ہے۔ انسان ہی میں کچھ کا ڈھیر بھی لگ سکتا ہے۔ ہر انسان لوہ دو انتہوں کے مابین بھول رہا ہے۔ انسان ہر دو انتہوں پر پہنچ سکتا ہے۔ اکثر لوگوں میں جہنم کی طرف جھک رہا ہوتا ہے۔ روحانیت کے حتمی دست ہی کم ہوتے ہیں جو اپنے اندر خدائی مشقت پیدا کرتے ہیں۔ کیا ہم اپنی زندگی کو خدا کا ایک مہذب بنانے میں گھبراہٹ ہو سکتے ہیں؟ کیا ہم اس تصویر جیسے ہو سکتے ہیں جس سے خدا کا اشکالی ہو؟

یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ اس سوال کے ساتھ ہی میں اس بحث کو از سر نو شروع کرتا ہوں۔ انسان کیونکر خدا کا کس جلی بن سکتا ہے؟ کیا انسان کی زندگی کا ایک جنت۔ ایک خوشیو ایک خوب صورتی؟ ایک ہم آہنگی میں داخل جانا ممکن ہے؟ کیا انسان کے لئے یہ جانا ممکن ہے کہ جہنم دوام کیا ہے؟ انسان کے لئے خدا کا مہذب میں داخل ہونا کیونکر ممکن ہے؟ اس تناظر میں زندگی کے حقائق مختلف سمت میں پیش رفت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ عہد قحط میں ہم جنت میں ہوتے ہیں لیکن جیسے ہی ہم بوسے ہوتے ہیں ہم رفتہ رفتہ جہنم میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ عہد قحطی عمل طور پر مصیبت اور خاص پن کا نشانہ ہوتا ہے۔ بعد ازاں دھیرے دھیرے ہم بھوت اور فریب سے نفی ہوئی شاہکار ہو جاتے ہیں وقت گزرتا رہتا ہے اور ہم بوڑھے

باب نہایت "کو منتقل کر رکھا ہے۔ ایک اطمینان بخش کشمکش کی عدم موجودگی میں
اٹارنے، انور موجود حیاتیت سرگرداں ہے اور انسان کی شخصیت پر دلوں پر چھاتے ہوئے
اور اس کو آشکارا زندہ کرتے ہوئے اسے ایک نپورانی (نفاذی مریض) بناتے دے دی
ہے۔

مزید یہ کہ انھار زندہ انسان ہیں۔ شہوت کا قدرتی راستہ استعمال نہیں کر لیتے اس کی وجہ سے ہوئی ہے کہ اس کے اندر دیوانہ شہید ہوتا ہے جو سارے دروازے کنڈلیں توڑ کر چھانک مار کر باہر نکل آتا ہے چاہے اس کے تپوں میں ناگسں پاؤ دی کہیں نہ ٹوٹ جائیں۔ جنسی توانائی قدرتی بند راستے میں متبہ ہونے کے بلورف اور اس وجہ سے کہ بلورائے فطرت راستہ بند نہ کھلا نہیں ہوتا نکال کے غیر فطری راستوں سے برہنہ ہوتا ہے اس سلسلے کا وقوع انسانیت کی سب سے بڑی بد قسمتی ہے۔ کوئی نیا راستہ نکلا نہیں ہے اور پکا دروازہ پیلے ہی سے بند پڑا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں جنس سے دشمنی اور جبر میں روحانی تعلیمات کے خلاف جتنی سے اٹھ کھڑا ہوا ہوں۔ قدیم تعلیمات کا کل حاصل واصل یہی کچھ ہے کہ انہوں نے نہ صرف انسان میں جنیت کو پیدا کیا ہے بلکہ گہوی کو بھی دم دیا ہے۔ آخر اس کا پھل کیا ہے؟ کیا کسی اس کا تہل بھی ہے؟

اب کو ہم ملاحظہ کرتے ہیں۔ جنس کے لوگوں میں ہونے والا کثافت و عناصر پر مشتمل ہوتا ہے۔ "بے اٹلی" اور "عدم وقتی"۔ وقت ختم جاتا ہے اور اٹا خور ہو جاتی ہے۔ اٹا کی عدم موجودگی اور وقت کے لمحوں کے پلوں میں ہمیں اپنی اپنی حقیقت کی واضح بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ اس فکرو کا اس لحاظ ہوتا ہے اور پھر ہم اپنی مبتدل روش کی پہچان میں آجے ہیں۔ لیکن اس اٹا میں ہم نہ اٹلی۔ ایک نوع کی عتیٰ عناصر ہی نہ اٹلی۔ کی ایک عقل لحاظ مقدار کو مٹاتی ہے۔ ذہن اس کے نظارے کے لئے "اسے دوبارہ گرفت کرنے کے لئے" مائل ہوتا لیکن یہ جلد "بے اہم اندازہ زور ہوتا ہے کہ ہم مبتدل اسے دیکھ رہے ہیں کہ یہ غالب ہو

جاتا ہے۔ اس کی تجربہ کے دو بارہ حصول کی ایک شدید خواہش ایک خدا ایک جوتوں
 فیض اضطراب ہی باقی رہ جاتا ہے۔ ساری عمر انسان اس جلوے کو اس جذبہ انگیز
 تجربہ کو گرفت کرنے کے لئے بار بار کوشش کرتا ہے لیکن حاصل نہیں کر پاتا۔

رات کے جوہر۔۔۔۔۔ شعور اعلیٰ تک رسائی کے دو ذرائع ہیں جنس اور مراقبہ۔
جنس وہ راستہ ہے جو قدرت نے بنایا ہے۔ یہ ایک فطری ذریعہ ہے۔ جانور بھی اس
کے حامل ہوتے ہیں۔ پرندے بھی اس کے حامل ہوتے ہیں۔ پودے بھی اس کے حامل
ہوتے ہیں اور انسان بھی اس کا یکساں طور پر حامل ہوتا ہے۔ لیکن اگر انسان قدرت
کے حاکم کو اس راستے کو جانوروں سے اعلیٰ سطح پر تصور نہیں کرتا تو وہ عود جنس پا
سکے۔ یہ راستہ تو جانوروں تک کے لئے کھلے حصول ہے جس دن انسان ایک نیا راستہ
بھانے کا قائل ہو گیا۔ یہ اس میں انسانیت کی صبح کے طوفان کے متروک ہو کر اس سے
فصل ہم انسان نہیں ہیں۔ اس سے عقل ہماری زندگی کا محور اور جانوروں کی زندگی کا
محور مشترک ہے۔۔۔۔۔ جو فطری محور یعنی جنس ہے۔ جب تک ہم اس سے بچا تر
نہیں ہوتے 'لہذا جنس ہوتے ہم جانوروں کی سطح پر ہی جاتے ہیں۔ بظاہر تو ہم انسان
ہوتے ہیں 'ہم انسانوں کی طرح خود کو لباس سے ڈھانپتے ہیں 'ہم انسانوں کی زبان بولتے
ہیں لیکن داخلی طور پر 'انہی ننھی ننھی حصار جانوروں جیسا ہی ہوتا ہے۔ نہ ہی اس
سے زیادہ ہم تک ہو سکتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے اندر موجود جانور ذرا سا بھی
سرخ و ستیاب ہوتے ہی جاگ اٹھتا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کے قیام کے اعلان کے فوراً بعد ہونے والے جہلوں میں ہم انہیں کے جیس میں پوشیدہ درندے کی سٹائیکوں کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ ہم ان سب لوگوں کی اصلیت سے اکٹھے ہوئے جو مردوں میں گیتا دیتے اور محبت غلوں میں محبت کرتے ہیں۔ یہ سب موقع سے ہی درندگی کا مظاہرہ کرنے پر جھوڑ ہیں۔ انہوں نے لوٹ مار کی 'صفت' عاب قروں کی صحت دردی کی نور کیا کچھ نہیں کی۔ کلا جنہ لوگوں کو مردوں اور محبت گلوں میں محبت کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ آج انہیں

میں دنا ہے شیطانِ صل کا ارتکاب کر رہے تھے۔ انہیں کیا ہو گیا تھا؟ فرانسیس سے روگردانی کا معمولی سامراج پانے ہی انسان اپنی انسانیت کو فراموش کر بیٹھا ہے اور اس کے اندر کا مکمل کھیلنے کو ہر وقت آلودہ درندہانی منظور سمجھ پڑتا ہے۔

انسان اس درندے کو ذخیرہ کرنے اس کو بھڑکنے کے لئے بیٹھ ایک مکمل کا نظارہ مہیا ہے۔ افراتفری کی صورت حال میں وہ خود پر مسلط ہو سکتا ہے۔ اندر بچنے کا موقع حاصل کر لیتا ہے۔ اپنے آپ کو فراموش کرنے کے لئے۔ فیملی میں وہ اپنی "ساز" — مصنوعی بنا — کو فراموش کرنے کی جرات پیدا کر لیتا ہے۔ درندہ رہا ہو جاتا ہے۔ انسان نے ایک فرد کی حیثیت سے اسے کبھیوں کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ کبھی اس سے بھم میں سرزد ہوئے ہیں۔ اکیلا آدمی قدرے خوفزدہ ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی اسے پکچھان لے گا۔ اکیلا آدمی کچھ کر گزرتے ہے۔ قتل قدرے سوچا ضرور ہے کہ وہ کیا کرنے کو ہے۔ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں دوسرے لوگ اسے درندہ قرار نہ

دے دیں۔ لیکن بڑے بھم میں وہ اپنی حیثیت کو بیٹھتا ہے۔ وہ پکچھان لئے جانے سے قضا "نہیں ڈرتا" تب وہ ایک بھم کا جزو ہوتا ہے اور جو کچھ ارد گرد موجود لوگ کر رہے ہوتے ہیں وہ بھی وہی کچھ کر گزرتا ہے۔ اور وہ کیا کرتا ہے؟ وہ پتھر پھونکتا ہے۔ آتش لٹی کرتا ہے۔ "صحت دہی کا مرتکب ہوتا ہے۔ افراتفری کے عالم میں وہ اپنے اندر کے درندے کو آزاد چھوڑنے کے موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ گزشتہ پانچ سو سے دس ہزار برس کے دوران میں انسان جنگ کے لئے بے قرار رہا ہے۔ وہ کسی فیملی کے چھوٹ پڑنے کا شہر مہیا ہے۔ اگر ایسا جندہ مسلم سٹے کی وجہ سے ہے تو پھر ٹھیک ہے اگر ایسا نہیں ہے تو کھجورائی مراغی مسئلہ اس مفہم کے لئے موزوں ہے۔ اگر کھجورائی مراغی کسی فیملی کے لئے تیار نہیں تو آدمی ہندی بولے والے نہ بولے والے کے درمیان خود کو مطمئن محسوس کر سکتا ہے اس کو تو بس بلند چاہیے۔ مستقل پابندی نے درندے کو بدحواس کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ باہر نکلنے کے لئے چلا تا ہے جب تک درندے پر غلبہ نہیں چلا جاتا۔ اسے جلد نہیں کیا جاتا انسان کا ضمیر حیوانیت

سے بلا ترسیں ہو سکتا

ماہرینِ جنیت کی تحقیق ہے کہ زندگی کے اندر سب سے طاقتور دو محسوس ہیں۔ ایک حفظ ذات اور دوسری حفظ نسل۔ زندگی نے حفظ ذات کے لئے جو عضو ایجاد کیا وہ منہ تھا جبکہ حفظ نسل کے لئے جنس ایجاد کیا۔ قوتِ نسل کے حصول کا ذریعہ منہ ہے اور قوتِ نسل کے نکاس کا ذریعہ نکاتِ کامل ہیں۔ جلدے ذات کی جستجو میں نسلے فروغ ذات کے لئے ایک سے دوسرے کو چارہ پائی نوس کے عمل سے فروغ پانے کی حکمت عملی پر کام کرتے ہیں۔ جبکہ جنسی اعضا میں نسلوں کو تولیدا جاتا ہے۔ زندگی نے جنس کو موت کے عوض پیش کیا ہے۔ جن جن قوتِ نسل کم ہوتی جاتی موت کا امکان بڑھتا جاتا ہے۔ موت اور جنس میں تعلق کا ایک اور ثبوت میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ چھیلیں اور کیڑوں میں کئی انواع ایسی ہیں جن کے زخمی و چھلے کو سرانجام دیتے ہی ٹکڑ کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

رہم ہمار جنین کی پرورش کے لئے ایک جنت کا درجہ رکھتا ہے۔ رہم ہمار میں جب بچے کا دماغ تشکیل پانے لگتا ہے تو رہم ہمار میں بچے کو ہر چیز فراہم کے مطابق ہمارو حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اس جنت میں اس پر سن دسلوی اترتا رہتا ہے۔ رہم ہمار کا سارا ماحول بچے کی خدمت پر مامور ہوتا ہے پھر جب بچہ مکمل ہو جاتا ہے تو رہم ہمار میں ہی موجود سارے کے سارے خدمت گار خدمت یں کر رہے ہیں کہ اس جنت سے باہر نکلنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ دروزہ کے جھٹکنے بچے کو بھی محسوس ہوتے ہیں۔ رہم ہمار سے قطع تعلق کے وقت بچے کے گرد پیش کا ماحول طوفانِ فوج کا سا مل پیدا کر دیتا ہے۔ رہم کے سارے عناصر بچے کو جنت سے زور اندوزی باہر دھکیل دیتے ہیں۔ اپنی جنت کے اختراع اور راہِ گزری کی تفکیروں کے باعث بچہ روتے ہوئے دنیا میں آنکھ کھولتا ہے۔ یہ یہ تمام تجربات بچے کے تحت الشعور میں مرتسم ہو جاتے ہیں جن کو وہ عقلی رنگ میں بیان نہیں کر سکتا لیکن اپنے محسوسات سے انہیں خاندان بھی نہیں کر سکتا۔ تحت الشعوری حاشیے کا یہی مقام مذہب کی آبادی ہے۔

ایک اور اہم ترین حقیقت یہ ہے کہ انسانی وجود نہایت 'جہالت اور انسان کا مجموعہ ہے۔ اس میں نہایتی خصوصیات ایسی نک موجود ہیں۔ اس کے پہل نہایت کی طرح بڑھتے ہیں۔ اس کے باطن نہایت کی طرح اگتے ہیں۔ اس کی کمال ذہنی ہو جائے تو دوبارہ چھوٹ پڑتی ہے۔ روشنی کے لئے وہ نہایت ہی کی طرح چھپ ہوتا ہے۔ اس طرح حیوانی ارتقا کے تمام مراحل اس کے واسطے میں محفوظ ہیں۔ اس کے دماغ کی تہوں میں حیوانی دماغوں کے سارے خاکے موجود ہیں۔ اور ان کو جو قوت کنٹرول کرتی ہے وہ جس ہے 'شعور ہے۔ جتنا تم اس ذہنی کو ضائع کرتے ہو حیوانی میل تک کہ نہایتی اور اوصاف ابھرتے ہیں اور انسان ہونے کی حالت بگڑ پڑتی جاتی ہے۔

انسانی حیوانیت 'قوت حیات' توانائیاں صرف ایک آسان ذریعہ نکال رہی ہیں اور وہ ذریعہ نکال جس ہے۔ اس راستے کی بندش سے مسائل ختم نہیں گئے۔ اس راستے کی بندش سے عمل یہ ضروری ہے کہ ایک نیا دروازہ کھولا جائے تاکہ توانائیاں ایک نئی سمت میں مڑ جائیں۔ یہ ممکن تو ہے لیکن اس پر عمل درآمد نہیں کیا جائے جس کی وجہ بڑی سدا ہے اور وہ یہ کہ جہر قلب ہیبت سے زیادہ آسان ہے۔ کسی چیز سے بے غلط کرنے اور اس کی قلب ہیبت کی بجائے اس کو پوشیدہ کرنا آسان ہے۔ کیونکہ آفریقہ کر محل کی مٹھوں اور سدا ہے۔ مراقباتی عمل کے مسلسل ذریعے۔۔۔۔۔ کی ممکن ہوتی ہے۔ لہذا ہم جنس کے داخلی جبر کو اختیار کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم جنس چلتے کہ جبر سے کچھ ختم نہیں ہو سکتا اس کے برعکس اس کو رد عمل سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ہم یہ بھی بھلا دیتے ہیں کہ جبر کی چیز کی کشش میں شدت بڑھ کر آتا ہے۔ جس لئے کو ہم دہاتے ہیں وہ ہمارے شعور کا مرکز بن جاتی ہے اور ہمارے تحت الشعور کی گہرائیوں میں ڈوب جاتی ہے۔ ہم بیداری کے عالم میں تو اس کو ہوا دیتے ہیں لیکن رات میں یہ ہمارے خوابوں میں کوند جاتی ہے۔ اندر یہ بے تابی سے انگار کرتی ہے کسی بیکان خیر موقع تک جبر کسی چیز سے آزادی دھانے کے لئے باطنی ہے اس کے برعکس اس کی جبری تحت الشعور میں گہری اثر جاتی ہیں اور ہمیں پھنس لیتی ہیں۔

جاوید محمد طور پر اور وقتوں سے جنسی فعل سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن انسان کوئی وقت اور کوئی حد اس معاملے میں خاطر میں نہیں لائے۔ انسان میل کے ہر پہل جنسی رہتا ہے۔ جاوڑوں کی دنیا میں کوئی ایک جاوڑ بھی اس نوع کا جنسی نہیں ہے۔ جن میں اس کا ایک مخصوص 'وقت' عرصہ۔۔۔۔۔ موسم ہوتا ہے۔ یہ موسم آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ اس کے بعد جاوڑ اس کے حلقہ دوبارہ بھی سوچتا بھی نہیں۔۔۔۔۔ لیکن 'زرا دیکھو تو سہی' انسان کے ساتھ کیا ہوتا ہے وہ شے جسے انسان دہانے اور کھینے کی سعی کرتا ہے وہ زندگی بھر فعل رہتی ہے۔ کیا تم نے کبھی مشاہدہ کیا ہے کہ جاوڑ ہر حالت میں اور ہر وقت جنسی نہیں ہوتے بلکہ انسان ہر جگہ اور ہر وقت جنس کی طرف مائل رہتا ہے۔ حیثیت اس کے داخلی میں کوئی رتی ہے۔ گویا حیثیت ہی زندگی میں سب کچھ ہے۔ آخر یہ بگڑی کس طرح ہونے لگتی ہے؟ چاہی کس طرح وقوع پذیر ہوتی ہے؟ اس کی صرف ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ انسان نے جنس کو 'شعور' کو دہانے کی انتہائی کوشش کی ہے اور اسی وجہ سے یہ پوری انسانی شخصیت میں پھٹ پڑی ہے۔ اور ذرا سوچ تو کسی کہ ہم نے اس کو دہانے کے لئے کیا کیا ہے؟ ہمیں ایک ذات 'آفریں' طرز عمل وضع کرنا چاہئے ہم جنس کی تعمیر کرتے۔ اس کو نکال دیتے ہیں۔ ہم چیتے ہیں کہ جنس گنہ ہے۔ ہم نے اعلان کر دیا ہے کہ جو لوگ جنس میں ملوث ہیں ان سے نفرت کی جانی چاہیے اور یہ کہ وہ قتل مذمت ہیں۔ ہم نے جبر کو جتنی صورت دینے کے لئے اس پر خوش نما ظلال چڑھا دیے ہیں۔ اس پر ہم یہ کہ ہمیں اور اک نہیں ہے کہ یہ کلاں دار اعزازات ہمارے پورے وجود کو مسموم کر دیں گے۔

فطرت نے ایک بڑا مسموم 'آفریں' بھلا کہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگرچہ مذہب نے جنس کو مسموم کر کے اسے قتل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن جنس قتل نہیں ہوتی ہے اور پوری طرح مسموم ہو کر بھی ابھی زندہ ہے۔ بھرتو یہ تھا کہ ہر جاتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ یہ مسموم ہے تاہم ابھی زندہ ہے۔۔۔۔۔ فطرت چوک گیا ہے۔ یہ جنس پرستی جو ہم مشاہدہ کرتے ہیں 'مسموم جنس' کا حتمی نتیجہ ہے۔ جنس شعور جاوڑوں میں بھی

موجود ہے کیونکہ جنس ہی تو زندگی کا سرچشمہ ہے لیکن جنسیت جانوروں میں نہیں ہوتی بلکہ صرف اور صرف انسان میں پائی جاتی ہے۔ کسی جانور کی آنکھوں میں ڈھونڈو جس میں ان میں شہوت جنس نہیں ملے گی۔ لیکن اگر تم انسان کی آنکھوں میں تلاش کرو تو جس میں ان میں جنس کی غلیظ شہوت کے سوا کچھ نہیں ملے گا اور چنانچہ آج ایک لحاظ سے جانور خوب صورت ہیں جبکہ "حیر کرنے والے" کی بددینی اور غرضت کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔

قدما جنسیت سے انسان کو آزادی دلانے کے لئے پہلے قدم کے طور پر جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے "انوکوں اور انوکوں کو جنس کے موضوع پر تعلیم دینی چاہیے۔ علم میں انسانی ہی سے ان کے درمیان بدافیت اور غیر فطری حاصل کم کیا جا سکتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان میں ایک دوسرے کے نزدیک تر لایا جانا چاہیے۔ ان کی ایک دوسرے سے علیحدگی غیر فطری ہے۔ آدمی اور عورت ایک ہو کر مختلف انواع میں داخل چکے ہیں۔ اس بظاہر علیحدگی کو دیکھتے ہوئے انسان نے غلطی بنا ڈالے یہاں تک کہ اب یہ ملے گئے مشکل ہو گیا ہے کہ وہ ایک ہی نوع سے یعنی نوع انسان سے حلق ہیں۔ اگر انوکوں اور انوکوں کو کھوں میں عریاں رہتے اور مرضی کے مطابق کرتے دیکھتے تو بڑے ہونے پر ان کے ذہنوں میں ابھرنے والے فحش اور غیر فطری جنس کا ابتداء ہی میں غائر ہو جاتے کہ ہم ابھی طرح جانتے ہیں کہ ایک دوسرے کے جسم کے حلق یہ لاطنی کس طرح سے بچوں کے اعتقاد جنس میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی مثال میں یہ امر دیکھنے کے مذہب انسانوں کے سب بچے "واکرز" واکر" کیلئے میں سختی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔

مزید تم جیون ہو گے اگر تم امریکی معاشرے کے ایک طبقے کی طرف سے شہوت کی مٹی نئی تحریک سے آگاہ ہو۔ جس میں شامل سب کے سب لوگ مذہبی ہیں۔ اس تحریک کا نصب العین یہ ہے کہ گائیں "جینسوں" کنوں "بلیں" گھونڈوں اور دوسرے جانوروں کو سڑکوں پر "بے پردہ" کرنے سے روکا جائے ان میں سڑکوں پر لائے جانے سے پہلے

لباس "پوشیا جانا چاہیے۔ اس میں جو حکمت مضمر ہے وہ یہ ہے کہ بچے "عریاں" جانوروں کو دیکھ کر "غراب" ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ کوئی بچہ کسی "عریاں" جانور کو دیکھ کر "غراب" ہو سکتا ہے اس تحریک کے چلانے والے ایک لوہا بھی بنا رہے ہیں "عریاں" جانوروں کو سڑکوں پر لائے سے روکا کرے گا۔

دیکھو! انسان کے حلقہ کے لئے کیا کچھ کیا جا رہا ہے! یہ حلقہ کتنے گہرا ہے جنوں نے درحقیقت انسان کو چھ کر دیا ہے۔ کیا تم نے بھی غور کیا ہے کہ جانور چاہے وہ "بے پردہ" ہی کیوں نہ ہوں "کس قدر جیون کن اور خوبصورت لگتے ہیں۔ اپنی "عریائی" کے باوجود وہ معصوم اور بھولے بھالے لگتے ہیں ایسا شفقہ طور ہی ہوا ہو گا کہ تم نے بھی کسی جانور کی "عریائیت" کے حلق سوچا ہو۔ تم اس وقت تک کسی جانور کی "عریائی" کا سوچ بھی نہیں سکتے جبکہ خود تمہارے اندر اس سے کس زیادہ "عریائی" نہیں ہے۔ مگر وہ لوگ جو خوفزدہ اور بزدل ہیں عریائیت سے اپنی خودی کی وجہ سے یہ سب کچھ کرنے کے لئے کوشش ہیں۔ انسان اس طرح کے "آسیر" "ایکلو" کرنے کے باعث دن بدن ٹوٹا چھوٹا اور ذلت کی پیمتوں میں گرنا چلا جا رہا ہے۔ انسان کو اس قدر ملوہ ہو جانا چاہیے کہ اسے عریاں اور بغیر کوئی لباس پہننے۔ معصوم اور خوشی سے معمور رہنا چاہیے۔ مدبر جیسا کوئی شخص ہے لباس ہو کر رہنے والوں کا لاکھ ہے۔ اسی طرح ہر شخص کو بے لباس جینے کی ذہنیت پیدا کرنی چاہیے۔ مذہبی لوگ کہتے ہیں کہ مدبر نے لباس کو بے کار جان کر اندر پھینکا تھا، کپڑوں کو ترک کر دیا تھا لیکن میں اس کی تردید کرتا ہوں۔ اس کا پڑا مینی ضمیر ایک بچے کی طرح بہت صاف بہت معصوم اور بہت ہی خاص تھا اور جس انسان کے پاس چھپانے کے لئے کچھ رہا ہی نہ ہو تو وہ عریاں ہو سکتا ہے "وہ عریاں ہو کر دنیا کا سامنا کرنے کو نکل سکتا ہے۔

انسان اس لئے خود کو چھپاتا ہے کہ اس کے اندر "کسی" نے کو پوشیدہ کرنے کا احساس موجود ہوتا ہے۔ لیکن جب چھپانے کو کوئی شے ہی نہ ہو تو کوئی شخص بے لباس بھی رہ سکتا ہے۔ ضرورت ایک ایسی سرزمین کی ہے جہاں ہر فرد اس قدر منہ

الغلا صاف ذہن اور ضمیر ہو کر وہ لباس کو بے کار سمجھ کر ترک کر دے۔ جرم کھلی ہو تا ہے؟ عریاں ہونے میں کیا غصہ نہیں ہے؟ یہ ایک الگ معاملہ ہے اگر لباس دوسری وجہات سے پہنا جاتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر محض عریاں کے خوف سے پہنا جاتا ہے تو یہ بڑی حقیر کی بات ہے۔ لباس کا عریاں کی دہشت کی وجہ سے پہنا جانا ایک نسبتاً بڑی عریاں کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ ایک اکوڑہ ذہن کا ثبوت ہے۔ لیکن آج لباس پہننے کے باوجود حیثیت قدسی کے اہل محسوس نہیں کرتے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اندر موجود عریاںیت کی اکوڑگی کو صاف نہیں کر سکتے۔ تہذیب، تمدن، ٹیچر کا پانی انسان کیڑوں کے اندر بھی نگہ رہتا ہے۔

آؤ خدا بھی کیا بچوں جیسا ہے! اس نے انسان کو لباس پہنا کرنا قضا دے دیے۔ ہر مہر میں اس سے یہ نتیجہ مت نکالنا کہ میں لباس پہننے کے خلاف ہوں۔ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ عریاں کے خوف سے لباس پہننے سے عریاںیت نہیں نہیں ہوتی بلکہ اور عریاں ہوتی ہے۔ عریاںیت کی جان کڑی عقل نفرت، غیر فطری اور اخلاقی جتنی ہے۔ اور یہ جانکاری طویل سنی روایتوں کا فیصلہ ہے۔ ایک شخص لباس کے باوجود عریاں ہو سکتا ہے اور ایک عریاں شخص لباس ہو سکتا ہے۔ عورتوں مردوں کے سکس جنٹ طبیعت دیکھنے کے باوجود کیا یہ ضروری ہے کہ اس شخص کی مزید وضاحت کی جائے؟ یہ عقل کا چرچہ مرنے کو دیکھنے اور دیکھنے میں غیر مطمئن ہونے کا نتیجہ ہے۔ اگر تو ہی اور عورتیں ایک دوسرے کے جسموں سے خوب شگافا ہوں تو لباس سوائے جسم کے تحفظ کے اور کوئی مقصد چرام نہیں کریں گے۔ لیکن اطعوس تو یہ ہے کہ آج کل لباس نہایت کو فیکشنل بننے کے لئے ڈیزائن کئے جاتے ہیں جب لباس لباس نہ رہ گیا ہو بلکہ جنس پرستی میں مملو ہو تو تہذیب انسانی کی حیل کھلی ہو سکتی ہے؟ فضا میں بچوں کو ایک مخصوص حرکت عریاں دیکھنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کیڑوں کی ضرورت کسی اور ہی وجہ سے ہے۔ عریاں لباس کی وجہ نہیں ہے۔

مزید یہ کہ عریاں کا قصور دراصل ایک داخلی رجحان ہے۔ ایک سادہ ذہن کے لئے ایک محسوس ذہن کے لئے عریاں ناقابل اعتراض ہے۔ بلکہ ایک خوب صورتی رکھتی ہے لیکن آج تک انسان کو محسوس کیا گیا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ رفتہ رفتہ ذہن زندگی کے ایک سے دوسرے سرے تک پھیل گیا ہے۔ نتیجہ کے طور پر ہمارے رجحانات غیر فطری ہو گئے ہیں۔ ہر جہت جڑنے والے مزید پیچیدگیوں کو جنم دے رہا ہے۔

ایک دفعہ جب میں نے بھارتیہ دنیا بھون آکیشنوریم بمبئی میں اس موضوع پر بات کی تو ایک عقلمند انہیں اور مجھ سے کئے گئے تکیس تکیس میں آپ پر سخت براہم ہوں۔ جس ایک بدنام زندہ موضوع ہے جس تو گنہ ہے۔ آپ نے اس موضوع پر اتنی تفصیل سے مکمل کر رکھو کیوں کی میں جس سے نفرت کرتی ہوں۔

اب تم خود نکالو "عقلمند جس سے نفرت کرتی ہے غلط ہے کہ ایک بڑی ہے" اس کا ایک غلط ہے اور اس کے بیٹے ٹیڈ بھی ہیں۔ وہ کیا کر اپنے غلط سے محبت کر سکتے ہیں جو اسے جس میں دیکھتا ہے یا وہ کیسے اپنے بچوں سے محبت کر سکتے ہیں جو جس کے عمل سے پیدا ہوتے ہیں؟ اس کا زندگی میں ایسا طرز عمل محسوس طرز عمل ہے۔ اس کی محبت بھی محسوس رہے گی۔ اور خود اور بیوی کے درمیان فیملی طور پر ایک گرمی مٹھ چھوڑ دے گی۔ ایک خدار پر وہ بچوں اور لی کے درمیان کھڑا ہو گا کیونکہ بچے جس ہی کا تو نہیں۔ اس کے اور اس کے غلط کے درمیان رشتہ گنہ اس میں ہے۔ جس سے شعور میں "ظلمت کا ابلو" (گٹ کیٹیکس) پیدا ہوا ہے اور کیا ہم اس سے واقف کر سکتے ہیں جس سے گنہ کا رشتہ ہو؟ کیا ہم گنہ سے ہم آہنگ ہو سکتے ہیں؟

جو لوگ جنس کو بدنام کرتے بھرتے ہیں انہوں نے ہر شخص کی انفرادی زندگی میں ظل اندازی کی ہے۔ تجلیت کے باوجود اس ظل زندگی کے رجحان نے انسان پر برے اثرات مرتب کئے ہیں۔ وہ شخص جو اپنے اور اپنی بیوی کے درمیان غیر ملکی حد بندی کا تجربہ کرتا ہو اپنی بیوی سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔ وہ طوائفوں کے ہاں جانے لگے گا اگر

اسے گھر میں کال تسکین حاصل ہو تو ساری دنیا کی عورتیں اسے مل اور بہن لگیں گی۔ لیانہ ہو تو ہر عورت میں اسے یہی نظر آئے گی جس سے وہ مہاشرت کی خواہش کرے گا۔ ایسا ہونا بالکل فطری ہے۔ ایسا ہونا ہی قہد اس کی وجہ ہے کہ اسے جہاں سہولت، مسرت اور سکون ورے میں ملتا چاہیے قہا وہاں اس نے زہر مگنہ اور کراہت پائی ہے۔ اس کی غیلامی ضرورتیں پوری نہیں ہوئیں اور وہ اس متحدہ کی محبت کے لئے جگہ جگہ بھگ رہا ہے۔ اگر ہم ان تمام نکات (ذرائع) کی فرست مانیں جو اس نے انکسار کئے ہیں تو ہم دیکھ رہ جائیں گے۔

انسان نے چاہل پلے میں لٹوٹ کی ہے۔ لیکن اس نے اس غیلامی فلاحی پر غور نہیں کیا۔ جو محبت کی محبت تھی، جو جنس کا تعلق تھا اسے مسوم کر دیا گیا ہے اور جب غلامی اور یہی کے مابین کٹھ کا ایک پختہ شور، زہر کا اثر، پھپھکاہٹ موجود ہو تو پھر یہ غلامانہ لہجہ زندگی کے ترغیب کو معطل کر کے رکھ دے گی۔ ورنہ جہاں تک میں سمجھا ہوں اسے غلامی اور یہی جنس کو غلامی خوشی کے شور کے ساتھ، ہا کسی لڑائی کے قبول کرنے کی مشق کو کوشش کریں تو اگر آج میں توکل ہوں کے تعلق کی قلب مہیت ہو گی، اس میں ترغیب دونا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آگے چل کر وہی یہی ایک مل کے روپ میں دونا ہو۔

میں نے سنا ہے کہ ایک وفد گاندھی جی اور ان کی پانی کے برابر کسٹر ہاگاندھی بھی ملان گئیں۔ انھوں نے استیجاب تحریک میں کس قسم کی خوش نصیبی ہے کہ گاندھی جی کی وفد نے یہاں قدم رنجہ فرمایا ہے، جو اس وقت ان کے ساتھ ہی شریف فرمایا ہیں۔ گاندھی جی کا سیکرٹری تخت جیروں ہوں۔ یہ اس کی لٹلی تھی، اسے چاہیے تھا کہ تختیوں سے تمام ارکان وفد کا چٹکی خداف کر دیا۔ محراب کیا ہو سکتا تھا گاندھی جی اس دور میں مانیک پر پہنچے تھے۔ سیکرٹری گاندھی جی سے ہانے والی کٹھ ڈانٹ ڈھٹ کے خیال سے ڈر سا گیا تھا وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ گاندھی جی اپنی یہی کو مل قرار دے جانے پر قہد "مراہٹ" میں ہوتے تھے۔

گاندھی جی تو فرما رہے تھے: "یہ میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ جس دوست نے میرا خداف کر دیا ہے وہ اپنی لٹلی کے ذریعے جہ بیان کر گئے ہیں۔ گذشتہ چند برسوں سے کسٹرا میری مل میں بھگی ہیں۔ کبھی وہ میری یہی ہوا کرتی تھیں لیکن اب وہ میری مل ہیں۔"

یہ جیسٹ موافق ہوتا ہے اگر ایک آدمی اور ایک یہی جنس تعلق پر غور فکر کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ وہ دوست بن سکتے ہیں اور جنس۔ شروت کی قلب مہیت میں ایک دوسرے کے معطل ثابت ہو سکتے ہیں۔ جو جنس کوئی میں یہی جنس کی قلب مہیت میں کامیاب ہو جائیں گے ان میں سے پہلا احساس تفکر پیدا ہوگا۔ لیکن فی الحال ان دونوں میں یہی انداز غور پر جنس کے لئے معاشرت پائی جاتی ہے۔ ان میں ایک اصل کٹھ کی پائی جاتی ہے نہ کہ ایک جادو کا دوسری۔ جب ایک دوسرے کی جنس خواہشات کی قلب مہیت کا وسیلہ بنیں گے تو گمراہ احساس تفکر پیدا ہوگا۔ جب وہ جنس انتشار سے ہلاتر ہو لہذا ہونے میں ایک دوسرے کے شریک بنیں گے تو ایک جہی دوسری کے گھاب کھلیں گے۔ اس روز آدمی عورت کے لئے سرلا احرام ہو گا کیونکہ اس نے جنس۔ شروت سے نہایت پانے میں اس کی معطلت کی ہو گی۔ اور اس روز عورت کے لئے معنویت سے معور ہو گی کہ آدمی نے جذبہ شروت سے آزاد ہونے میں اس سے ارچلہ کا مقام ہوا کیا ہے۔ اور اسی دن سے وہ شروت کی تجلیہ محبت کی جہی ہم آہنگی میں رہنے لگیں گے۔ یہ "تیا جیم" اس ستر کا نقطہ تھارت ہو گا جہاں غلامی یہی کے لئے خدا اور یہی غلامی کے لئے دلی بن جاتی ہے۔

لیکن اس امکان کو مسوم کر دیا گیا ہے۔ میں نے پہلے جیسٹ بتایا ہے کہ جنس کا مجھ سے پیدا ہوا تلاش کرنا دشوار ہے۔ مگر اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مجھے جنس کی خلاصت کرنی چاہیے۔ میں نے درست انداز میں لہذا ہونے کے لئے رہنمائی کے اوراک کے ساتھ کہا ہے کہ یہ واضح ہو سکے کہ شروت کی قلب مہیت کیسے ہو سکتی ہے۔ میں ان معطلی میں جنس کا دشمن ہوں کہ میں کوٹنے کی ہیرے میں قلب مہیت کا

حالی ہوں۔ میں جنس کی قہر بہیت کا خواہش مند ہوں۔ میں اس بارے میں سوچتا ہوں کہ جنس کی قہر بہیت کس طرح ہو سکتی ہے؟ اس کا طریقہ کار کیا ہے؟ میں نے سوچا کہ ایک نیا دروازہ ضرور کھلتا چاہیے۔ جنس بننے کے پیرا ہوتے ہی اس میں سرایت نہیں کر جاتی تاہم اس کا وقت ہے۔ جسم توانائی جمع کرے گا نئے خلقت حاصل کریں گے، جسم کی عمل نشوونما میں وقت لگے گا توانائی انسانی ہو گی اور پھر دروازے کو دھکیل کر کھول دے گی جو چودہ سال سے بند تھا اور یہ جنس کی دنیا سے تعارف ہو گا۔ جب جو دروازہ ایک وفد کھل جائے اس کے بعد کوئی نیا دروازہ حیاتیات کی قوت کی فطرت کے مطابق کھولنا مشکل ہوتا ہے کہ ساری حیاتیات۔ کھل توانائی۔ جس سمت برہنہ تھی ہے اسی سمت میں دھڑ رہتی ہے۔ جب گنگا ایک پار اپنی سمت تھیں کر رہی ہے تو اسی سمت میں بہتا جاری رکھتی ہے۔ یہ روز روز نئے راستے تلاش نہیں کرتی۔ البتہ ہر روز نیا پانی ضرور آتا ہے اور پرانی کی گزرگاہ میں بہتا چلا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح قوت حیات ایک گزرگاہ بناتی ہے اور پھر اسی گزرگاہ کو برقرار رکھتی ہے۔ اگر زندگی کو بحیثیت کے مرض سے صحت یاب کرنا ہے تو یہ بہت ضروری ہے کہ جنس کا دروازہ کھلے سے پھر ایک آغاز نو کیا جائے۔ یہ آغاز نو مراقبہ ہے۔

ہر نو عمر بچے کو مراقبے کی تعلیم اور عملی تربیت دی جانی چاہیے۔ جنس کے خلاف تعلیمات کو ختم ہونا چاہیے تعلیمات صرف اور محض مراقبے کے بارے میں ہونی چاہیے۔ یہ ہے ایک مثبت شروعات، ایک اعلیٰ آغاز۔ قوت حیات کو جنس اور مراقبے کے مابین فیصلہ کرنا ہے اور مراقبہ، میری رائے میں، جنس کا اعلیٰ ترین تھیل ہے۔

جنس کی طاقت نہ کہ بلکہ مراقبے کی تعلیم و تربیت کے ذریعے جنس اور مراقبے میں سے بہتر کا فرق واضح کرنا۔ جنسی تعلیمات کی لٹی کی باتیں تو عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو جنس کے وجود کے بارے میں تجسس کھڑی کی۔ یہ انتہائی خطرناک امر ہو گا۔ یہ بعد ازاں شہانتہ جنس کو بچ روئی کی طرف لے جائے گی۔ جب تک دروازے نہیں کھلتے توانائی محفوظ ہے۔ ابھی کوئی سامی دروازہ کھولا جا سکتا لیکن جنس مختلف نظریات کی

مسلح ہتکار جنس کے دروازے کو دھڑ دھڑا کر رکھ دے گی۔ ایک نرم اور چمک دار پودے کو کسی بھی سمت جھکیا جا سکتا ہے۔ یہ خود بھی جائز ہے۔ جبکہ جانے گا جب یہ بڑا ہوتا ہے تب ختم ہو جاتا ہے۔ تب اگر تم اسے جھکانے کی کوشش کرو گے تو یہ ٹوٹ جائے گا اسی طرح جنس کے معاملے میں ممکن ہے۔ ہاتھ عریض مراقبہ کے مقام تک رسائی بہت دشوار ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں کو مراقبہ کے طریقے سکھانا ایسا ہی ہے جیسے موسم گرما کے بعد بچ بولہ مراقبہ کا چھ نو جوانوں میں بڑا جا سکتا ہے۔ لیکن انسان زندگی کے اختتام کے قریب پہنچ کر مراقبے میں دل باندھی ظاہر کرتا ہے جب توانائی ختم ہو چکی ہے جب ترقی کے سب راستے دشوار ہو جاتے ہیں تو انسان مراقبے کی فکر کرتا ہے۔ تب وہ مراقبے اور بگا کے بارے میں معلومات انسانی کرتا پھرنا ہے۔ وہ اپنی اصلاح اس وقت چاہتا ہے جب سامنے میں اصل چکا ہوتا ہے۔ جب قہر بہیت دشوار ہوتی ہے جب انسان لب گور ہوتا ہے تب پوچھنا پھرنا ہے کہ مراقبے کے لئے کوئی ترکیب بتاؤ تاکہ جھلت ممکن ہو سکے۔ یہ عجیب امر ہے۔ یہ عمل باگل پن کی پتھری کرتا ہے۔ ہمارا پیار اس وقت تک ہے سکون ہی اسے گاہیب تک ہم ہر نو جوان میں مراقبے کے عقل ہاتھ نہیں کرتے۔ جن کی زندگی کی شہ ہو رہی ہے۔ جن کی سلا سے باہر ہے انھیں مراقبے کے بارے میں سکھانے کی کوشش کرنا ہے۔ اگر ایسا کرنے کی کوشش کی بھی جاتی ہے تو اس میں بہت زیادہ محنت لگے گی اور نتیجہ پھر بھی بہتر نہیں لگے گا کہ عمری میں اس مقصد کا حصول آسان تر ہے اور تب اس کے لئے زیادہ جدوجہد بھی نہیں کرنا پڑے گی۔

چنانچہ جنس کی قہر بہیت کی طرف پہلا قدم یہ ہے کہ نئے بچوں کو مراقبہ کروایا جائے انھیں پرسکون رہنے کی تربیت دی جائے انھیں کم علمی کی تعلیم دی جائے انھیں خاموش رہنے کی پدایت کی جائے انھیں غلط فہمی کی سطح پر ہی شعور دیا جائے اگرچہ انھوں نے نزدیک پہنچے پرسکون اور مطمئن ہوتے ہیں بشرطیکہ درست انداز میں فن کی تربیت کی جائے اگر انھیں روزانہ خود تھوڑی دیر کے لئے ہی سی

کم حقیقی اور عقل پہننے کی تعلیم دی جائے تو چند سال کے ہونے سے پہلے ہی ایک دروازہ کھل جائے گا جب جنس سرگھڑاتی ہے جب توانائی لہاب اور جھٹکے کو ہوتی ہے تو یہ پہلے سے کھلے دروازے ہی سے بہتا شروع کرتی ہے۔ وہ جنس کے تجربے سے بہت پہلے ہی سکون، سلامت، حسرت، عدم وقتی اور بے اگلی اور اک کر چکے ہوتے ہیں۔ یہی حقیقی آئینہ انہی توانائی نگارستانوں سے ضائع ہونے سے بچاتی ہے اور اس کا رخ راہِ راست کی طرف موڑتی ہے۔

حقیقی مراتب کی تعلیمات کی بجائے ہم بچوں کو جنس سے بچانے کے لئے غلط تعلیم دیتے ہیں کہ جنس گناہ ہے، جنس لیلیہ ہے، گناہ ہے، شر ہے، یہ جنم ہے۔ ہر سال لگائیں دینے سے صورتِ عادت تو تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ نتیجہ الٹ رونما ہوتا ہے، بچے اس جنم کے حقیقی اس غلط فہمی اس شر کے بارے میں جاننے میں زیادہ جتنیں ظاہر کرتے ہیں جنس کے بارے میں والدین اور اساتذہ مستحکم گمراہی اور خوف کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ اس جنس کی تسکین کے لئے اپنے ذہنوں میں الجھتے ہوئے سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کے لئے ہر جگہ ہر طرف غمخوار ہوتے ہیں۔ وہ اس سارے ہنگامے کو گھٹنے کے لئے بے قرار ہو جاتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں یہ جنس آخر کس نوع کا "دوست" ہے؟ اور توڑے ہی عرصے میں وہ جان جاتے ہیں کہ ان کے بڑے بذاتِ خود اسی معاملے میں شب و روز مشتعل ہیں جس کے بارے میں بچوں کے جاننے پر قد نہیں عام ہیں۔ اس حقیقت کو جاننے ہی جو بڑا تاثر بچوں پر مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ذہنوں سے والدین کے لئے تحریف کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہمیں ملتا جاتا ہے کہ جدید تعلیم والدین کے احکام میں بے انتہا کی کی ذمہ دار ہے اور حقیقت والدین ان دنیا کے بذاتِ خود ذمہ دار ہیں۔ بچے بہت جلد اس ہی ذائقے سے آشنا ہو جاتے ہیں کہ والدین اسی شے میں بری طرح گمراہ ہیں جس شے سے انہیں دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اس انکھی کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کا مشاہدہ بہت درست ہوا کرتا ہے۔ وہ جان جاتے ہیں کہ تساری تبلیغ اور تسلسل اہل ایک

دوسرے کے متضاد ہیں۔ قول و فعل میں فرق بہت نمایاں ہے۔ وہ گھر میں ہونے والے معاملوں کو توجہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ یہ انداز کرتے ہیں کہ باپ اور ماں جس کی طاقت کرتے ہیں گھر میں وہی کچھ ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ اس معاملے کو عمل طور پر سمجھ جاتے ہیں اور والدین کا احکام ترک کر دیتے ہیں۔ بچے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ والدین سچے ہیں۔

اور یاد رکھو! جو بچے والدین پر ایمان کو بیٹھیں ان میں خدا کا یقین کبھی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے والدین میں اور ان کے دینے دینے ہی خدا اور حقیقے کی پہلی ٹھک دیکھتے ہیں۔ وہ والدین کی راست روی سے ہی خدا کا پہلا شعور حاصل کرتے ہیں۔ چھوٹے بچوں میں احکام پیدا کرنے والے لوہین لوگ ان کے والدین ہوتے ہیں۔ اگر وہ ہی غیر حقیقی طاقت ہوں تو موت سے پہلے ان بچوں کو خدا کی طرف لانا مشکل ہوگا۔ چونکہ ان کی پہلی دیکھا ہی ان کو دھوکا دیتی ہیں۔ لہذا پہلی سمجھدہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کے والدین ناقص احکام طاقت ہوتے ہیں۔ دور حاضر کی نوجوان نسل خدا کے وجود کو نہیں باقی، نجات کے حقیر سے اور گناہ کی اصطلاح کو دھوکا دے کر غلط افراطی ہے۔

ایسا اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ تلاش و جستجو کے بعد اس شعور کو حاصل کرتے ہیں بلکہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ان کے والدین نے انہیں دھوکا دیا ہوتا ہے۔ اس طرح وہ پست ہو کر بدحوالہ ہو جاتے ہیں۔

بچوں میں والدین کی دھوکا دی سے پیدا ہونے والی اس نوع کی انکھی بچوں کی طرف سے حقیقت زندگی اور مرکز حیات یعنی جنس کے بارے میں گمراہ کن مظاہروں کے سبب سے پیدا ہوتی ہے۔ چھوٹوں پر ایسا اثری سے اس حقیقت کو مستحکم کرنا چاہیے کہ جنس زندگی کا جزو الٹیک ہے۔ ان کو بتایا جانا چاہیے کہ وہ جنس ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور جنس ان کی زندگیوں کا بھی جزو لازم ہے۔ اس انکشاف و آگاہی سے انہیں اپنے والدین کے رویوں کو درست جان کر جنس گھٹنے میں مدد ملے گی اور جب وہ بڑے ہو کر

زندگی کے تجربات سے گزریں گے تو اپنے والدین کی ایثار و اداری کا اور اک کر کے ان کے لئے سربا احرام بن جائیں گے۔ بچوں میں ایسی اور احرام پیدا ہوں گے تو ان کی بنیاد پر دینی زندگی استوار ہوگی۔

دور حاضر میں بچے اپنے والدین پر مافیہ فوق فیصل ہونے کا شہ کرتے ہیں۔ فزائی اور پرانی نسل کے بچےں سورہہ صلوات — نظریاتی یا غیر نظریاتی طور پر بچا ہے جس پر جبر کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ غلام بیوی سے برگشتہ ہے اور بچے والدین کے غلام ہو چکے ہیں۔ نہیں! ہمیں جس پر جبر مطلوب نہیں۔ جس کی وضاحت دور حاضر کی ضرورت ہے۔ جو خنی بچے پشور ہوں اور نہ جانے کے حتمی ہوں اسی وقت والدین کو چاہیے کہ وہ خوش گوار انداز میں زندگی کے اصولی حقائق ان پر مشکفہ کریں۔ لیساکم بچوں میں بچہ بندیدہ حد تک تشویش اور جنس پیدا ہونے سے پہلے کیا جانا چاہیے۔ انہیں اپنے جنس واضع کی تسکین کے لئے لہذا ذرائع اختیار کرنے سے پہلے کچھ کر دیا جانا چاہیے۔ ورنہ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے بچے جانا تو ضرور چاہیں گے مگر لہذا لوگوں سے بڑے محلات میں اور نقصان کو طریقوں سے۔ یہ طریقے نہ صرف ضرر دہی بلکہ تباہ کن ہوتے ہیں۔ ان کے نتائج انہیں اپنی ساری زندگی دکھ دیتے ہیں۔ لذت پہنچاتے ہیں اور انہماک کار والدین اور بچوں کے درمیان ایک گہلا آلود رازداری کی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے۔ والدین اپنے بچوں کی جنسی حیات کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور بچے والدین کی جنسی حیات سے ناواقف رہتے ہیں۔ یہ اجنبیت یہ لاشعری بہت خطرناک ہے۔ بچوں کو ضرور پشور جس کے بارے میں قدر کے ساتھ تعلیم دی جانی چاہئے۔ وہ تعلیم جو فی الحقیقت "جی تعلیم" ہے۔

دورِ سرا ہے کہ انہیں مراقبہ کی تعلیم دی جانی چاہیے۔ انہیں تعلیم دی جائے کہ ہر سکون کیسے رہتا چاہیے، مطمئن کیونکر رہا جاتا ہے، غلامی کسی طرح اختیار کی جاتی ہے، غلامی لادینی کے مقام تک رسائی کیسے ممکن ہے۔ بچے اس کو بہت ہی جلد سمجھ جائیں گے۔ تمام والدین کو بچوں کے لئے "غلامی اختیار" کرنے کا پروگرام شیڈول دیتا

چاہیے اور خود بھی اس پر عمل کرنا چاہیے۔ ہر گھر میں ایک گلمذہ "غلامی بیٹے" کے لئے مخصوص کر دیا جانا ضروری ہے۔ اگر ایک وقت کا گلمذہ نہ نکلیا جائے تو کوئی بات نہیں لیکن "غلامی کا گلمذہ" ضائع نہ کیا جائے۔ کسی "گلمذہ" کو اس وقت تک "غلام" نہ کہنا لگے جب تک وہاں "غلامی کا گلمذہ" نہیں نکلیا جاتا۔ بلکہ جی تو یہ ہے کہ وہ گلمذہ بھی نہیں کیا جاسکے۔

روزانہ "غلامی کا گلمذہ" تو قابلِ کلمہ ہے ایک لمبائی سوچ کا باعث بنے گا اور چودہ برس کی عمر میں یہ مراقبہ کا دروازہ کھول دے گا مراقبہ جس میں انسان "لحم و قش" کو "بے اعلیٰ" کو مس کرتا ہے اور جس کے ذریعے روح اور ربیع ترین خدا کی محبت پاتا ہے۔ جس کے تجربے سے پشوری ترغیب سے یہ باقاعدہ وصل جس کے پیچھے جنسوں کی طرح جھانکنے سے روکے گا اور قابلِ ایک ہمت، مہارک و مسود اور ہلاکار راستہ پائے گی۔ اور یہ تجویز کا پہلا شرط ہے۔ یہ جس سے جلاتر ہوتا ہے۔ اور یہی مراقبہ ہے! دورِ بانیوی اصولِ محبت ہے بچوں کو عمدہ عقلی ہی سے محبت کے اسباق پڑھائے جائے چاہئیں۔ ہمارا یہ خوف ہے بنیاد ہے کہ محبت کی تعلیم بچوں کو جس کی اصول تعلیم میں ملے جاتی ہے۔ جس کی تعلیم بچوں کو محبت کی طرف لے جاتی ہے جین محبت کے بارے میں تعلیم انسان کو کبھی جنیت کے خارزار میں نہیں گھسیٹتی۔ پہلی عمومی تعلیم سے مختلف ہے۔ جس کی قابلِ محبت میں وصل جاتی ہے اور درست تناسب سے کھائی جاتی ہے۔ ہر لوگ محبت سے معری ہیں وہ بہت زیادہ جس زدہ ہیں۔ وہ زیادہ جنیت زدہ ذہنیت رکھتے ہیں۔ محبت جتنی کم ہوتی ہے، نفرت اتنی بڑھتی ہے۔ زندگی میں جس قدر محبت کم ہوگی، اتنی ہی زندگی کینہ سے معمور ہوگی۔ جن لوگوں کے بچے محبت سے غفل ہوتے ہیں وہ خدا سے مجرم ہوتے ہوتے ہیں۔ محبت جس قدر کم ہوتی ہے، فساد ہی قدر زیادہ ہوتا ہے۔ جن لوگوں کی زندگی میں جتنی زیادہ پریکٹیکل "بنفشی" اور پست اسلمت ہوتے ہیں اتنی ہی زیادہ انسانی زندگیوں میں محبت کم ہوتی ہے۔

انسان بنتا زیادہ پریشانیوں، حسد، غور اور بھوت میں گمراہ ہو گا انکا ہی زیادہ اس کی
توانائیوں کمزور، بیمار اور عجز ہوں گی۔ وہ ہر وقت تھکا کا شکار رہے گا اور ان خام اور
گندے، گھٹیا اور پست جذبات کا اظہار صرف وہی شخص ہی کے ذریعے ہو تا ہے۔ گویا
بنتا انسان ان گھٹیا سطحی، پست اور غلیظ جذبات میں گمراہ گا انکا ہی وہ جنیت زدہ ہو
گا۔

اس کے برعکس محبت توانائیوں کی قلب بابت کرتی ہے۔ محبت خلاق ہوتی ہے۔
اس میں محمود نہیں روایتی ہوتی ہے۔ یہ دیوانہ رقی اور لعلگی کو مٹاتی ہے۔ اس سے جو
طہارت حاصل ہوتی ہے وہ جنس کے ذریعے حاصل ہونے والی طہارت سے کہیں زیادہ
میں قدر اور گرمی ہوتی ہے۔ جو شخص ایسی طہارت سے آشنا ہو کسی تہلیل کی تلاش
نہیں کرتا بالکل اس شخص کی طرح ہے جسے حاصل ہوں تو وہ چھوڑ کی تلاش نہیں
کرتا۔ لیکن جو شخص نفرت سے معمور ہو وہ بھی مطمئن نہیں ہو سکتا وہ ہمیشہ
بے چین رہتا اور چیزوں کو برباد کرتا ہے۔ بربادی بھی سرت "خیر" نہیں ہوتی۔ صرف
تخلیقیت ہی طہارت کی برسات کرتی ہے ایک حسد سے بھرا ہوا شخص مقابلے پر ہی
میں پڑ جاتا ہے لیکن اس سے اسے اطمینان بھی نصیب نہیں ہوتا کہ فیملی، شخص
دوسروں کو نقصان پہنچا کر ان سے آگے توکل جاتا ہے لیکن خوشی نقد دوسروں کو قاتلہ
پہنچا کر ہی حاصل ہو سکتی ہے "مجھنا جینی سے نہیں۔" مجھنا جینی اور دولت تنج کرنے
سے بھی اطمینان قلب حاصل نہیں ہو گا یہ نقد دینے سے۔۔۔ قاتلہ بخش تقسیم سے
۔۔۔ حاصل ہو سکتی ہے خواہشوں کی آگ میں جلے رہا شخص ایک حسد سے دوسرے کی
طرف بھاگتا رہتا ہے۔ وہ بھی جین سے نہیں منتقل۔ اس شخص کو وقار، درست حاصل
ہوتی ہے جو خلعت کے پیچھے خوار نہیں ہوتا بلکہ جو محبت کے لئے تنگ دود کرتا ہے اور
ہر کسی کے لئے ہر کس محبت پہنچا ہے۔ انسان بنتا زیادہ محبت سے معمور ہو گا اس کے
بلوں باطن میں "روح" میں "دل" میں انکی ہی طہارت مگر اطمینان "خوشی" اور کچھ پائے کا
خوشگوار احساس سوزن ہو گا ایسے آئندہ لوگ جنس کی طرف ذرا سامی نہیں دیکھتے۔

ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ جو طہارت درست وہ جنس سے حاصل کر سکتے تھے وہی
طہارت درست انھیں محبت سے مستحق "حاصل" ہو رہی ہے۔

انکا اصول یہ ہے کہ محبت سے معمور ہونے کے لئے جیہ۔ ہمیں محبت کی حمد و ثنا
کرتی چاہیے، محبت کے لئے خود کو وقف کر دینا چاہیے اور محبت میں جینا چاہیے۔
محبت انسان کو لائق بنا دیتی ہے محبت کے لئے وقف ہونے سے پوری شخصیت محبت
سے معمور ہو جاتی ہے۔ محبت "محبوب بننے" کی تعلیم ہے۔ ہم ایک بھر کو بھی دوست
کی طرح اٹھا سکتے ہیں اور ہم کسی دوست سے یوں بھی ہاتھ لاسکتے ہیں گویا وہ دشمن
ہو۔ کچھ لوگ بلوی چیزوں کو بھی محبت بھری اعتقاد سے سنبھالتے ہیں اور کچھ لوگ
انسانوں تک سے بے جان چیزوں کے جیسا بھرتو کرتے ہیں۔ ایک نفرت سے بھرے
ہوئے شخص کے لئے انسان ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے بے جان اشیاء لیکن محبت سے
معمور شخص بے جان چیزوں کو بھی بھوک زندہ کر دیتا ہے۔ اس نے بھوک کھینچے بھرتے
پھر انسان کیا "حق" بعد میری آنکھوں میں آنسو تھے ایک عالم سیاح ایک مشہور فقیر
سے ملے تھے۔ وہ آدمی کسی وجہ سے "شاید سفر کی غمی کی وجہ سے پریشان تھا اس نے
مجھے سے اپنے جوتوں کے تھے کھولے "جوتوں کو ایک کوئٹے میں پھینکا اور دروازے کو
نذر دار دنگے سے کھولا۔ ایک مختل شخص جوتوں سے ایسا سلوک کرتا ہے گویا وہی
اس کے دشمن ہیں اور دروازے کو اس طرح دھکیلا ہے گویا دروازے اور اس کے
درمیان عداوت ہو۔ اس شخص نے دروازے کو دھکا دے کر کھولا اندر داخل ہوا اور
فقیر کے حضور جھک کر سلام پیش کیا۔

فقیر نے کہا "نہیں۔۔۔ میں تمہاری عقیدت کو قبول نہیں کرتا۔ جاؤ پٹے دروازے
اور جوتوں سے معلق مانگو۔"

عالم سیاح نے حیرت کے ساتھ کہا "اے لائق احترام بزرگ! دروازے اور جوتوں سے
معلق مانگنے کا کیا مطلب؟ کیا یہ جائز ہیں؟"

فقیر نے جواب دیا "تم نے ان بے جان اشیاء پر غصہ ظاہر کرتے ہوئے تو ایسا نہیں سوجھا

چونکہ وہ اس کی ماں تھے اس لئے اس سے محبت کی جائے تو یہ مطالبہ غلط ہو گا کیونکہ جس محبت کے ساتھ "سیرت" اور "اس" کے "ریساں بدھ" ہوں وہ محبت کی اصطلاح کا غلط استعمال ہے۔ محبت اللاطنی ہونی چاہیے۔ بے غرض ہونی چاہیے۔ اسے تو جہالت میں نہیں پھیلنا چاہیے۔ اس کو کبھی "سیرت" میں تساری دیکھ بھل گئی ہوں "میں تساری پرورش کرتی ہوں" لہذا مجھ سے محبت کرو۔ "وہ" وجہ ظاہر کر رہی ہے۔ وجہ ظاہر کرنے سے محبت ختم ہو جاتی ہے۔ اگر مجبور کیا جائے تو ممکن ہے بچہ بچی کچھ افس ظاہر کر دے کیونکہ آخر کو وہ اس کی ماں ہے۔

"میں" محبت کی تعلیم دینے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ کسی وجہ یا مقصد کے لئے محبت ظاہر کی جائے بلکہ اس کا مقصد بچے کے لئے ایسا ماحول تخلیق کرنا ہے کہ وہ محبت سے سرگیاں سمور ہو۔ یہ ذہن نشین کر لیا جانا چاہیے کہ یہ بچے کی شخصیت کی نشوونما کا معطلہ ہے "اس" کے مستقبل کا معطلہ ہے "اس" کی خوشی کا معطلہ ہے کہ وہ جس کسی سے ملے اس کا محب بن جائے خواہ وہ چر ہو "انسان ہو" پھول ہو" جانور ہو" کچھ بھی ہو۔ غلط صرف یہ نہیں ہے کہ جانور سے یا پھول سے یا کسی سے یا کسی سے بھی محبت کرنے کے بجائے محبت ہے کہ محبت سے سمور ہوا جانے کہ اسی پر مستقبل کا انحصار ہے۔ انسانیت کے مستقبل کا خوشی کے پھینے کے ہمارا انسان کا انحصار اس پر ہے کہ تسارے اندر کس قدر محبت ہے یا کوئی بھی محبت کرنے والا شخص چہیت سے آزاد ہوتا ہے۔ لیکن ہم محبت مٹا نہیں کرتے "ہم محبت کے لئے ولولہ پیدا نہیں کرتے" یقیناً ہم بھی کھار قریب کرانے کے لئے محبت کے نام پر بہت لائق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کیا تم کسی ایسے آدمی کے متعلق سوچ سکتی ہو جو ایک انسان سے محبت کر رہا ہو اور ساتھ ہی کسی دوسرے انسان سے نفرت بھی کر رہا ہو؟ "میں" یہ نامکن ہے۔ ایک محبت کرنے والا شخص صرف محبت کرنے والا ہی ہوتا ہے "وہ" شخصیت کی پروا نہیں کر کہ ایک محبت کرنے والا انسان تھا بھی ہو تو محبت سے سمور ہو گا کیونکہ جب اس کی ذات "اس" کی نفرت ہے۔ اس کے چہارے ساتھ تعلق کی کوئی وجہ لازمی

قلم تم نے جوتوں کو یوں پھینکا تھا گویا میں جان ہے۔ گویا یہ کسی غلطی کے مرکب ہوئے ہیں۔ تم نے دروازے کو اس طرح کھولا گویا یہ تسارا دشمن ہے۔ نہیں "جب تم غصے کے وقت من کی ہستی کو تسلیم کر کے ہو تو اب انیس سے متعلق بھی مانگی چاہیے۔ بدلا مہیانی جولو اور اس سے متعلق طلب کرو ورنہ میں تم سے بات نہیں کروں گا۔"

سیاح نے سوچا جب وہ اپنی دور سے اس کو ان کے فقیر سے ملاقات کے لئے آیا ہے تو یہ امر مستحکم خیر ہے ایک فرقہ کی طرف سے بات چیت کو اتنے غیر اہم معاملے سے مشروط کر دیا جائے۔

اسے جوتوں کے پاس جلا اور کنا پڑا "دوست" میں اپنی گستاخی پر معذرت خواہ ہوں۔"

اس نے دروازے سے کھٹکھٹا جھانکا ہوں "اس طرح غصے میں دھکیلتا میری غلطی تھی۔"

یہ اس کے لئے جب وقت قلم۔

سیاح نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ اس کو شروع میں ایسا کرنا معقول خیر گا لیکن جب اس نے اپنا امتراف خطا مکمل کر لیا تو اس کے اندر ایک نئی صبح طلوع ہوئی۔ اسے بہت سکون "اطمینان اور طمانیت محسوس ہوئی۔ یہ اس کے تصور سے بھی بعید تھا کہ کوئی انسان دروازے اور جوتوں سے متعلق مانگ کر سکون "فصل" اور سرت پاسکا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مطلق مانگنے کے بعد وہ دوبارہ اندر گیا اور فقیر کے قریب بیٹھ گیا۔ فقیر بیٹھنے لگا اور بولنے "ہاں" اب ٹھیک ہے۔ اب تم آہنگ میں ہو۔ ہم کھٹکھٹ کر سکتے ہیں۔ جیسے ہی تم نے محبت کا مظاہرہ کیا تم پر بھل نہیں رہے۔ اب ہمارے درمیان پختی سہنہ قائم ہو سکتا ہے۔"

صرف انسانوں سے محبت کرنا ہی کامل ہونے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے محبت سے سرگیاں سمور ہونا لازمی ہے۔ یہ عقول درست نہیں ہے کہ "محبت تساری میں ہے۔" اگر کوئی باپ خود سے محبت کا اس لئے کہے کہ وہ باپ ہے تو یہ تعلیم غلط ہو گی۔ وہ محبت کے لئے وجہ ظاہر کر رہا ہے۔ اگر ایک ماں بچے سے کہے کہ

نہیں۔ ایک مختل تری تباہی ہو تو اشتعل میں ہوتا ہے۔ ایک نطرت سے بھرا ہوا آدمی تخیلی میں بھی نطرت ہی کر رہا ہوتا ہے۔ ایسے کسی آدمی کو جب وہ تھا ہو تو ایک نظر دیکھو، تم محسوس کرو گے کہ اگرچہ وہ کسی خاص شخص کو غصہ نہیں دکھا رہا تاہم وہ فحشے میں ہے۔ اس کا سارا وجود نطرت سے "فحشے سے چمک رہا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر تم کسی محبت سے معمور شخص کو دیکھو، خواہ وہ تباہی کیوں نہ ہو، تو تم محسوس کرو گے کہ وہ محبت سے چمک رہا ہے! پھول جنگل میں بھی کھینچے اور خوش بو بکھیرتے ہیں خواہ کوئی تعریف کرنے والا ہو یا نہ ہو خواہ کوئی دہلے سے گزرے یا نہیں! ایک پھول ہمیشہ اپنی داخلی خوشبو بکھیرا ہی رہتا ہے۔ خوشبو اس کی نطرت ہے۔ اس معاملے میں مت رہنا کہ پھول تمہارے لئے خوشبو بکھیرا ہے! ہماری ہستیاں کو محبت سے معمور ہونا چاہیے۔ اس کا انحصار اس پر نہیں ہونا چاہیے جس سے ہم محبت کرتے ہیں!

لیکن محبت کرنے والا محبت کے لئے واحد محبوب کی خواہش کرتا ہے، ہر کسی سے محبت نہیں کرتا۔ وہ کتا ہے، "محبت کا مطلب ہے صرف میرے لئے۔" وہ نہیں جانتا کہ جو سب سے محبت نہیں کر سکتا وہ ایک سے بھی محبت نہیں کر سکتا۔ پوری کتنی ہے کہ غلطی کو صرف اسی سے محبت کرنی چاہیے اور کسی دوسری عورت سے اس ظاہر نہیں کرتا چاہیے۔ وہ نہیں جانتی کہ ایسی محبت بھونپتی ہوئی ہے اور اس کی ذمہ دار وہ خود ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو غلطی ہر کسی سے محبت کے لئے ہمہ وقت معمور نہیں ہے وہ پوری کے لئے "محبت کرنے والا" ہو؟ محب ہونا زندگی کی نطرت ہے۔ یہ کسی کے لئے محبت سے معمور کسی کے لئے محبت سے عاری ہو، ممکن ہی نہیں ہے۔

لیکن انسانیت اس سلسلہ سے بچ کر دیکھنے کی اہل نہیں ہو سکتی۔ باپ ہمیشہ کتا ہے کہ بچہ اس سے محبت کرے لیکن کیا اس نے بھی کبھی کے بڑے غلام سے محبت کرنے کا اسے کہا؟ نہیں..... اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ غلام ہے۔ تو کیا وہ انسان نہیں ہے؟ ممکن ہے غلام پر زحما ہو لیکن وہ کسی کا باپ بھی تو ہو سکتا ہے۔ چونکہ وہ

ایک غلام ہے لہذا اس سے محبت کرنے کا اس کا لواب کرنے کا کوئی سوا ہی پیرا نہیں ہوتا۔ لیکن وہ باپ یہ نہیں جانتا کہ بچے کے پید ہونے پر وہ غلوہ کنش ہو گا کہ اس کا بیٹا اس سے محبت نہیں کرے۔ بچہ پرورش پا کر محبت سے معمور آدمی بن جاتا ہے لیکن کیا اسے سب سے محبت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے؟ ہر مرد کیسے اپنے بڑے باپ کا احترام کرے!

محبت کسی خلق کا ہم نہیں، یہ تو ایک ذہنی کیفیت ہے۔ یہ تو انسان کی شخصیت سنا ہے۔ لہذا محبت کی تعلیمات کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ سب سے محبت کرو۔ اگر کوئی بچہ ایک کتب تک کو درست طریقے سے نہیں سمجھتا تو اسے توجہ دلائی جانی چاہیے کہ کتب کو بخیر و درست طریقے سے رکھنا اس کی اپنی شخصیت کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس کو بخیر و ضرور کر دیا جانا چاہیے کہ اگر وہ کتب سے اس طرح کا برتاؤ کرے گا تو لوگ کیا کیا باتیں نہیں کریں گے۔ اگر تم اپنے کتے سے بھی سخت برتاؤ کرتے ہو تو یہ تمہاری شخصیت کی خالی صورت ہوتی ہے۔ یہ تمہارے وجود کے محبت سے غفلت ہونے کا ثبوت ہے۔ اور جو محبت سے معمور نہیں ہے وہ انسان ہی نہیں ہے۔

میں جنہیں ایک درویش کی کہانی سنا ہوں۔ وہ ایک جمہوریاتی میں رہتا تھا۔ دو مئی رات کا وقت تھا کہ سوسلاطہ بارش برسنے لگی۔ درویش اور اس کی بیوی اس وقت گرمی خیز سو رہے تھے۔ دروازے پر دھجک ہوئی۔ جن سے کوئی شخص نہ کہ طلب کار ہو۔ درویش نے اپنی بیوی کو بگایا اور بولا: "باہر کوئی ہے..... شاید کوئی مسافر" کوئی اجنبی دوست۔"

میرے عزیز! کیا تم نے غور کیا کہ درویش نے کہا: "کوئی اجنبی دوست۔" ہم ہیں کہ کسی آشنا کو بھی دوست نہیں مانتے۔ درویش کا رویہ محبت کا رویہ تھا۔

درویش نے کہا: "کوئی اجنبی دوست باہر انتظار کر رہا ہے۔ براہ مہربانی دروازہ کھول دو۔" اس کی بیوی نے کہا: "اندر چلے کھل ہے؟ یہ جمہوریاتی تو ہمارے لئے بھی نافذ ہے۔ ایک اور شخص کس طرح اس میں آتا ہے گا؟" درویش بولا: "میری جان! یہ کسی نواب

مرہٹی کر کے دروازہ کھول دو۔ ابھی ہم ذرا پرے پرے بیٹھے ہیں پھر ہم جڑ کر بیٹھ جائیں گے۔ سرد رات میں اس طرح نزدیک تر بیٹھنے سے حرارت بھی ملے گی۔"

دروازہ کھولنا پڑا۔ دونوں نو وارد اندر داخل ہوئے۔ وہ سب لکھنے بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ وقت گزرتا رہا بارش برستی رہی شب بیتی رہی۔ ایک گدھا آیا اور اس نے دروازے کو سر سے دھکیلا گدھا بارش میں بھیگ کر سردی سے طعمر رہا تھا اور رات بھر کے لئے پتہ کا احتیاطی قند فنیس نے فواروں میں سے ایک کو جو دروازے کے بائیں قریب بیٹھا تھا دروازہ کھولنے کا کلمہ کہہ دیا۔ دوست آئے ہیں۔"

اس قوی نے باہر بھاٹکا اور بولنا پڑا۔ پھر کوئی دوست دوست نہیں بلکہ ایک گدھا کھڑا ہے۔ دروازہ کھولنا ضروری نہیں۔"

درویش نے کلمہ شلیہ تم اس حقیقت سے ہے خبر ہو کہ امیہوں کے در پر انسانوں سے جانوروں جیسا برتاؤ کیا جاتا ہے یہ ایک مطلق درویش کی جمہوریت ہے اور ہم تو جانوروں سے بھی انسانوں جیسا سلوک کرنے کے عادی ہیں۔ براہِ مرہٹی دروازہ کھول دو۔"

وہ سب یک زبان ہو کر بول اٹھے۔ لیکن جبکہ کہیں ہے؟

درویش نے کلمہ دلی سے کلمہ کہہ دیا۔ ہم جہانے بیٹھے کے کمرے ہو سکتے ہیں یوں کھلی جگہ نکل آئے گی۔ گھر مت کرو اگر ضرورت پڑی تو میں گنجائش پیدا کرنے کے لئے باہر چلا جوں جگہ کیا محبت اتنا بھی نہیں کر سکتی؟

دل کو محبت سے معمور رکھنا ضروری ہے۔ محبت بھرا رویہ وہی ہوتا ہے جو ہم روا رکھتے ہیں۔ انسان میں انسانیت فقہ اس وقت جنم لیتی ہے جب اس کا دل محبت سے معمور ہو۔ ایک پرستِ طہارت جس کا جڑو لینٹنگ ہے کیا تم نے بھی توبہ کی کرتے۔ جب تم کسی سے ذرا سی سی محبت ظاہر کرتے ہو تو طہارت کی ایک لہر خوشی کی ایک موج تھلے تھلے مارتے دھو رہا چلائی ہے؟ کیا تم نے بھی محسوس کیا ہے کہ غیر مشروط محبت کے لذت میں سکون آئینہ طہارت کے لذت ہوتے ہیں؟ اور خاص محبت

کا کل نہیں ہے کہ چھوڑ دیا جائے گا۔ یہ ایک غریب کی جمہوریت ہے۔ نواب کا کل فقہ ایک مسلمان کے آنے سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔"

پہری نے کلمہ پڑھ کر امیر نور غریب کا مسئلہ درمیان میں کشی سے آگیا؟ ملو ہی حقیقت ہے کہ ایک جمہوری ہی جگہ ہے۔"

درویش بولنا پڑا کہ دل میں کشمکش ہو تو تمیں جمہوریت ہی عمل لگے گی۔ اور اگر دل ہی تنگ ہو تو نہ صرف کل چھوڑ دھکیل دینے لگتا ہے بلکہ جمہوریت تو بالکل ہی جمہوری محسوس ہونے لگتی ہے۔ مرہٹی کر کے دروازہ کھول دو۔ ہم اپنے در پر آنے والے کسی شخص کو کیونکر ٹھکرتے ہیں؟ اب تک ہم دونوں لینے رہے تھے۔ ہم تین ہو گئے تو لیٹ نہیں سکیں گے؟ تو کیا ہوا ہم بیٹھ تو سکتے ہیں۔ جمہوریت میں بیٹھنے کی کافی گنجائش ہے۔"

درویش کی پہری کو دروازہ کھولنا پڑا۔ دوست امیر آگیا۔ وہ بری طرح بیگہ ہوا قند قند اس کے کپڑے بدلائے گئے۔ پھر وہ اٹھ بیٹھ گئے اور کپ شپ کرنے لگے۔

اس درویش میں دروازہ پتھر کا دروازہ تو وہی بری گزری تھی کہ وہ اور انھیں نے دروازے پر دھک دی۔ درویش نے کلمہ پڑھا لگا ہے کہ کوئی اور پتھر کا دروازہ ملے آتا ہے۔ اس نے اپنے نئے دوست کو جو دروازے کے قریب بیٹھا تھا دروازہ کھولنے کا کلمہ وہ آدنی بولنا۔ دروازہ کیوں کھولا جائے؟ جب نہیں ہے۔ اس شخص نے نئے چند منٹ پہنچری اس جمہوریت میں پتھر کی قوی بھلاؤ کہ درویش کی محبت نے اس کے لئے۔ ابھی کے لئے گنجائش پیدا کی تھی بلکہ گنجائش تو اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ جمہوریت میں محبت تھی۔ جب جب نئے انھیں وارد ہوتے ہیں محبت فن کے لئے جبکہ ظالمی ہے۔ دوست بولنا۔ دروازہ کھولنا ضروری ہے؟ تم دیکھ نہیں رہے کہ میں کس وقت کے ساتھ گھٹنے جڑ کر بیٹھتا رہا ہے۔ درویش نے کلمہ پڑھا ابھی کیا میں نے تھلے لے کر نہیں نکالی تھی؟ میں اس لئے داخل ہونے کی اجازت ملی تھی کہ محبت پھل تھی اور محبت نواز رہی ہے۔۔۔ تھلے آجائے سے شرم نہیں ہو گئی۔

اسی وقت پہنچی ہے جب اس میں کسی شرک کی غلطی نہ کی گئی ہو۔ شرط محبت کوئی محبت نہیں ہوتی۔ کیا تم نے بھی گلی سے گزرنے والے کسی انبی کو بے ساختہ مسکراہٹ سے نواز کر اسودہ خاطر محسوس نہیں کی ہے؟ کیا اس کے مرہلہ سکون کی مبادی نے تمہاری مداح کو نہیں مسکایا؟ سکون آمیز خوشی کی اس لہری کوئی حد ہی نہیں ہوتی جو کسی گرتے ہوئے شخص کو سلا دینے سے یا کسی بیمار کو پھولوں کا قندہ دینے سے جس محسوس ہوتی ہے۔ کسی کو قندہ دینے کا صلہ سرت ہے اس میں رشتے اور تعلق کی کوئی قید نہیں۔

محبت کو اندر سے ابھرتا چاہیے۔ ایسی محبت جو پودوں سے ہو، انسانوں سے ہو، مخلوقوں سے ہو، پرندوں سے ہو، درود واقع چاند ستاروں سے ہو! محبت کو پیش پیش رہنا چاہیے۔ جتنی تمہارے اندر محبت باقی رہے گی اتنی ہی زندگی میں جنس کا امکان کم ہوتا جائے گا۔

محبت اور مراقبے سے دلچسپی رہتی ہے۔ محبت اور مراقبہ اکٹھے خدا سے وصل پاتے ہیں اور زندگی میں تجر کے پھول نکلتے ہیں۔ جب ساری قوت حیات ایک نئے وسیلے سے باہری حاصل کرتی ہے اور باہر کو محسوس ہوتی ہے۔ باہر کو پہننے کی وجہ سے ذوال پائے کی بجائے اندر ہی رہتے ہوئے عروج پاتی ہے۔ ایسا عروج جو جنت میں قیام کے حروف ہے۔ فی اللہ ہمارا سرپرست سچ کو ہے، ہنسی قابلِ نعت، فطرتِ شیب کو جنتی ہے۔ تجر قوت حیات کی لوج ستر ہے۔ اور محبت اور مراقبہ تجر کے حقیقی اجزائے ترکیبی ہیں۔

کل ہم تائیں گے کہ تجر سے کیا ملتا ہے۔ ہم اس سے کیا حاصل کرتے ہیں؟ ہم کن رشتوں تک پہنچ جاتے ہیں؟

فی اللہ میں جسیں دو چیزیں محبت اور مراقبے کے حلق بناتا ہوں۔ میں نے جسیں پہلے بتایا ہے کہ تربیت کو معدِ خلقی سے شروع کرنا چاہیے۔ تم اسے نہیں حاصل کر سکتے کیونکہ تم بچے نہیں ہو اور لب تمہارے ساتھ کچھ بھی نہیں ہو سکتا اس

صورتِ محلات میں میری شخصیتیں رائیگاں جائیں گی۔ خبر تمہاری عمر کچھ بھی کیوں نہ ہو یہ نیک کام کسی بھی دن شروع کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ عمر بچنے کے ساتھ یہ دشوار تر ہو جاتا ہے تاہم اس راستے پر تم سزا کا آغاز زندگی کے کسی بھی لمحے میں کر سکتے ہو۔ گوکہ بچپن میں اس کا آغاز کامیابی میں ملوان ہوتا ہے تاہم یہ بھی بہتر ہے کہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر تم اسے شروع کرو۔

ہم اسے آج ہی شروع کر سکتے ہیں۔ بڑے جو بچنے کے لئے مضامند ہیں اور ان میں بچنے کا رجحان ہے وہ بڑے ہونے کے باوجود بچے ہی ہیں۔ پس وہ نئے سرے سے آغاز کر سکتے ہیں۔ اگر وہ لاپرواہی نہ برتیں تو کچھ بھی سیکھ سکتے ہیں یا ان کی جو آرزو ہے پوری ہو سکتی ہے۔

مناجات بدھ کا ایک شاکر دہی برس سے ان سے فیض یاب ہوتا رہا ایک روز مناجات بدھ نے اس سے دریافت کیا "تمہاری عمر کیا ہے؟" شاکر دہی نے کہا "پانچ سال۔" مناجات بدھ نے حیران ہو کر پوچھا "پانچ سال؟" تم تو ستر سال کے بڑے دھمکی دیتے ہو۔ یہ کیا مذاق ہے؟" شاکر دہی نے جواب دیا میں نے ایسا اس لئے کہا ہے کہ مراقبے کی کن پانچ برس پہلے ہی مجھ میں داخل ہوئی تھی۔ گزشتہ پانچ برسوں سے محبت میری زندگی میں بادشاہ کی طرح برسرِ دی ہے۔ اس سے قبل میری زندگی ایسی تھی گویا میں غولوں میں جی رہا ہوں، وہ زندگی زندگی کی زندگی تھی۔ میں ان برسوں کو اپنی عمر میں شمار نہیں کرتا میں عیا کر بھی کیسے سیکھ ہوں؟ حقیقی زندگی کا آغاز تو ہوا ہی پانچ برس قبل ہے۔

لہذا میں نے کام کر میری عمر صرف پانچ سال ہے۔"

مناجات بدھ کو اس کی یہ بات اتنی پسند آئی کہ انہوں نے اپنے سارے شاکروں کو اس بات پر دھیان دینے، غور کرنے کی تلقین کی۔ تم سب کو اپنی عمر اسی طرح سے شمار کرنی ہوگی اور مذکورہ بالا معیار پر عمر کے شمار کا اگر محبت اور مراقبے سے اجوز جنم نہیں لیا تو تمہاری زندگی آج تک صرف دھنسل ملی میں گزری ہے۔ جاؤ تم یہ ای نہیں ہو سکتے تاہم کبھی اتنی دیر نہیں ہوگی کہ تم کو شش کا آغاز ہی نہ کر پائیں۔

ہمیں رتر حیات تک رسائی کی کوششیں کرنی چاہئیں اور یاد رکھو اس میں بھی دیر نہیں
 ہوئی۔ دوتی۔ خدا میری گھنگو سے یہ مت لفظ کر بیٹھا کہ چونکہ تم بچپن گزار آئے ہو اور
 میری باتیں صرف دھنسنے والی نسل کے لئے ہیں۔ کوئی شخص غلط راستے پر چل
 پڑے تو وہ کسی بھی وقت درست راستے کو پلٹ سکا ہے۔ کوئی شخص اس کا خود راستے
 نہیں ہوا کرنا کہ وہ حقیقی روشنی کو حاصل نہ کر سکا ہو۔ گمراہی اور گمراہی کے ساتھ
 روشنی کی طرف واپسی میں زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔ اس روشنی کی کرن۔ اس
 روشنی اس سچائی۔ کی محض ایک جھلک ہی ہمیں احساس دلا جاتی ہے کہ ہم زیادہ
 جدوجہد کئے بغیر بھی بہت کچھ پا سکتے ہیں۔ ہم نہایت معمولی مشقت سے احتمالی بیش قدر
 شے کو پا سکتے ہیں۔ پرلو مہمانی اس کو غلط ذوق سے مت دیکھنا۔ بس کی بھی
 تم سے عاجزان درخواست ہے۔

اے والد! گل صبیحہ والدہ

چرتقاہ

جنس: عظمیٰ جوہر

جان عزیز!

ایک کھلی سنو۔ ایک چھوٹی سی ہستی کے سکول میں استاد رہا کی کھلی پڑھا رہا تھا۔
 تقریباً تمام شاگرد اونگھ رہے تھے۔ راتوں کی قرات کے دوران میں اس طرح کا واقعہ
 کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے۔ بچے تو کیا بڑے بھی راتوں میں وقت اونگھ رہے ہوتے
 ہیں کیونکہ یہ کھلی بزاروں مرتبہ سنائے جانے کی وجہ سے اذیت کو بھگتی ہے۔ اس کا
 ہونکا ہونکا غرور کی میں بدل پڑا ہے۔ وہ استاد بھی اپنے سامنے ڈھری کتب کو ایک نظر
 دیکھے بغیر پڑھائی خود سے قرات کرتا چلا جا رہا تھا۔ کوئی باہر سے دیکھتا تو بچوں کے ساتھ
 استاد کو بھی اونگھتا ہوا محسوس کرتا۔ راتوں اسے ڈھائی یا تھقی اور وہ طوطے کی طرح
 سنائے چلا جا رہا تھا۔ اسے کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کیونکہ یہ ایک اگلی
 حقیقت ہے کہ ہر لوگ کوئی شے دیکھتے ہیں وہ اس کے مضمون سے نا آشنا ہی رہتے ہیں۔
 اچانک وہی مشق پھیل گئی۔ اسلپر کہ جماعت میں آگیا تھا۔ طلباء ہوشیار ہو گئے
 استاد بھی مستعد ہو کر پڑھانے لگا اسلپر نے کہا "جیس راتوں پڑھاتے دیکھ کر مجھے
 سرت ہوئی۔ میں رات کے حلق کچھ پڑھتا چلتا ہوں۔"

یہ سوچتے ہوئے کہ بچے باستانی توڑنے اور پھینکے کو یاد رکھتے ہیں اس نے سلاہ سا
 سوال پوچھا "سکھرا کی کہن کس نے توڑی تھی؟"

ایک لڑکا ہاتھ اٹھا کر تیزی سے کھڑا ہوتے ہوئے بولا "معلانی چلتا ہوں جنوب میں

نے اسے نہیں توڑا۔ میں تو چودہ دن سے چھٹی پر قند تھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کس نے اسے توڑا ہے۔ میں شروع ہی میں واضح کرنا چاہتا ہوں کیونکہ جب کبھی سکول میں کوئی حادثہ ہوتا ہے مجھے سب سے پہلے الزام دیا جاتا ہے۔

انسپکٹر کو کھانا بھی دیا کر پڑی۔ اس نے اسکو کی طرف دیکھا جو شکرہ کو پیچنے کے لئے بیہوشی دلا رہا تھا۔

اسکو نے کھانا بھیجی ہی محرم ہے۔ یہ سب سے زیادہ شرارتی ہے۔ اس کے ساتھ یہ وہ لڑکے کو ڈالتے ہوئے کئے کھانا کرتے تھے ایسا نہیں کیا تو پھر تم نے اٹھ کر اپنی مسئلہ کیوں پیش کی؟ اس نے انسپکٹر کو مشورہ دیا کہ وہ لڑکے کی جھٹی جھٹی باتوں میں نہ گرفتار نہ ہو۔

انسپکٹر نے سہا کر اسے کچھ کھانا ملنا دیا۔ وہ حرا اور کمرہ جماعت سے نکل آیا۔

انسپکٹر جیسے میں سیدھا ہیڈ ماسٹر کے دفتر گیا اور تحصیل سے سارا واقعہ اسے بتایا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہیڈ ماسٹر اس کے بارے میں کچھ کہے۔ ہیڈ ماسٹر نے انہیں اس کو زور دے کر کہا کہ انسپکٹر اس معاملے کو شپ کر دے کیونکہ ان دونوں طلباء کو کچھ کتنا خطرناک ہے۔ جو کچھ بھی فرقہ ہے جس کسی نے بھی توڑا ہے اس بات کو ہمیں قسم کر دیا جائے۔ وہ پہلے تک سکول میں کھلی بدامنی اور گڑبڑ تھی اب کچھ سکون ہوا ہے۔ اس سے پتہ چل گیا کہ زیادہ تر فرقہ باز لادروں توڑ دیں پھر ہمیں ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ آج کل طلباء کو کچھ کتنا سمجھت ہو۔ دعوت دینے کے خلاف ہے۔ کبھی بھی وقت وہ بڑبڑا دھرتا یا تھوم مرگ بموک بڑبڑا کر سکتے ہیں۔ کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا سوائے اس کے کہ جو کچھ بھی ہو اس پر نگہ رکھی جائے۔

انسپکٹر غنت حیران ہوا۔ وہ تو سن ہو کر رہ گیا۔ وہ سکول کھینچی کے چرچین سے ملتا اور تمام واقعے سے اسے سمجھ گیا۔ اس نے بتایا کہ کمرہ جماعت میں ریلوے پر حملی جاری تھی۔ ایک لڑکے نے سوال کے جواب میں بتایا کہ سکول کی کمان اس نے نہیں توڑی۔

اسکو کہتا ہے کہ یہی لڑکا ذمہ دار ہے۔ ہیڈ ماسٹر اس پر کہتا ہے کہ معاملے کو رفع دفع کر دیا جائے۔ خود ذمہ دار کوئی ہو۔ وہ بڑبڑا کے خوف میں جگا ہے۔ پھر معاملے کو انہماک تک پہنچانے کو فیوڈلشن منڈان قدم کہتا ہے۔ وہ فیوڈلشن منڈان قدم کہتا ہے۔

انسپکٹر نے ساری تحصیل سنا کر چرچین کی رائے چلی۔ چرچین نے کہا کہ ہیڈ ماسٹر کی پالیسی واقفانہ داخل منڈان ہے۔ اس نے مزید کہا کہ محرم طلب علم کو عکس میں کیا جائے اس نے جو کچھ بھی توڑا ہے کھینچی خود اس کی مرمت کروائے گی۔ مرمت کروانا ہی محرم ہے۔ بہ نسبت اس کی کمرہ کی جانے کے۔

انسپکٹر نے جو اس جرأت و عظمت و اہل امور حمل سے کراہت میں جگا تھا مجھے اپنا تجربہ بیان کیا۔ میں نے اسے کہا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کمان میں کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ یہ ایک عام انسانی کمزوری ہے کہ لوگ جس شے کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتے ہوں اسی کے متعلق جتنی بگڑاتے ہیں۔ کسی کو بھی یاد نہیں ہوتا کہ سکول کی کمان کس نے توڑی تھی۔ کیا ان کے لئے یہ محرم نہیں تھا کہ وہ پوچھ پچھ کر سکول کی کمان کس نے توڑی لیکن کوئی بھی اپنی لاپرواہی کا اعتراف کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کوئی شخص بھی ادا بدلہ نہیں ہے۔ انسانیت کی تاریخ میں یہی سب سے بڑی بد قسمتی رہی ہے۔ یہ ظالم خود کوئی طاقت ہوئی ہے۔ ہم یوں ظاہر کرتے ہیں کہ اسے کچھ جانتے ہیں۔ تمام مسئلوں کے متعلق ہمارے جواب دہیے ہوئے ہیں جیسے اس بچے 'اسکو' ہیڈ ماسٹر چرچین کے تھے۔ سوال کو صحیح طور پر سمجھے بغیر جواب دینے کی کوشش انسان کا اہل عقلی حادثہ ہے۔ یہ خود فریبی ہے۔ مزید یہ کہ اس معاملے سے بے اعتنائی کا رشتہ بھی موجود ہے۔ اگر ہم نہیں جانتے کہ سکول کی کمان کس نے توڑی ہے تو چاہئے ختم میں!

اس اعتقاد کو کمان والے مسئلے کے برعکس زندگی میں بہت سارے مسائل ہوتے ہیں جن کے درست حل پر ہی منحصر ہوتا ہے کہ زندگی محرم ہوگی یا خراب۔ ہم آہنگ ہوگی یا غیر ہم آہنگ نیز ترقی کا درست راستہ کونسا ہے؟ ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں سکول

کامل معلوم ہے۔ حالانکہ نتائجی سے ظاہر ہوا کرتا ہے کہ زندگی کے حلق ہمارا کتنے نظر کسی قدر درست تھا۔ ہم میں سے ہر ایک کی زندگی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم زندگی کے بارے میں کچھ بھی تو سمجھ نہیں دیکھتے ورنہ ہماری زندگیوں میں اتنی بے بسی اس قدر نہ ہوتی اور اتنا اضطراب نہ ہوتا۔

یہی کچھ میں جس کے حلق ہماری سمجھ کے حوالے سے کون سا کہ ہم اس کے حلق کچھ بھی تو نہیں جانتے۔ شاید تم اس بات سے اتفاق نہیں کرو گے۔ تم بحث کرتے ہوئے کہو گے: "یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہم روح یا خدا کے حلق کچھ نہ جانتے ہوں لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جس کے حلق کچھ بھی نہ جانتے ہو؟" ممکن ہے کہ تم دلیل دو کہ تم شادی شدہ ہو، تمہارے بچے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ تم جس کے حلق علم نہیں دیکھتے! میری بات سے اتفاق کرنا واقعتاً دشوار ہے۔ تم ضرور بعض تجربات سے گزرے ہو گے لیکن جس کے بارے میں اس سے زیادہ علم نہیں دیکھتے جتنا کہ جانور۔ کسی عمل سے میکا کی طور پر گزرتا اس کے علم کے لئے کافی نہیں ہو کر رہتا۔

ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی نے ہزاروں میل کار ڈرائیج کی ہو لیکن یہ لازمی نہیں کہ اسے انجین کے بارے میں کتنی بھی حاصل ہو، کار چلانے یا کار کے کام کرنے کے بارے میں علم ہو۔ ممکن ہے وہ میری بات کا یہ کہہ کر مذاق اڑائے کہ وہ ہزاروں میل کار چلا چکا ہے اور ہنوز چلاتا ہے، تاہم میں اسے یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ وہ کار کے حلق کچھ بھی نہیں جانتا میں دیرانے دیتا ہوں کہ کار ڈرائیج کر لینا ایک بات ہے اور کار کا بیکٹرم سمجھنا الگ معاملہ ہے۔

وہ کہے کہ وہ کبھی کے حلق سب کچھ جانتا ہے کیونکہ وہ جب چاہے سوچے دبا کر چلی کر دوش کر سکتا ہے یا بجھا سکتا ہے تو ہم اسے بے وقوف قرار دیں گے۔ کوئی بچہ بھی سوچے دبا کر چلی کر دوش کر سکتا ہے یا بجھا سکتا ہے۔ چلی کا علم اسے ہو یہ لازمی نہیں۔

شدی ہر کوئی کر سکتا ہے۔ بچے ہر کوئی پیدا کر سکتا ہے۔ اس سے تو جس کا علم حاصل نہیں ہو جائے۔ جانور بھی انفرانٹ نسل کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ جس کے حلق علم رکھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس کو سائنس انداز میں پڑھایا نہیں جاتا ہے۔ جس کے حلق کسی فلسفے یا سائنس میں اسی لئے نشوونما نہیں ہوتی کہ ہر شخص یقین رکھتا ہے کہ وہ جس کا علم رکھتا ہے۔ جس پر کسی سمجھ کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی۔ کسی کو بھی جس کی سائنس مطلوب نہیں۔ یہ انسانیت کی ممکن نشوونما ہے۔ جس روز ہم جس کا جامع معیار، سائنس یا کمال نظام تکمیل دینے پر قادر ہو گئے ہم ہی انسانیت کی تحقیق پر قادر ہو جائیں گے تب اس طرح کے مکروہ، بد صورت، لنگڑے لوگ انسان پیدا نہیں ہوا کریں گے۔ بیمار، کمزور اور سہاٹ انسان کا ارض پر دکھائی بھی نہیں دیں گے۔ موجودہ نسل کو جو مکروہ اور خطا کی پیداوار ہے، ہر ماہر بھٹا لازمی نہیں ہے۔

لیکن ہم اس امر سے واقف نہیں ہیں یا ہم تو فلسفہ سوچے آج تک کرنے کی عادت میں جتنا ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کبھی کا علم رکھتے ہیں۔ زندگی کے غلطے پر بھی انسان نہیں جانتا کہ جس کیسے؟ وہ صرف آج تک کہتا چلتا ہے اور جہ۔ ہم اس مطالعے میں کہ اس کے حلق سب کچھ علم رکھتے ہیں کبھی گمراہی میں نہیں گئے، باطن میں نہیں گئے، اس کی قدر و معنی کی کوشش کبھی نہیں کی یا اس میں دھیمان نہیں کیا۔ جب ہر شخص سب کچھ جانتا ہے موضوع پر غور و فکر کی ضرورت ہی کمال؟ اور اس کے ساتھ ہی میں جیسے جتنا جانتا ہوں کہ زندگی اور دنیا میں جس سے زیادہ گمراہ، گمراہ، گمراہ و موزور گمراہ موضوع کوئی نہیں ہے۔

ابھی حال ہی میں ہم نے جو ہر (الٹیم) دریافت کیا ہے اور دنیا میں حیرت ناک تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔ لیکن جب ہم جس کے جوہر کا کمالی علم پانے میں کامیاب ہو گئے تو انسانیت دانش کے ایک نئے دور میں داخل ہو جائے گی۔ یہ پیش گوئی کرنا دشوار ہے کہ جب ہم زندگی کی تحقیق اور عمل کی گمراہی باطن کے تو کس و معقول اور

رفعتوں کو پائیں گے۔ بہت ایک بات جتنی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ جنس کی توانائی جنس کا رویہ نہایت پر اسرار سمرا ہے جس قدر لیکن غریب ذہن موضوع ہے جس کے بارے میں ہم عمل نادر کیا میں ہیں۔ ہم نے بھی اس اہم عنصر پر توجہ نہیں دی۔ توی اختلاف کے عمل سے محض معمول سمجھ کر گزارا ہے۔ وہ یہ تک نہیں چلتا کہ یہ ہے کیا؟ میں نے جب اپنی پہلی بیٹک میں غلط پتا ہے اپنی اور غلط افلاک کے حلقہ کھنکھو کی حتیٰ تو کسی دوست حائر میں ہوئے تھے۔ ایک دوست نے میری دلیلی پر مجھے بتایا میں نے اس کے حلقہ بھی سوچا بھی نہیں۔ لیکن ایسا ہوتا ہے۔"

ایک قانون آئیں اور مجھے بتائے لکھیں۔ مجھے ایسا تجربہ بھی نہیں ہوا۔ جب آپ نے اس کے حلقہ کھنکھو کی تو میں نے یاد کیا کہ ذہن میں بھی ضرور اور طریت پیدا ہوئی ہو لیکن مجھے تو بھی کوئی ہے اپنی یا اور کوئی میت تجربہ نہیں ہوا۔"

ایسا ممکن ہے کہ بہت سوں نے یوں نہ سوچا ہو۔ آپسے کچھ گفت پر زیادہ تفصیل کے ساتھ کھنکھو ہو جائے۔

پہلے تو یہ کہ انسان کو اختلاف یا جنس کی سائنس کا کوئی پیش کی علم یہ انسانی طور پر نہیں ملتا ہوا۔ بہت کم لوگ ہیں جو گزشتہ کئی برسوں کے آثار پر دیکھتے ہیں۔ اختلاف کے فن، ہم انہی کے عمل یا پہلی اسرار کا عمل طم رکھتے ہیں۔ یہ وہ دو میں ہیں جو حقیقی تجربہ کے درپے کو پا سکتی ہیں۔ وہ محض جو اختلاف کی عمل سمجھتے، عمل مقام کا اور اک رکھتا ہے اس کے نزدیک جنس ہے مصرف ہو جاتی ہے۔ وہ اس سے کرر جاتا ہے۔ وہ اس سے ملتا ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسے لوگ اس کے حلقہ تفصیل سے کھنکھو نہیں کرتے۔ اور یہ روایت پنپ نہیں سکی کہ ان لوگوں سے جنس پر مہارت ہو جو اس سے ملتا ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو خاص تجربہ کا مقام پا چکے ہیں اپنے گزشتہ برسوں اور زندگیوں نے حلقہ بنا تو کچھ ہیں مگر بے اتنا کوششوں کے بعد۔ فقہ ایک کمال مجاہدی جنس اور اختلاف اور الوہیت کے حلقہ کمال جی کو متکشف کر سکتا ہے۔

ہوس پرست کسی غفلت کا اور اک نہیں کرتے اور لاعلمی کے سبب ہی سے ان کی زندگیوں موت تک جنیت میں غرق رہتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے چاروں میں اختلاف کا شیڈول ہوتا ہے۔ ان کا موسم ہوا کرتا ہے۔ وہ سو کا انتظار کرتے ہیں۔ لیکن انسان کا اس کے لئے کوئی وقت ضمیم نہیں ہے۔۔۔۔۔ کیوں؟ ممکن ہے چاروں انسان کی نسبت جنس کی زیادہ گرمی سطح رکھتا ہو چکے ہوں۔ وہ لوگ جنوں نے اس سطح پر تحقیق کی ہے جو گرمائی میں گئے ہیں جنوں نے زندگی کے بہت سے تجربات میں گمراہ زمین کیا ہے انہوں نے یہ اور اک سمجھا کیا ہے؟ یہ راہنا اصول تشکیل دیا ہے کہ اگر اختلاف ایک منہ کے لئے واقع ہو تو انسان اگلے دن دوبارہ اس کی خواہش کرے گا اگر یہ تین منہ تک برقرار رہے تو انسان اگلے ایک ہفتہ تک جنس کو یاد نہیں کرے گا اگر یہ سات منہ طویل ہو سکتا تو وہ جنس سے اتنا آزاد ہو جاتا کہ اگلے تین ہفتے تک اس میں خواہش ہی نہ ابرتی۔ لیکن اگر یہ تین ہفتے تک محدود ہو سکتے تو وہ بیٹھ کے لئے آزاد ہو جائے گا وہ دوبارہ اس کی خواہش نہیں کرے گا۔۔۔۔۔ لیکن عموماً انسان کے تجربہ کا عرصہ منہ بھر کا ہی ہوتا ہے۔ تین ہفتوں کا تو تصور کرنا بھی دشوار ہے۔ ہم میں یہ اصرار کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص اختلاف کی کیفیت۔۔۔۔۔ معلوم کو افضل کو تین ہفتوں تک برقرار رکھ سکتا ہے تو وہ اس کا ایک ہی فصل زندگی بھر کے لئے جنس سے بہت دلائے کے لئے کافی ہے۔ یہ اپنی طریت، ایسا تجربہ، اپنی سرت عطا کر جاتا ہے جو کہ واقعی ہوتی ہے۔ ایک کمال اختلاف کے بعد انسان کے لئے حقیقی تجربہ جسے حاصل میں کوئی رکھتے نہیں رہتی۔

زندگی بھر کے جنس تجربہ کے بعد بھی ہم اس اعلیٰ ترین الوہی مقام کے نزدیک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ مثلاً یہ یاد ہے کا سب کیا ہے؟۔۔۔۔۔ انسان کی عمر کو پہنچا ہے؟ زندگی کے اختتام کے قریب ترین آ جاتا ہے لیکن جنس کی شہوت سے دخول کی قننا سے بھی بہت نہیں پاتا کیوں؟۔۔۔۔۔ جواب یہ ہے کہ نہ تو وہ اٹھیں رکھتا ہے اور نہ ہی جنس کی سائنس کے حلقہ اسے بتایا جاتا ہے۔ وہ بھی روشنی رکھنے والوں سے اس

کے حلق مہلک کرتا ہے نہ اس پر بھی غور کرتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ ایک صنف کے تین نمونوں کے عرصے پر عید ہونے کے حلق جس میں یقین نہ آئے۔ میں جسیں چند مخصوص اور یاد رکھنے کے قابل نکات کے حلق بتلاں گے اگر تم ان پر توجہ دو تو تجھ کا مصلوہ سل تو ہو جائے گے سائنس جتنی تیز ہو کا دخول کا عرصہ اتنا ہی مختصر ہو گا اور سائنس جتنا بڑا ہو گا اتنا ہی زیادہ اس امر کا امکان ہو گا کہ جن علوم کی کا۔ شور اعلیٰ تک۔ رسائی کا راستہ بن جائے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے "جنس علمی" ہی سے انسان کو "بے اعلیٰ" اور "عدم واقعی" کا اور اک ہوتا ہے۔ سائنس دھیرے دھیرے لینا چاہیے۔ سائنس کی دھیرت سے جنس اور اک کی گہری سے گہری پر تین وا کر دے گی۔

یاد رکھنے کی ایک اور بات یہ ہے کہ فعل کے دوران میں توجہ آنکھوں کے درمیان ہونی چاہیے جو کہ "آئی پیکر" کا مقام ہے۔ اگر توجہ یہاں مرنکز ہو تو کلائیکس کی شدت اور وقت تین نمونوں تک بڑھایا جا سکتا ہے۔ اور اشتقاق کا ایسا عمل کسی شخص کی جڑیں تجوی کی علی میں کی کر دیتا ہے۔ نہ صرف اس زندگی کے لئے بلکہ آنند کی زندگی کے لئے بھی۔

ایک غبارن لکھت ہیں کہ دوبا ایک جڑ ہے اور کیا میرے خیال میں اس نے علمی کو تجربہ نہیں کیا وہ مگر کئی ہیں کہ میں بھی کواری ہوں۔ میں نے ثلثی نہیں کی تو کیا میں علمی کا تجربہ نہیں کر سکتی؟ اگر وہ غبارن یہ کتاب پڑھتی ہیں تو میں ان میں جڑا ہوتا ہوں کہ نہ تو میں "نہ دوبا اور نہ کوئی اور شخص بغیر حقیقی تجربے کے تجر کے مقام اور اہمیت کا ادراک نہیں کر سکتا وہ تجربہ جو ممکن ہے اس جنم میں ہو یا پچھلے جنم میں ہو۔ جو شخص اس جنم میں تجر حاصل کرتا ہے تو اس کا سبب صرف اور شخص کرشمہ جنم کا اشتقاق کا گرا تجربہ ہوتا ہے۔ "کہہ اور نہیں۔ یہ اس کی واحد توجہ۔ اگر ایک آدمی گذشتہ جنم میں جنس کا حقیقی تجربہ رکھتا ہے تو وہ اس زندگی میں جنس سے آزاد جنم لے گا جس اسے تصور میں بھی پریشان نہیں کرے گی۔ اس کے برعکس

وہ اس معاملے میں دو سروں کے دوسرے پر حیران ہو گا۔ وہ لوگوں کو جنس کے پیچھے پانگی دیکھ کر حیران ہو گا۔ اس معاملے سے ایک آدمی اور ایک عورت کے مابین فرق کے لئے خود پر زور دیتا ہے۔ گاہ اگر کوئی شخص تصور کرتا ہے کہ وہ پیچھے ہی میں بغیر کسی گذشتہ تجربے کے بخود ہو سکتا ہے تو وہ کچھ نہیں ہو سکتا سوائے ایک نیرائی کے جو لوگ جیسے تجر کے روگ لاپتے رہتے ہیں اس کی پابندی کا حکم دیتے ہیں وہ انسان کے اشتقاق کا سبب بنتے ہیں۔ اس سے اچھائی کمی برآمد نہیں ہو سکتی۔ تجر نافذ نہیں ہو سکتا یہ فطرتِ داخلی تجربے سے ابھرتا ہے۔ برہمچارہ یعنی تجر ایک شخصین کرے تجربے کا نتیجہ ہے اور وہ تجر جنس کا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف ایک مرتبہ کامل کشف حاصل کر لے تو وہ باقی سارے جنموں کے لئے جنس سے دہلیا جا جاتا ہے۔

اب تک میں نے اس کا مہیت کے دو عوامل پر بحث کی ہے۔ ایک یہ کہ سائنس لیتے دھیرے لیا جائے گویا سائنس لای میں گیا دوسرے یہ کہ توجہ کو "آئی پیکر" پر مرنکز کر دینی آنکھوں کے درمیانی مقام پر۔ یعنی زیادہ اصغری مرکز پر توجہ ہو گی اتنا ہی زیادہ اشتقاق حقیقی ہو گا اور عرصے کی طوالت کا سائنس کی آہستگی سے راست نہایت ہے۔ تم کو پہلی بار محسوس ہو گا کہ ذہن کی طرف توجہ صرف اشتقاق تک محدود نہیں۔ معاشی کشش تو علمی کی ہے۔ اگر ہم ان رفتوں تک بلند ہو سکتے ہیں "اگر ہم فوراً جلوہ کر سکتے ہیں تو اس سے دلا مستقبل روشن تر ہو جائے گی۔

ایک آدمی ایک بار سے بھرے ہوئے گندے فلتے حل کرے میں طویل عرصے سے پڑا ہے۔ کرے کی دوا ر فلتے اور سیل کے وجود سے لٹی ہوئی ہے۔ وہ الفتا ہے اور ایک کوئی کھولتا ہے۔ اب وہ آہن پر پتلا سونچ دیکھ سکتا ہے۔ وہ ہوا میں آزادانہ اڑتے ہوئے پرندے دیکھ سکتا ہے۔ اور وہ شخص جو وسیع آہن "سورج" چاند "اڑتے ہوئے پرندے دیکھ سکتا ہے۔ اور وہ شخص جو وسیع آہن "سورج" چاند "اڑتے پرندوں" بخورے درختوں اور خوشبو بکھیرے پھولوں سے واقف ہو وہ کسی گندے "خلیقہ اور تدریک کرے میں ایک لمبے بھی نہیں ضرر سکتا وہ کھلے میں بھاگ جائے گا ایک

تیری کو الوہیت کا جزو سمجھنا چاہیے اور مخلوق کا خدا کی طرح احرام ہونا چاہیے۔ تیری کو نصیحتیں "حد" پر بھی، مگر تیرے لئے اور کھودہ ذہن کے ساتھ جس تک رسائی نہیں پہنچا چاہیے۔ لیکن عمومی طرز عمل اس کے برعکس ہے کوئی شخص بتائے، دل فطرتی طور لوہی میں ہو گا کافی زیادہ جس کے لئے چاہئے۔

ایک خوش باش تیری جس کے لئے میں جاگد ایک فزودہ شخص جس کے لئے جاتا ہے کیونکہ وہ اس قسم سے نہایت کامیابوں راستہ سمجھتا ہے لیکن یاد رکھو کہ اگر تم "حق" "اشغال" "لامنت" "پرموگی" یا ذہن میں لوہی کے ساتھ اس تک رسائی پاتے ہو تو تم وہ طہارت و مسرت بھی نہیں پاسکو گے جس کے لئے تمہاری روح سرگیا پہنچتی ہے۔ میں نذر دے کر کہتا ہوں کہ جس تک صرف خوشی ہے، "حبت" سے معمور ہو کر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدایا ہو کہ رسائی پہنچا۔ صرف اسی وقت تم محسوس کرو گے کہ خدا مال خوشی "سکون اور فخر" سے لبریز ہے ایسا تیری جس میں ترغیب دلاتا ہے اس کا ایک بھر اور اوراک ٹولہ ایک بار ہی ہو جس سے بیشک کے لئے نہایت دلانے کے لئے کافی ہے۔ جس سے رکھت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ علمی کے حیلہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے دھم سے نمود پانے والا ہے اس درخت کی طرح خم زدہ ہو جاتا ہے جس کی جڑیں زمین سے اکھاڑ دی گئی ہوں۔ اس کا سارا وجود زمین سے جڑنے کے لئے فریاد کرتا ہے۔ زمین سے جڑے ہوئے وہ زندگی پاتا ہے "حیاتیات اور نشوونما پاتا ہے۔ جڑ سے اکھاڑنے کے بعد وہ وہابی کے لئے دہائی دیتا ہے کیونکہ اکھاڑنے کے بعد وہ زندگی سے کٹ جاتا ہے۔ ایک بچہ جب مٹی کی کوکھ سے باہر آتا ہے تو وہ اپنی دنیا سے "بہرہ" ہو جاتا ہے۔ اب اس جہنم باری اس شفیق سرخشنے سے دوبارہ اتصال کے لئے اس کی روح اور زندگی منسوب ہو جاتی ہے۔ اسی آرزو کو محبت کی پیاس کا نام دیا جاتا ہے۔ محبت کا یہ کونسا معنی ہوا؟ ہر شخص خواہش کرتا ہے محبت کے پاسی چلے گی، "چون دھارا" سے دوبارہ اتصال کی آرزو کرتا ہے اور اس اتصال کا حقیقی ترین تجربہ وہ جس میں عمل کی "حقیقت" میں "جغنی" میں "مود اور عورت کے ملاپ میں حاصل کرتا ہے۔

محسوس جس نے جس کا علمی کا جلوہ کیا ہو وہی اندر اور باہر اور آرزوی اور قید کا فرق سمجھتا ہے۔ لیکن ایک لحاظ سے ہم تنگ وادوں والی کو فخری میں پھنسا ہوتے ہیں جو تاریک اور گندی ہے اور یہ انتہائی لازمی ہے کہ باہر کی دنیا کے وجود کا اندازہ کیا جائے جس سے آدمی کو باہر کی طرف اڑان کی تحریک ملے۔ ہر شخص کوئی نہ کھوئے اور کونے میں آٹھیں بند کر کے کھڑا رہے اور کہے کہ وہ اندر سے گھر کو نہیں دیکھتا وہ صورت حال کو ذرا سادہی تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ بیشک گندے گہری میں رہے گا۔

ایک خود ساختہ مجھو بھی ایک عام آدمی ہی کی طرح جس کی کو فخری میں بند ہوتا ہے اس میں اور تم میں فرق ہی اتنا ہی ہے کہ وہ "آٹھ بند رہنا" پر عمل پیرا ہے اور تم "اشلوہ چشمی کے رہنا" پر۔ جو کچھ تم "ہسٹلی طور پر کرتے ہو وہی کچھ وہ ذاتی طور پر کرتا ہے۔ مزہ یہ کہ "ہسٹلی" اصل فخری ہوتے ہیں لیکن تبدیل تصورات کی رو سے۔ چنانچہ میں تم سے جس سے سعادت برستے نہیں بلکہ ضروری سے اسے کچھ کی کوشش کرنے پر اصرار کرتا ہوں۔ جس کو ایک مقدس رتبہ دوا

ہم نے وہ رہنما اصولوں پر بحث کی۔ تیسرا اہم اصول ہے "رسائی کا ارتقاء"۔ اختلافات کے وقت ہم خدا کے نزدیک تر ہوتے ہیں۔ وہیں خدا تخلیق کے عمل میں ہوتا ہے۔ ایک نئی زندگی کو جنم دیتا ہے فزادہ ذاتی رہنما ایسا ہونا چاہیے گویا تیری کسی سبب کرے کہ جا رہا ہو۔ کلاتھمکس میں ہم دفع و عظیم کے ہے بعد قریب ہوتے ہیں۔ ہم ایک اکبر ہیں جاتے ہیں ایک نئی زندگی وجود پاتی ہے۔ ہم اس کے بعد اٹھ جتے ہیں۔ کیسے؟۔۔۔۔۔ ہم اختلاف میں خالق کے ہے بعد قریب ہوتے ہیں اور اس کا سایہ خود ہمیں خالق دیتا ہے۔ اگر ہم جس تک خاص ذہن اور احساس قدس کے ساتھ رسائی پائیں تو خدا کی بصیرت سے متصف ہوتے ہیں۔ لیکن انوس ہم جس تک بڑی بے اشتغالی سے بلکہ خاموشی کے رہنا کے ساتھ "ایک لوی کے احساس کے ساتھ رسائی پاتے ہیں اور وہیں خالق کی موجودگی کو محسوس کرنے میں ناہم ہو جاتے ہیں۔ آدمی کو جس سے یوں قدس کا برہنہ کرنا چاہیے جیسے وہ معبود کو جانتے ہوئے کرتا ہے۔

یہ حقیقی اتصال کا اولین تجربہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے مرد اور عورت کا ملاپ گہری
مستحبت کا حامل ہے۔ وہ انسانوں کے ملاپ سے لافغان ہو جاتی ہے۔ وہ شخص جو اس
اتصال کا محبت کی اس آرزو کا پورا ایک ہونے کا حقیقی اور ایک پاتا ہے وہی اتصال کی
ایک دوسری قسم کا بھی اور ایک پاسکتا ہے۔

ایک ہی کی بھی وصل کرتا ہے۔ دماغ بھی وصل کرتا ہے۔ دل بھی وصل کرتا ہے۔
مراقبہ کرنے والا بھی وصل میں ہوتا ہے اور وہ شخص بھی اتصال کرتا ہے جو عقیدہ
نزدتِ لوا کرتا ہے۔ ایک شخص دوسرے شخص کی معرفت خود کو پہچانتا ہے۔ اس میں
جذب ہوتا ہے اور "واحد" ہو جاتا ہے۔ علمی میں ایک شخص ساری کائنات سے
وصل کرتا ہے اور اس سمیت واحد ہو جاتا ہے۔ جنس میں وہ انھیں کا وصل ہوتا ہے
جبکہ علمی میں ایک شخص پوری کائنات سے وصل کرتا اور کائنات کے سمیت واحد ہو
جاتا ہے۔ وہ انھیں کا وصل لگاتی ہوتا ہے جبکہ فرد اور کائنات کی یکسانی لگاتی ہوتی
ہے۔ وہ کوئی بھی وہ انھیں ہوں۔ لگتی ہوتے ہیں خدا ان کا وصل کیونکر لگاتی ہو سکتا
ہے۔ اور یہی توابہ ہے۔ محبت کی "آواز" لگتی کی سی تو کتب دماغی ہے۔ جس سے ہم مل
کر ایک ہوتا چلتے ہیں۔ کسی اس کے ساتھ لگتی وصل نہیں کر سکتے۔ ہم ایک لگے کے
لے ی سرست میں وصل کرتے ہیں لیکن ہر ہمیں طبع ہوتا پڑتا ہے۔ یہ طبعی لگت
وہ ہوتی ہے۔ چنانچہ محبت کرنے والے پیش ایک مسلسل کیفیتِ عالم میں رہتے ہیں۔

ایسا دکھائی دیتا ہے کہ شریکِ حیات اس الٹا دکھائی دیتی ہے۔ جس کے
رد عمل میں ہم نے کا آتش لگتی پھٹ پڑتا ہے۔ لیکن ایک عالم رائے دے گا کہ کوئی بھی
وہ شخص غیبی طور پر وہ مختلف شخصیتیں رکھتے ہیں۔ وہ عارضی طور پر ملنے کی کوشش
کرتے ہیں لیکن روحانی سطح پر پیشہ کے لئے ایک نہیں دو دیکھتے۔ اور اس ناقابلِ تسکین
چنبے سے وہ محبت کرنے والوں کے مابین ایک کشش ابھرتی ہے۔ تم اس کی حقیر
کرتے لگتے ہو جس سے کہ جسیں محبت ہوتی ہے ایک بھڑکے۔ ایک بھڑکا۔ اہمیت کا
ایک احساس۔ ایک غرت آہستہ آہستہ پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تم تصور کر لیتے ہو کہ

گویا وہ شخص جس سے تم یکجہلی چاہتے ہو رشتہ نہیں ہے چنانچہ ملاپ کمال نہیں ہوتا
ہے۔

لیکن ایک فرد کو اس عدم یکجہلی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ انسان ایک محدود
تلقین ہے اور ان کا اتصال بھی محدود ہی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی دماغی نہیں ہو سکتا۔ ابدی
یکجہلی صرف خدا (برائمن) کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ جو اختلاف کی لطافت و نزاکت
کا اور ایک رکھتے ہیں یہ تصور کر سکتے ہیں کہ اگر ایک فرد کے ساتھ لگاتی یکجہلی اس قدر
سعادت و مسرت عطا کر سکتی ہے تو "سہمی" کے ساتھ ملاپ سے کیا کچھ تصور پڑے نہیں
ہو سکتا۔ تم مسرت کی ان رفتوں کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہ نہایت عظیم انسان اور
اتصالِ لطیف ہوتی ہے۔ بیان سے بھرا۔ ایک ابدی سعادت

فرض کرو ہم ایک چراغ کے سامنے بیٹھے ہیں اور اس چراغ اور سورج کی روشنی
میں فرق تصور کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ یہ حقیقت ہے نتیجہ ہو گا۔ ایک چراغ تو
بست ی معمولی شے ہے اور سورج بہت بڑی شے ہے۔ ہماری ذہن سے تقریباً "ساتھ
ہزار کا پڑا ہے" اگرچہ یہ ہم سے کچھ دواں میل دور ہے۔ ہر بھی ہم کو غارت دیتا ہے
بلکہ ہمیں جھلسا دیتا ہے۔ ہم کیونکر سورج کے مقابلے میں چراغ کی روشنی کا فرق ملاحظہ
کرتے ہیں؟ ظہانی اعدا و دشمن کچھ بھی ہیں لیکن روایتی طور پر فرق کا حساب ممکن ہے
کیونکہ دونوں انسانی شعور کی دسترس میں ہیں۔ فرق کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن اختلاف
کی عارضی سرست اور علمی کی ابدی سعادت کے مابین فرق کا اندازہ لگانا بھی دشوار
ہے۔ وہ عارضی تھوڑی کثافت کا مضمی ملاپ لگاتی ہوتا ہے جبکہ "اتصال" سے اتصال میں کوئی
فرد اپنے آپ کو یوں محسوس کرتا ہے جیسے سمندر میں قہر۔ دونوں کے قتل کا کوئی ذریعہ
اس اتصال کی وسعت کی تلاش کی کوئی لگتی نہیں ہے۔

کوئی شخص جب اس سعادت سے محسوس کرتا ہے تو کیا وہ بعض یا اختلاف کی آرزو
کے گا؟ کیا کوئی اس عارضی سرست کے پار سے میں سوچے گا جب وہ ابدی سمندر کو پاتا
چکا ہو؟ اس "اتصال" کی ایک جھلک انسان کو وہ بصیرت عطا کرتی کہ ہوس کی خوشی اس

کے سامنے ہے معنی ہے 'پاگل پن' ہے۔ نیز موجود جذبہ بدل ہو جائے گا یہ تو ایک
 نکاح، تو ایسی کائنات اور غم کا سرچشمہ دکھائی دیتا ہے۔ جب یہ شعور طلوع ہوتا ہے تو
 ایک فرد جو کہ حیل کے راستے پر چلنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ علمی اور
 جنس کے درمیان ایک طویل راستہ۔ علمی حیل ہے جبکہ جنس پلا قدم ہے۔ میں یہ
 واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ پہلے قدم کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، جو پہلے
 قدم کو سرسری دیکھتے وہ دوسرے قدم تک نہیں پہنچ سکتے، ارتقا نہیں کر سکتے۔ پلا قدم
 شعور، علم اور آگہی کے ساتھ امتداد ضروری ہے۔ لیکن خیالوار رہو کہ یہ بذات خود کوئی
 انعام نہیں ہے، یہ تو آقا ہے۔ ہمیں ارتقا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ قدم اٹھانے
 ہوں گے۔

لیکن انسانیت کا سب سے بڑا ایسی ہی پلا قدم نہ اٹھانے کا رنلن ہے اور آرتھ
 کرتا ہے آخری قدم تک رسائی کی۔ انسان پہلے دینے کا حیر جاتا ہے اور عیڑی کے
 آخری دینے کو گرفت کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اسے چراغ کی روشنی کا تجربہ ہوتا
 نہیں اور سورج کی تابانی کا مدنی ہوتا ہے۔ یہ تو ممکن ہے۔

سورج کی روشنی کو گرفت کرنے کے لئے ہمیں ایک چھوٹے سے چراغ کی مدد
 روشنی کی حسین کنی چاہیے، جو بہت تھوڑی دیر جلتا ہے، اور ہوا کے زرم بھونگے
 سے بجھ جاتا ہے۔ پلا قدم درست طور پر اٹھانے سے آخری قدم کے لئے سورج تک
 پہنچنے کے لئے ایک 'آرتھ' ایک خواہش، ایک بے قراری ابھرتی ہے۔ ہلکی موسیقی کی
 موزوں حسین ادبی موسیقی کے لئے رونا دھنسنی ہے۔ مدھم مدھم روشنی کا تجربہ ہمیں لازمہ طور
 روشنی تک لے جاسکتا ہے۔ قہرے کا علم سمندر کے علم کا قافیہ خیر ہوتا ہے۔ ایک
 جو ہر کاظم ساری بخاری قوتوں کے اسرار مشکف کر سکتا ہے۔

فطرت نے ہمیں ایک نچا سا ہور۔۔۔ جنس کا ہور۔۔۔ عطا کیا ہے۔ لیکن ہم
 نے اسے نہیں پہچانا، ہم نے اسے عمل طور پر تسلیم نہیں کیا، لہذا اس لئے ہے کہ نہ
 تو ہم میں اس کے احرام کا جذبہ ہے نہ ہی اس کو سمجھنے، جاننے اور تجربہ کرنے کے لئے

اہل اذہن صاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس عمل کے اور اک سے دور ہیں جو ہمیں
 جنس سے علمی کی طرف لے جاسکتا ہے۔ خوشی انسان اس بارگاہی سرست کا احرام
 کسے گا وہ معاشرے کے اہل درجے میں داخل ہو جائے گا۔

آری اور عورت دو انگ انگ سرے ہیں، بجلی کے شبت اور حقیقی تعجب ہیں۔ ان
 دونوں کے درست طاپ سے ایک سرک عمل ہوتا ہے جو بجلی پیدا کرتا ہے، ایک ہم
 آہنگ موسیقی پیدا کرتا ہے۔ اس بجلی کی ایک براہ راست اکھیں ملن ہے، اگر ہر کسی
 کو عمل اور محبت خود پہنچنے کے ساتھ اشتقاقی ہیئت تک برقرار رہے۔ اگر یہ ایک
 سمجھنے تک محدود ہو تو ایک زیادہ خارج، بجلی کا ایک چارہ خود ابھرے گا۔ اگر ہر ایک کے
 جسم کا کرنٹ عمل طور پر محدود ہو جائے تو ہم تکنیکی میں روشنی کی ایک شاہراہ دیکھ سکتے
 ہیں۔ ایک جڑا جو اس معاشی کرنٹ کا ذاتی تجربہ کرتا ہے، زندگی کا ہر دور جڑ لے
 سکتا ہے۔

ہم اس سفر سے آشنا نہیں ہیں، ہمیں ایسی باتیں چھپ گئی ہیں کہ ہم اس
 میں چین نہیں دیکھتے جس کا ہم نے تجربہ نہیں کیا۔ یہ ادارے عمومی تجربے کی اہمیت سے
 بھرا ہے، اگر ہم اس تجربے سے دوچار نہیں ہوتے تو ہمیں سچا اور دوبارہ کوشش
 کرنی چاہیے۔ زندگی کو دوبارہ چاہیے، 'خصوصاً' جنس کا باب تو الف 'ب' سے چھٹا
 چاہیے۔ جنس کو سرست کا مصلح آکر نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے ہمیں ترغیب بخشنا
 چاہیے۔ یہ ایک یوگی کا عمل ہے۔ میں سچا ہوں کہ عیسیٰ یا ملوہ یا مہاتما بدھ کی
 پیدا انکی حلاوتی نہیں تھی۔ یہ دو انھیں کے کمال وصل کا اثر تھی۔ جتنا مقبوض وصل اتنا
 بحر شریعتنا سطحی طاپ اتنا برا شریعتنا انسانیت کا معیار پست سے پست تر ہوتا جاتا رہا
 ہے۔ لوگ اس کے لئے اخلاقی ذہن کو لازم دیتے ہیں، مگر لوگ اس کو پہلے حسین
 و مقدر عمدہ اختیار، 'اخلاقی' کے 'کے' اثرات قرار دیتے ہیں۔

یہ سب مفرطہ صحت اور بے حقیقت ہیں۔ یہ ذہن جنس سے نظری اور عملی
 طور پر بچنے کے رجحان کی وجہ سے ہوا ہے۔ جنس اپنا حقیقی نقوش کو چھپے ہے، 'پہلو' دوج

(رسولؐ) نے احساسِ تقدس کو داغ دار کر دیا ہے۔ یہ ایک میٹھا کی ڈراوٹے خواب میں بدل دی گئی ہے۔ اس رجحان سے تشدد ابھرتا ہے۔ یہ تلخ محبت کا تجربہ نہیں رہتی۔ یہ تلخ تقدس کی پرسکون ذریعہ نہیں رہتی۔ یہ ایک مراقباتی عمل نہیں رہی ہے۔ اس وجہ سے انسان تحتِ انہی میں گرتا چلا جا رہا ہے۔ جو کام ہم کرتے ہیں اس کے نتیجے کا انحصار اس ذاتی کیفیت پر ہوتا ہے جس کے ساتھ ہم وہ کام سرانجام دیتے ہیں۔ اگر کوئی مجسمہ ساز بنے میں مجسمے بنائے تو کیا تم توقع کرتے ہو کہ وہ فن کا خوب صورت نمونہ تخلیق کر سکا ہے؟ ایک رقصہ رقص کرتی ہے۔ اگر وہ کھجواں ہوئی، مختل یا فزوز ہو تو کیا تم اس سے شکار کا کرکڑی (پہاڑی) کی توقع کر سکتے ہو؟ اسی طرح جس تک ہماری لہریں جھانست رہی ہے۔ یہ ہماری زندگی کا سب سے زیادہ نظر انداز شدہ معاملہ ہے۔ کیا یہ ایک بہت بڑی غلطی نہیں ہے کہ وہ مقرر جس پر زندگی کی الہی تخلیق کو منحصر ہے وہی سب سے زیادہ نظر انداز ہوا ہے؟

مثلاً تم نہیں جاننے کا اعتقاد رکھتے ہو کہ درون میں کلا محسوس ایک ایسا مقام تخلیق کرنا ہے جہاں وہ روح پر آشوبہ اثرات پھرتی ہے اس میں طویل کر جاتی ہے۔ اس کے ذریعے ایک زندگی تخلیق ہوتی ہے۔ تم صرف حالات تخلیق کرتے ہو۔ ایک مخصوص روح کے لئے جب وہ صورت حال ہو لازمی قائمہ مند اور موزوں ہوتی ہے، عمل ہوتی ہے تو وہ روح جنم لیتی ہے۔ روح حالات کی کیفیت سے براہِ راست جنم لیتی ہے۔

بچے کی نشوونما اگر مجھے "انیت" اضطراب و دھیمو میں ہوتی ہے تو مطالب پیدا انہی کے ساتھ ہی اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ کامیاب محسوس ہو سکا ہے۔ روح اعلیٰ کی تخلیق کے لئے صورتِ حالات کو بھی کیفیاتی اعتبار سے اعلیٰ ہونا چاہیے۔ اس صورت میں بھی اعلیٰ روحیں پیدا ہو سکتی ہیں جو حسی طور پر انسانیت کا کامیاب نمونہ بنائیں گی۔ کیا وجہ ہے کہ میں یہ دلیل سے کہتا ہوں کہ جب انسان جنس کی سائنس اور فن سے محکم ہو گا تب وہ یکساں طور پر ہواؤں اور پودوں کو جنس کی عملِ تعلیم دینے کا اہل ہو گا۔ ہم ایسے حالات تخلیق کرنے کے قائل ہو جائیں گے جو ارواح اور نفس کا پرچم (انسان)

کمال) جنم دے سکیں گے۔ کیا ایسی نسل پیدا ہو سکتی ہے؟ کیا ایسی دنیا تخلیق ہو سکتی ہے؟

جب تک یوں نہیں ہوتا اس وقت تک کوئی ارتقاء نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں امن نہیں ہو سکتا۔ جنگوں سے بچا نہیں جا سکتا۔ فطرتِ لطیف رہے گی فطرت کا قطع نہیں ہو سکتا۔ برائیاں ختم نہیں ہو سکتیں۔ ہوس پرستی کو جڑ سے نہیں اکھاڑا جا سکتا۔ تاریکی کا نور نہیں ہو سکتی۔

تمام جدید تسمانیات اور ایجادات سے مدد لیتے ہوئے سیاست دان، مہربانیت دان اور مذہبی رہنما کو حشر کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ وہ کرتے رہے ہیں۔ جنگوں کو روکنا ہونے سے روکا نہیں جا سکتا۔ کچھ راحت میں بدل نہیں سکتا۔ تشدد اور حد نہ نہیں ہو سکتے۔ کوشش اس ہزار برسوں سے رسولؐ مسما اور رہنما جنگ سے بچنے، تشدد نہ کرنے اور فیصلے کا اعلان نہ کرنے کی تبلیغ کر رہے ہیں لیکن کوئی بھی نہیں سمجھتا اس کے برعکس ہم نے اس انسان کو مضطرب کر دیا جو مذہب کی تعلیم دیتا تھا، عدم تشدد کی تبلیغ کرتا تھا، جس نے روحانی راستہ ہمیں دکھایا تھا۔ گندمی جی نے میں عدم تشدد کا عمل کرنے، روح کی شہادت اور ہم آہنگی کی تعلیم دی اور ہم نے اس کا مسلہ گولوں کی صورت میں دیا۔ ہم نے اس کی خدمت کا احسان یوں اتار دیا۔

اس امر کی بھی تصدیق کی جا سکتی ہے کہ انسانیت کے سلسلے کا موجودہ مدار سے تغیر ناہم رہے ہیں۔ زندگی کی جن مثالی اقدار کی انھوں نے تبلیغ کی وہ بے اثر ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی عملی اکسیر پیش نہیں کر سکا۔ تمام اعلیٰ تعلیمات، تدریس ناہم ہو چکے ہیں۔ جو سب سے عظیم تھے، جو سب سے درخشندہ تھے وہ ناہم ہو چکے ہیں۔ وہ "تسے" تبلیغ کی اور چلے گئے لیکن کہ ارض پر انسان جوڑ تاریکی میں جھلک رہا ہے اور دوزخ میں پڑا ہے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہو گا کہ تعلیمات اور تبلیغ میں اس قدر مداخلت موجود ہے جتنے کہ عشت لول کچ سے سو بار بھی غیر حسی اثر استوار ہوتی ہے اور اس کی درستی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

ہوئے، رقص اور موسیقی میں پھولوں کی طرح گفت ہونے کے لئے مضطرب ہے۔ انسان کی روح صبح کے لئے تھک دے تب ہے، لیکن اسے اندھا کر دیا گیا ہے۔ وہ ایک منٹوں پتھر میں کھوکھ کے تیل کی طرح کھوے جا رہا ہے۔ اس منٹوں پتھر کو توڑنے اور صبح پانے کا لالہ نہیں رہا ہے۔

اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی صرف دو وجہ ہیں۔ اوہ یہ کہ تحقیق نو کا عمل لاپرواہی بنا دیا گیا ہے۔ یہ پاگل ہیں سے معمور ہے کیونکہ ہم جنس کو سادھی کارروازہ بنانے کے قتل نہیں ہو سکتے۔ جنس کا ایک ہوش مندانہ عمل سادھی کارروازہ کھول سکتا ہے۔ میں نے ان تین دنوں میں صرف چند عقائد کو واضح کیا ہے۔ انعام پر میں ایک نکتہ دہرائوں گا اور آج کی محکمہ عمل کر دوں گا۔

میں کہتا ہوں چاہتا ہوں جنہوں نے ہمیں زندگی کی سچائیوں سے بھٹکا ہے وہ انسانیت کے دشمن ہیں۔ جنہوں نے بتایا ہے کہ تم جنس یا مباشرت کی جزئیات نہیں جان سکتے، وہ انسان کے دشمن ہیں۔ انہوں نے ہمیں سوچنے، اظہار کرنے کی اہمیت نہیں دی۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم اس موضوع کی طرف اپنے رجحان کو ترقی دے سکتے؟ ایک شخص جو کہتا ہے کہ جنس کا مذہب سے کوئی ربط نہیں وہ عمل طور پر غلط ہے کیونکہ جنس کی قدامت ہی قلب انسانیت اور ترقی یافتہ صورت پانے کے بعد مذہب کی اہمیت میں داخل ہوتی ہے۔ قوت حیات کا تخریب انسان کو ان اہمیت میں پٹا دیتا ہے جن کے بارے میں ہم زیادہ جانتے ہیں۔ یہ اس دنیا میں پٹا دیتی ہے جہی موت نہیں ہے، فم نہیں ہے۔ جہی سوائے مسرت، غامض مسرت کے کچھ نہیں ہے۔

لیکن کون ایسی قدامت، ایسی قوت حیات کا حامل ہے جو اسے خوشی سے بھر پور اور سچ سے معمور شعور — مسرت، چت، آہستہ — کی اہمیت میں لے جا سکتی ہے۔ ہم اسے ضائع کرتے رہے ہیں۔ ہم ایسی باتوں کے پابند ہیں جن کے پینوں میں سوراخ ہیں۔ ہم ان باتوں کو کونہیں سے پلے کھانے کے لئے استعمال کرتے ہیں جبکہ کھینچنے کے دوران میں پلانی بر جاتا ہے۔ اس عمل کے دوران خلاصہ شور مچا ہوا ہے۔ وہ محسوس

کرتے ہیں پلانی لوہا رہا ہے لیکن سارا پلانی تو کھینچنے کے دوران میں ہی بر جاتا ہے اور انعام پر ہمارے ہاتھ غلط پلانی ہی لگتی ہے۔ ہم ان کشتیوں کی طرح ہیں جن کے پینوں میں سوراخ ہوتے ہیں۔ ہم کھس ڈوبنے کے لئے چھ چلاتے ہیں۔ ایسی کشتیوں کبھی دوسرے ساحل پر نہیں پہنچیں۔ سچ چھڑھا حصار میں ڈوبنا کشتیوں کا مقدر ہوتا ہے۔ یہ سوراخ جتنی قدامت کی جڑواں کھدائیوں اور انعام سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو لوگ عوامی تصویروں کی فرائض کرتے ہیں، جو لوگ فحش کتبیں لکھتے ہیں، جو لوگ جہانگیری تھیں جاتے ہیں وہ اس انعام کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ کھدائی کے ان طریقوں کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جنہوں نے جنس کی جانکاری کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی ہیں اور انہی لوگوں کی وجہ سے کئی تصویروں کی طلب پیدا ہوتی ہے، فحش کتبیں فروخت ہوتی ہیں، عوامی تھیں مٹاتی جاتی ہیں اور ہم گندے اور لاپرواہی نتائج مختلف صورتوں میں ہر روز دیکھتے ہیں۔ اس کے ذمہ داروں میں راہب اور زانیہ شامل ہیں۔ اگر کمری تھو دلائیں تو معلوم ہو گا کہ یہی لوگ فحش کے حقیقی ایڈورٹائزنگ ایجنٹ ہیں۔

ایک پھولنی ہی کھلی کے ساتھ میں اس کھٹکھو کو ختم کر دوں ایک پوری نزدیک ہستی کے چہرے میں صدمہ کرانے کے لئے جا رہا تھا وہ بدولت پہنچنے کے لئے جہی تیز رفتاری سے راستے سے کہ رہا تھا۔ جہازوں میں سے گزرتے ہوئے اس نے قریب کھڈ میں گرے ہوئے ایک زخمی آدمی کو دیکھا ایک چاقو اس کے سینے میں دھسا ہوا تھا اور خون بر رہا تھا۔ پوری نے اسے اٹھانے اور اس کی مرہم پٹی کرنے کا سہا پہل لیکن دوسرا خیال آیا کہ اس طرح اسے دھت و تھیل کے لئے چھ چھیننے میں تاخیر ہو جائے گی۔ اس روز اس نے دھت کے لئے جہت کا موضوع منتخب کیا تھا۔ دھت کے فتوے کے طور پر اس نے مینی کا مشہور مقالہ "جہت خدا ہے" چنا تھا۔ اس نے اس موضوع پر پہلی نظر کرنا چھی اس لئے تیزی سے راستے سے گزرتے ہوئے وہ اہم نکات ذہن میں دہراتا جا رہا تھا۔ اس لاش میں زخمی آدمی نے "تھیں کھول دیں اور چلاؤ" نگارہ میں جہاں ہوں کہ آپ جہت کے موضوع پر دھت کے لئے چھ جارہے ہیں۔ میں بھی دھت سننے چھ

رہا تھا مگر لیروں نے غمخونک پر کیسل پمپک دیا ہے۔ ہلو موٹی میری جان چٹا لیجئے۔
 "پادری نے بے دل سے یہ التجا سن لی اور کہہ "مجھے جلدی ہے میں نہیں رک سکے۔ میں
 گھاس سے تمہارے لئے ایلو بھجوا دوں گا۔" ڈی نے کہہ "ٹھیک ہے" تم بچو لیکن سنو
 اگر میں جی گیا تو لوگوں کو چٹاں گا کہ ایک آدمی سڑک کنارے مر رہا تھا اور اسے چٹانے
 کی بجائے تم محبت پر وقت کرنے چلے گئے۔ میں تمہیں بخوار کرتا ہوں کہ مجھے نظر انداز
 مت کرو۔"

یہ بات سن کر پادری تھوڑا خوفزدہ ہو گیا اس نے سوچا اگر یہ آدمی زندہ بچ جاتا
 ہے تو لوگوں سے واقعہ بیان کرتا ہے تو بہتی کے لوگ کیسے گے کہ پادری کے سب
 کے سب وقت ریاکارانہ ہوتے ہیں۔

پادری مرتے ہوئے آدمی کے لئے پریشان نہیں تھا بلکہ اسے لوگوں کی اپنے حقیقی
 رائے کا اور قند طوعا کہا "وہ کھد میں اترتا جب وہ اس کے قریب پہنچا تو اسے آدمی
 کا چہرہ واضح دکھائی دیا۔ وہ اسے کچھ شہسار لگا۔ اس نے پوچھا "بیٹا ایسا کتنا تیرے میں
 نہیں کیسے دیکھا ہے۔" ڈی نے کہہ "تم نے ضرور دیکھا ہو گا کہ میں شیطان ہوں اور
 پادریوں اور مذہبی رجحانوں سے میرا پرانا تعلق ہے۔ اگر میں تمہارا نہیں تو بھلا کس کا
 شہسار ہوں گا؟"

پادری نے چہچہ میں بھی شیطان کی تصویر دیکھ رکھی تھی لہذا وہ اسے خوب یاد
 رکھے ہوئے قند سو رہے کہ کہ رک گیا۔ میں نہیں نہیں بچاؤں گا۔ بڑی سی ہے کہ
 تم مر چکو۔ تم شیطان ہو۔ ہم جیسے تمہارے مرنے کی دعا کرتے ہیں اور یہ اچھا ہے کہ
 تم مردے ہو۔ مجھے نہیں چٹانے کی کوشش کیوں کرنی چاہیے؟ نہیں تو چھوڑا تک کہہ
 ہے میں جا رہا ہوں۔"

شیطان ہنسنے لگا اور بولا "سنو! جس دن میں مر گیا وہی دن تمہارے "کاروبار" کا
 بھی آخری دن ہو گا کہ تم تو میرے بغیر جی ہی نہیں سکتے۔ تم اس وقت تک ہو جب
 تک میں زندہ ہوں۔ میں تو تمہارے "پٹے" کی جڑ بنیوا ہوں۔ مجھے چھو کیونکہ اگر میں

مر گیا تو تمام پادری "راہب" طور سے جان بت بن جائیں گے۔ وہ سب عجیب ہو جائیں
 گے۔ ان کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔"

پادری نے اس بات پر سوچا اور محسوس کیا کہ یہ حقیقت ہے۔ اس نے فوراً سے
 پشور مرتے ہوئے آدمی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور کہہ "میرے پیارے شیطان! میں
 تمہیں فی الفور ہسپتال سے جا رہا ہوں۔ جلد ٹھیک ہو جاؤ اور خدا کے واسطے مت مرنو۔
 تم درست کہتے ہو کہ اگر تم مر گئے تو ہم لوگ "بے روزگار" ہو جائیں گے۔"

ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ پادری کی اس شیطان ہے۔ اور یہ کہ شیطان اہل
 کے پست پتلہ پادری ہوتے ہیں۔ شیطان تو جس کے اکتھال میں تخت مہوف ہے۔
 ہر راہب کے پس پر وہ جس کا اکتھال ہوتا ہے۔ ہم اس واقعہ کے پار دیکھ نہیں سکتے کہ
 پادری اس گریز کے پیش ہیں۔ پادریوں کے جس کی خدمت کرنے ہی سے تو جس
 روز بڑا زیادہ سے زیادہ پر کشش ہوتی جا رہی ہے۔ پادریوں کے جس کو مسلسل رسوا
 کرنے کی وجہ سے انسان زیادہ ہوس پرست ہوتا جا رہا ہے۔ پتا زیادہ پادری جس کی
 نیست و برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اتنا زیادہ ہے برا رسوا ہوتی جاتی ہے جس کو
 زیادہ ابھارتی ہے۔ اور انسان اس معاملے میں ہے بس ہو چکا ہے۔ بالکل جس کا تمام بن
 چکا ہے۔

اس سے ہی سے سخن آتی چاہیے۔ ہم لاطینی نہیں چاہتے ہیں۔ ہم طاقت ہے
 اور جس کا ہم زیادہ بڑی طاقت ہے۔ جس کے حقیقی لاطینی میں رہتا خطرناک ہے۔ یہ
 متن ہے کہ ہم چاہتے نہ پہنچ سکیں۔ اور چاہتے ہر پہنچنے کی ضرورت بھی کیا
 ہے؟ انسانیت چاہتے پہنچنے سے زیادہ قاعدہ نہیں اٹھا سکتی۔ اس طرح دنیا کا خاتمہ نہیں
 ہو جائے گا اگر ہمیں بحران اکیلی اس گمراہی کا علم نہ ہو جس سورج کی روشنی بھی نہیں
 پہنچ سکتی۔ ان سب مہلکات کے حصول سے انسانیت کو زیادہ قاعدہ نہیں ہونے والا۔ یہ
 بھی کوئی بہت زیادہ اہم نہیں کہ ہم نے اہم کو چھوڑا اور اس کی ذہنی کا ہر ماحول رہا
 ہے یا نہیں۔ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ پادریوں کے جس کو چھوڑا جائے اس

کا مکمل علم حاصل کیا جائے اس کو سمجھا جائے اور اس سے ملوڑا ہوا جائے مگر ایک نیا انسان کاسیالی سے تحقیق ہو سکے۔

میں نے گزشتہ چند صفحات میں کچھ باتیں کہی ہیں۔ اب میں دوسرے سوالات کے جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ جو سوال کیا گیا ہو اسے الٹا داری سے اور تحریری طور پر پیش کیا جانا چاہیے کیونکہ خدا اور روح کے حقائق پر پچھنے کا رجحان یہی درست نہیں ہو گا۔ یہ زندگی کا معاملہ ہے۔ ہج کو ہمیشہ دریافت کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں اس کے حقائق جاننے کے لئے صرف سچی 'الٹا داری' اصولی جنس کی ضرورت ہے اور بدھ متی ہے۔ ہم میں اسی کا فقدان ہے۔

پانچواں باب

مجاز سے حقیقت تک

جان مرزا

دوستوں نے بہت سے سوال پوچھے ہیں۔ ایک دوست نے پوچھا ہے کہ میں نے غصہ، شہوت کو موضوع غن کیوں منتخب کیا؟ میں اس امر کی ضرورت وضاحت کروں گا۔ ایک بڑی مارکیٹ ہے، تم چاہو تو اسے بھی مارکیٹ کہہ لو، وہاں ایک عوامی جلسہ ہوتا ہے۔ ایک ہندو ملک کبیر کے قلعے پر تقرر کر رہا ہے۔ وہ ایک دوا پڑھتا ہے اور پھر اس کی تشریح بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

کبیرا کھڑا بازار میں لئے کلونی ہاتھ جو گھر ہلے آنا چلے ہمارے ساتھ کبیر بازار کے وسط میں کھڑا ہے۔ وہ چھڑی بٹا رہا ہے اور لوگوں کو کہتا ہے کہ صرف وہ لوگ جو اپنے گھروں کو جلائے کا حوصلہ رکھتے ہوں، آئیں اور ہمارے ساتھ چلیں۔

میں نے دیکھا کہ لوگ اس کی دعوت سن کر خوش ہیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ لوگ جو کبیر کا یہ احمقی گمراہ پیغمبر اس سکون سے سن رہے ہیں ضرور اپنے گھروں کو بھی جی کی تلاش میں جلائے کی برات رکھتے ہوں گے۔ میں نے سوچا میں ایسے لوگوں سے دل کی گمراہیوں سے اور بے سلفانہ گفتگو کرتا ہوں۔ لیکن درحقیقت ان میں سے کوئی

بھی اپنا گھر چلائے یا ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اگر کبیر یہ جان پاتا تو رغبتہ خاطر ہو کہ ہم سب کبیر کے دوسرے شوق سے سنتے ہیں لیکن ہم میں سے کوئی بھی اس وقت خوشی محسوس نہ کرتا جب تین سو سال پہلے ان کو حقیق قتلہ میں خود اس فریب میں مبتلا ہوں جس نے کبیر اور مبینی کو سحر کر دیا قتلہ ہرمل انسان ایک حیرت انگیز جانور ہے۔ ایک طرف وہ مرے ہوؤں کی باتیں سن کر محفوظ ہوتا ہے اور دوسری طرف زندوں کو ہلاک کرنے کی دھمکیاں دیتا ہے۔

میں جج ہول کر حیران ہوا ہوں۔ جج کے بارے میں بات کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے وہ جمہوریت کے بنیاد حاکم کر دے جائیں جنہیں انسان جج تسلیم کئے ہوتے ہیں۔ بہت سے حکام جن کو ہم جج جان کر ان پر ایمان لائے ہیں وہ حقیقت جج نہیں ہیں۔ جب تک جمہوریت میں نہیں کر دیتے جاتے جی کہ جب ملامت بھی نہیں اٹھایا جاسکے۔ مجھے جیت کے بارے میں شکوک کرنے کے لئے کہا گیا قتلہ میں نے محسوس کیا کہ اگر جب تک ہم جن بشر اور شہوت کے حلقہ چھوٹا ملامتوں سے دامن نہیں چھڑا لیتے ملامت آمیز یقین بناتے ہو جائیں تو ہم جیت کے حلقہ کو کچھ نہیں کے اور انہیں چلتے گا جج قرار کس پاسے گا۔

جمہوریت کو دشمنی میں لانے کے لئے میں جن بشر اور شہوت پر چھڑاؤں میں شکوک کر چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ جن بشر کی توانائی کی غرض جمہوریت میں داخل کئی ہے۔ اگر ایک آدمی کھلو غریب ہے جو فی غرض ہر دار اور گندی ہوتی ہے اور اسے گھر کے نزدیک کئی میں ڈھیر کر دے تو کسی شخص کا نزدیک سے گزرتا بھی وہ ہر دار ہونے لگتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنے باغ میں بیٹوں پر کھلو ڈالتا ہے تو جج ہر دار ہون چڑھیں گے۔ پھوٹوں کے اور پودے بن جائیں گے جن پر پھول نکلیں گے اور ان کی خوشبو دور سے جاتے کی رائیخہ اس سے بڑھ کر ہوتی ہوگی۔ لیکن تم نے شکامی سوچا ہو گا کہ پھولوں کی خوشبو سوائے کھلو کی بدبو کے کچھ بھی نہیں۔ کھلو کی بدبو جج کے دینے سے بلند ہوتی اور پھولوں کی خوشبو بن گئی۔ بدبو خوشبو میں داخل کئی ہے جن بشر میں داخل کئی ہے۔ لیکن یہ

فصل جن بشر سے نکل کر آتا ہے وہ کیونکر جیت سے معذور ہو سکتا ہے؟ جو فصل جن بشر کا دشمن ہو وہ کیونکر اس کی قلب باہریت کر سکتا ہے؟ اسی لئے میں اس بات پر زور دیتا ہوں کہ جن بشر کو کھتا شہوت کی جانکاری حاصل کرنا انتہائی لازمی ہے۔ ہم میں نے ایک مینٹک میں بتایا کہ جن بشر کی قلب باہریت ضروری ہے میں نے سوچا کہ جو لوگ اپنے گھروں کو چلائے کا سن کر سمجھتا ہوتے ہیں وہ میری سادہ سمجھوں میں خوش ہوں گے انہوں میں غلطی پر قتلہ جب اس روز میں نے سمجھکر قسم کی تو مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ جتنے رہنما سچے تھے اور وہ دوست جنہوں نے مینٹک کا اہتمام کیا تھا سب کے سب متاب ہو چکے تھے۔ جب میں سچے سے انزاق ان میں سے کوئی دھمکی نہیں دیا۔ شکامی وہ اس ڈر سے گھروں کو چلے گئے کہ انہیں جلا نہ دیا جائے یا بہت ممکن ہے وہ اپنے گھروں کی آگ بجھانے کے لئے بھاگ پڑے ہوں مرکزی ہتھم بھی میرا شہریہ ادا کرنے کو وہی موجود نہ قتلہ وہی جتنے سفید پوش جتنے کھدی پوش تھے زیادہ دیر ڈانٹ پر نہ رہے۔ بیچکر عمل ہونے سے پہلے یہ وہ فرار ہو گئے تھے۔ یہ جو رہنما ہیں انہیں ایک بہت کمزور نوع ہیں۔ اور بیچکر نہ ہو گئے کسی کے ان کے پیچھے گئے سے پہلے وہ ڈر کر رہ گئے ہیں۔

لیکن کچھ حوصلہ مند لوگ ضرور آئے۔ کچھ خوش طبع مرد اور عورتیں کچھ بوڑھے کچھ جوان۔ ان سب نے کہا کہ میں نے انہیں وہ باتیں بتائی ہیں جو اب تک کسی نے بھی انہیں نہیں بتائی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کی تو آنکھیں کھلی گئی ہیں۔ وہ اپنے اندر زیادہ دشمنی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ یہ احساس محنویت قتلہ انہوں نے مجھ سے موضوع کی تخیل کی درخواست کی۔ وراثت دار لوگ زندوں کو سمجھنے کے لئے تیار تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ مجھے موضوع کو وضاحت سے بیان کرنا چاہیے۔ میری بیٹی واپس کی وجہات میں سے یہ ایک وجہ تھی۔ جو نمی میں بھون سے باہر ایک ایک بڑا مجمع قاتلا ہو گیا اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس پر مہار کبیر دینے لگا تب میں نے محسوس کیا کہ اگرچہ رہنما فرار ہو گئے ہیں تاہم لوگ

میرے ساتھ ہیں لہذا وہیں میں نے موضوع کو تفصیلاً بیان کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یوں میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا تھا۔

ایک نوروج یہ قسمی کہ جو لوگ قرار ہو گئے تھے انہوں نے لوگوں سے کتنا شروع کر دیا تھا کہ میں بھی قتل بائیں کر رہا ہوں ان سے مذہب چاہے جسے وہ کہتے پھرے تھے کہ میں ایسے معلومات زیر بحث لانا ہوں کہ جن سے لوگ لادین ہو جائیں گے لہذا میں نے سوچا کہ ان کو جواب دینے کے لئے بھی مجھے اپنے موقف ضرور واضح کرنا چاہیے۔ انہیں یہ بھی پتا چلنا چاہیے کہ جس پر ہمیں سن کر لوگ لادین نہیں ہو جائیں گے بلکہ اس کے برعکس لب تک وہ لادین رہے ہیں کیونکہ انہیں جس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ لاطمی تمہیں لادین مان سکتی ہے۔ علم تمہیں کبھی لادین نہیں بنائے گا۔ نور میں کتا ہوں اگر علم لدنیت کا سبب ہو سکتا ہے تو کبھی میں علم حق کو ترجیح دیتا ہوں۔ لیکن ہر کیف معلوم ہوا نہیں ہے۔ علم دین ہے اور لاطمی لدنیت ہے۔ جو مذہب علم کے نہ ہونے سے بچتا ہے وہ کسی طور مذہب نہیں ہے۔ وہ لدنیت ہے۔ اور اس سے جلد نیت ہی محض ہے۔ جو روشنی روشنی سے قلب کرے۔ وہ روشنی ہی نہیں ہوتی۔ وہ روشنی کے سوا جس میں تاریکی ہوتی ہے۔ روشنی عیش روشنی کو بلا دیتی ہے۔ علم عیش علم کو خوش آمدید کرتا ہے۔ اور یاد رکھو! دین کچھ نہیں سوائے تلاش علم کے۔۔۔۔۔ خاص نور کے شعور کا دو سر نام دین ہے۔

ضرور علم عیش لاطمی تاریکی ہوتی ہے۔ اگر انسانیت بے قدر ہو جائے، اگر عمل گہری وقوع پذیر ہو جائے، اگر شہوت کی وجہ سے انتشار پیدا ہو جائے، اگر جس کی وجہ سے انسان نورانی ہو جائے تو قصور ان کا نہیں ہے جو جس کے سوسن، سوچے اور دھیان دیتے ہیں، ذمہ دار تو اخلاقیات اور مذہب کے وہ راہنما اور مبلغ ہیں جو کوشش جہادوں برس سے انسان کو لاطمی کے لہوے میں لینے ہوئے ہیں۔ اگر یہ جہ کرنے والے راہنما نہ ہوتے تو انسانیت بہت عرصہ پھر جینیت سے نجات پائی ہوتی۔

بعض ایک معمول ہے لیکن جینیت کی انحراف کا سبب یہ گرد ہیں! اس رکوت پر

اس وقت تک طلب نہیں پلایا جاسکتا جب تک جس کے متعلق لاطمی موجود ہے۔ میں کسی بھی سطح حیات پر لاطمی کی عملیت نہیں کرتا۔ میں کسی بھی قیمت پر کچ کو خوش آمدید کہنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں۔

چنانچہ میں نے سوچا اگر کچ کی بھولی بھلی کرن لوگوں میں اتنا احتجاج پیدا سکتی ہے تو مذہب یہ ہے کہ روشنی کے عمل جڑھنے کو زیر بحث لایا جائے تاکہ یہ واضح ہو کہ علم انسان کو ڈھکیا مٹاتا ہے نہ کہ لادین۔ ان نیلاوں پر میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا۔ اس کے بغیر میں اس موضوع کے انتخاب کرنے پر مائل نہ ہو تا۔ اس زلزلے سے وہ لوگ میرے شکر کے مستحق ہیں جنہوں نے بلاواسطہ طور پر میرے لئے اس موضوع کے انتخاب کا موقع فراہم کیا جس پر میں نے سببیت چار پیکر پیش کئے ہیں۔ چنانچہ اگر تم اس موضوع کے لئے میرا شکر یہ لو کہ اسے کا سوچ رہے ہو تو یہ روایتی ایما سنت کو اس کے لئے تمہیں ان لوگوں کا ممنون ہونا چاہیے جنہوں نے میرے بارے میں غیر حقائق بائیں پھیلائی ہیں۔ انہوں نے ہی مجھے اس موضوع کا انتخاب کرنے پر مجبور کیا۔

اب موضوع کی طرف جاکھو۔ آتے ہیں سوال پر چھایا ہے کہ اگر محبت جس کی قلب سببیت ہے تو کیا ایک مل کی اپنے پیچے کے لئے محبت بھی جس کی وجہ سے ہوتی ہے؟ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اس سے ملے جلتے سوال پوچھے ہیں۔ ان کو کھانا ان کے جواب میں کرنا سب کے لئے دوسرے ہو گا۔

اگر تم وجہ سے سنتے رہے ہو تو تمہیں یاد ہو گا میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جس کے تجربے میں بڑی گرائیں ہوتی ہیں جہاں باہوم کوئی نہیں پہنچ پاتا۔ جس کی تین سسٹیں ہیں اور آج میں ان کے حقائق تمہیں کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے پہلی عام سطح ہے ایک شخص طوائف کے پاس جاتا ہے۔ جو تجربہ اسے وہاں حاصل ہوتا ہے وہ زیادہ گراؤ میں ہوتا صرف جہاں ہوتا ہے ایک طوائف جسم تو چھ سکتی ہے لیکن دل نہیں چھ سکتی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ روح کسی طور بھی فروخت نہیں ہو سکتی، ہم تو مل

کہتے ہیں جیسے زنا میں ملے ہیں۔ زنا میں دل کا مدح کا کوئی ملط نہیں ہوتا۔ زنا صرف جسمانی سطح پر کیا جاسکتا ہے لیکن مدح سے زنا کا کوئی طریقہ نہیں۔ زنا کا تجربہ جسمانی ہوتا ہے۔ جس کا ابتدائی تجربہ جسمانی سطح پر ہوتا ہے لیکن وہ لوگ جو اسی سطح پر قاصر جاتے ہیں وہ جس کا کامل تجربہ حاصل نہیں کر پاتے۔ وہ نوجوانوں سے متاثر رہتے ہیں جن کا میں ذکر کیا کرتا ہوں۔ آج لوگوں کی اکثریت جسمانی سطح پر ہی رک جاتی ہے۔ اس حوالے سے یہ تاثر ضروری ہے کہ ان لوگوں میں جہل شادیوں بغیر محبت کے ہوتی ہیں، جس جسمانی سطح پر جلد ہو جاتی ہے، یہ اس سے لوہے ترقی نہیں کر سکتی۔ ان کی شادیوں دو جہتوں کی شادیوں تو ہو سکتی ہیں دو مدحوں کی نہیں۔ لیکن محبت تو فقط دو مدحوں کے درمیان ہی ہو سکتی ہے۔ شادیوں زیادہ گہری معنویت حاصل کر سکتی ہیں اگر محبت کے لئے ہوں۔ دوسری طرف اگر شادیوں پڑھوں اور نوجوانوں کے حیلہ کتاب کی دسملت سے ہوں یا ذلت پات اور حیلے کو نہ نظر رکھ کر ہوں یا پیسے کے لئے ہوں تو جسمانی سطح سے زیادہ گہرائی میں نہیں جاسکتیں۔

اس سلسلہ کا ایک کام ضرور ہے، وہ ان مشقوں میں کہ جسم ذہن سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ چنانچہ اس معاشرے میں جس میں جسم شادی کی بنیاد ہوتا ہے، شادی کا نظام زیادہ مضبوط ہو گا۔ یہ تدبیر رہے گا کیونکہ جسم کوئی غیر مضبوط شے نہیں ہے۔ جسم ایک تقریباً مستقل مائل ہے۔ اس میں ہونے والی تبدیلی اس قدر آہستہ ہوتی ہے کہ بشکل محسوس کی جاسکتی ہے۔ جسم مستقل ہوتا ہے اور وہ معاشرے جو شادی کے لوازم کو مضبوط رکھنا ضروری سمجھتے ہیں وہیں ایک زندگی کی پابندی کی جاتی ہے، تبدیلی کا کوئی امکان نہیں چھوڑا جائیگا۔ محبت کو موقوف کرنا پڑتا ہے، انہیں محبت کو ترک کرنا پڑتا ہے کیونکہ محبت کا نظام دل سے اور دل جسم کی طرح مضبوط نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس ان معاشرہوں میں حلقہ بگڑے ہوئی جہل محبت شادی کی اساس ہوتی ہے۔ ان معاشرہوں میں شادیوں چارپائے ہوں گی۔ چونکہ محبت تعمیر پذیر ہوتی ہے اور شادی مضبوط نہیں ہو سکتی۔ دل سبب صفت ہے اور جسم مستقل ہے، مضبوط

ہے۔ فرض کرو تھوڑے آگہن میں چڑھا ہو، یہ شام کو بھی وہیں ہو گا جہاں صبح کو پڑا ہوا تھا۔ اس کے برعکس پھول صبح کے وقت کھلتا ہے مگر شام کو مٹتا کر بھڑ جاتا ہے۔ چتر ایک ہے جان شے ہے جو کچھ ہے صبح کو قادی یہ شام کو بھی ہو گا۔ جو شادیوں جسمانی سطح پر ہوتی ہیں وہ مضبوط ہوتی ہیں لیکن چتروں سے مختلف نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ معاشرے کے لئے قواعد منہ ہے لیکن فرد کے لئے معنویت دہل ہے۔

اس نوع کی شادیوں میں مہاں بڑی کا ملط گہری جہتوں کو مس نہیں کر سکتا۔ جس ایک محض میکانیکی معمول بن جاتی ہے۔ سستی سکوت سے دہرائے جاتے، چتر ہو جاتی ہے۔ اس معمول کا نتیجہ کچھ نہیں ہو سکتا سوائے اس کے فریقین، آخر کار "انڈ" ہو کر رہ جائیگا۔

بغیر محبت کی شادی اور طوائف کے ہاں جانے میں کوئی معمولی سا بھی فرق نہیں ہے۔ طوائف کے پاس تم ایک دن کے لئے جاتے ہو جبکہ بڑی کو عمر بھر کے لئے خرید لیتے ہو۔ اس میں فرق دو گوں میں ہے۔ محبت نہ ہو تو شادی خریداری ہی ہو کی جیسا طوائف ایک دن کے لئے ہو طوائف عمر بھر کے لئے، اگر ہر ایک روزانہ کے رابطے سے ایک طرح کا رشتہ ضرور وجود میں آتا ہے۔ اور ہم اسی کو محبت کا نام دے دیتے ہیں۔ محبت یہ تو نہیں ہوتی محبت تووری کچھ ہے۔ یہ شادی جسمانی ہے اور "فیضان" رشتہ بھی جسمانی سے زیادہ میٹ نہیں ہو سکتا۔

یہ تو جسمانی سطح کی باتیں، دوسری سطح ہوتی ہے نفسیاتی۔ وہی "ذہن کی سطح" و حیثیت کے لئے کہ کوکا پندت تک جہتی بھی نہیں نکلیں گی ہیں۔ دوسری سطح سے آگے نہیں نکلیں۔ جو لوگ محبت کرتے ہوں اور پھر شادی کریں ان کی شادیوں جسمانی سطح پر شادی کرنے والوں کی نسبت زیادہ گہرائی میں جاتی ہیں۔ یہ دل تک پہنچتی ہیں۔ گہرائی نفسیاتی ہوتی ہے لیکن وہ بھی روزانہ کی آواز دینے والی یکسانیت کی وجہ سے جسمانی سطح پر لوٹ آتے ہیں۔ گزشتہ دو سو برسوں میں مغرب میں شادی کا جو فوارہ نکلیں پایا ہے وہ اسی سطح کا ہے۔ اور اسی وجہ سے معاشرے ہے ربط اور نوٹے

ہوئے ہیں' اسی وجہ سے تم ذہن اور جذبات پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ آج وہ کچھ ماکھ ہے کل اور کچھ مانگے کھ مچ کو کچھ مانگے گا اور شام میں کچھ اور۔ اب جو کچھ محسوس کرتا ہے اس سے بیکر مختلف ہو گا جو چند لمحوں پر محسوس کرتا تھا۔

شاید تم نے سنا ہو کہ پائزن نے شادی سے پہلے ساتھ یا ستر عورتوں سے رواجاً قائم کئے تھے وہ شادی کے بعد یوی کی پاؤں میں پائیز والے چڑچڑکے گھنسیاں ڈال دی تھیں' وہیں چڑچڑ میں ایسا بکیر رہی تھیں۔ مہمان ایک ایک کر کے اسے مبارک دے رہے تھے۔ کچھ لوگ رخصت ہو رہے تھے' وہ بھی اپنی یوی کو کبھی میں سوار کرا رہا تھا کہ اس کی نظر قہر سے گزرتی ہوئی ایک حسینہ پر پڑی۔ وہ اس کے حسن سے مسحور ہو کر وہ میلہ ملائکہ آواز تازہ شادی ہوئی تھی' وہ ایک لمبے کو تو یوی کو بھول ہی گیا۔ خواہی خواہی وہ کبھی میں بیٹھ لیکن یقیناً وہ ایک مدت دیانت دار رہی رہا ہو گا کیونکہ اس نے نئی نئی یوی کو تیار کیا تھا' وہ ایک لمحہ بھی اس کی بات نہیں کرتی تھی۔ گزشتہ کل تک وہ بیکری تم سے شادی نہیں ہوئی تھی' میں پریشان تھا کہ میں تمہیں چاہتے ہیں کلاب ہوؤں گا نہیں۔ میرے ذہن میں واحد عورت تم تھیں۔ لیکن اب جبکہ میں تم سے شادی کر چکا ہوں' تمہیں لپٹا ہوا چکا ہوں ابھی ہم بیڑیاں اتر رہے تھے تو میں نے سڑک کے اس طرف سے گزرتی ہوئی ایک خوبصورت اور شیرازہ کو دیکھا' ایک لمبے کو تو میں تمہیں بھول ہی گیا' میرے ذہن نے اس کا تعاقب شروع کر دیا اور ایک خیال نکلا کہ کیا میں اس شیرازہ کو حاصل کر سکتا ہوں؟" آواز ذہن بیٹھ تھیر پڑ رہا تھا اور لوگ غافلانہ زندگی کو محکم کرنا چاہتے ہوں انہیں نفسیاتی رخ پانے والی شادی نہیں کرنی چاہیے۔ انہیں صرف جسمانی رخ پر نصیحت ہو گا شادی کو محبت مت کرو۔ لیکن اگر شادی کے بعد تمہیں محبت ہو جاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ جیسا چلے چلے۔ احکام جسمانی رخ پر ممکن ہے لیکن نفسیاتی رخ پر یہ دشوار ہے۔ جس کا تجربہ ذہنی رخ پر لطیف اور عمیق ہوتا ہے۔ اور اسی لئے مطلب میں یہ تجربہ مشرق سے زیادہ عمیق ہے۔ مطلب کے نفسیات وطن فراتینہ سے لے کر

یونگ تک نے جس کی اسی دوسری سطح نفسیاتی رخ کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن جس نوع کی جنس کے حلقہ میں بات کر رہا ہوں وہ تیسری سطح کی جنس ہے' جس کا اب تک نہ تو مغرب میں اور نہ مشرق میں اور اک کیا گیا ہے۔ یہ تیسری سطح روحانی ہے۔ جسمانی رخ پر ایک نوع کا احکام ہوتا ہے کیونکہ جسم غیر خفیر اور جلد ہوتا ہے۔ ایک طرح کا احکام روحانی رخ پر بھی ہوتا ہے کیونکہ اس رخ پر بغیر تھیر نہیں ہو کر آتا' ہر شے پر سکون اور لمبی ہوتی ہے۔ اور ان دو سطحوں کے درمیان میں نفسیاتی رخ ہے جو پارے کی طرح خفیر ہے۔ مغرب اسی رخ پر تجربہ کر رہا ہے لہذا وہاں شادیوں کوئی رہتی ہیں' غفلانہ ٹھہرتے رہتے ہیں۔ جو شادی ذہن سے ہٹ کر ہو وہ اور ایک مستحکم غفلانہ ہم آہنگ نہیں ہو کر سکتے' فی الحال طلاق کے رجحان میں دو سال کا وقفہ ہوتا ہے۔ یہ محض دو گھنٹے کے دورانے تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ ذہن تو ایک گھنٹے کے دوران میں بھی خفیر ہو سکتا ہے' مغرب کا معاشرہ بے رہنمائی کا شکار ہے اس کے مقابلے میں مشرق کا معاشرہ مستحکم رہا ہے' آہم مشرق بھی جنس کی لطیف اور ترشح یافتہ گزرتی سے اچھی پانے کے قتل میں ہو گا ہے۔

غلط اور یوی ہوں یا کوئی سے بھی دو افراد ہوں اگر وہ زندگی میں ایک دفعہ ہی کسی روحانی رخ پر ملپ کرے ہیں تو ایسا محسوس کرتے ہیں۔ گویا وہ آنے والے لافتمہ منوں تک کے لئے ایک ہوتے ہیں۔ اس رخ پر ملپ میں کسی نوع کا سیال پن نہیں ہوتا۔ پائیز اور غافل سرست اس کا اشارہ ہوتے ہیں۔

جس نوع کی جنس کا ذکر میں کر رہا ہوں وہ روحانیت اس جنس۔ شہوت ہے۔ میں واضح کر رہا ہوں کہ تم محسوس کرو گے کہ مہ کی اپنے بیٹے کے لئے محبت روحانی محبت کا جزو ہے۔ مہ کی اور بیٹے میں کون سا یعنی رشتہ ممکن ہے؟ اس کو عمل طور پر سمجھنے کے لئے ہمیں جنس کے مت سے دوسرے پہلوؤں اور غفلانہ یوی اور بیٹے کے باہمی رشتے کا تجربہ کرنا ہو گا۔

لیکن جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا ہے ایک آدمی اور ایک عورت' ایک غفلانہ اور

ایک بڑی ایک ہار ملاپ کرتے ہیں، ان کی روٹھیں بھی اس دور میں ملتی ہیں، ایک ہوتی ہیں لیکن محض ایک لمبے کے لئے جبکہ بچہ ہاں کی کوکھ میں ٹولہ تک رہتا ہے اور ان ٹولہ میں وہ ماں کے وجود کی اگلی کا حصہ ہوتا ہے۔ غلغلہ بھی وجود ہی کی سطح پر غلغلہ کرتا ہے۔ وہ وجود کی حد تک، استی کے ہالے ہی میں ملاپ کرتا ہے لیکن محض لمبے بھر کے لئے اور پھر وہ الگ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً وہ حلق جو ہاں کا بچے سے ہوتا ہے وہ حلق غلغلہ سے ممکن ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔ یہ ممکن ہو بھی نہیں سکتا بچہ ہاں کی سانسوں میں سانس لیتا ہے، ہاں کے دل میں اس کی دھڑکنیں ملتی ہوتی ہیں، اس کا نور ہاں کا خون اور زندگی ایک ہوتے ہیں، وہ کوئی منفرد وجود نہیں رکھتا، وہ تو اس وقت اپنی ہاں ہی کا ایک جزو ہوتا ہے۔ کوئی غلغلہ بچے کی ہاں کی طرح ہاں کی تحلیل نہیں کر سکتا کوئی غلغلہ بچے کی طرح ہاں جیسے مقبوضہ کا احساس بھی نہیں دے سکتا۔

ہاں بچے بغیر کسی بڑی کی ضرورتاً مکمل نہیں ہو سکتی۔ ہاں بچے بغیر اپنی شخصیت کی مکمل تہذیب اور اس حسن کامل کی تشکیل ممکن نہیں ہو سکتی۔ ہاں بچے بغیر، ایک بچے سے گہرے روحانی رشتے کے بغیر کوئی عورت مطمئن نہیں ہو سکتی۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن فہم کر لو کہ ہاں بچے ہی عورت کی جنس میں دلچسپی خود بخود کم ہو جاتی ہے۔ جب اس کے وجود میں ٹولہ تک ایک زندگی دھڑکتی ہے تو وہ ہمتا کے گہرے لئے میں ہوتی ہے۔ تب اسے جنس میں زیادہ دلچسپی محسوس نہیں ہوتی۔ غلغلہ ان دونوں اس کی بے اعتنائی سے بولھکایا ہوا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ بننا اس کے جنسی رجحان میں کوئی تہذیبی برکت نہیں کرتا۔ بچے کی پیدائش کے عمل سے اس کا تو کوئی کمرہ تعلق نہیں ہوتا۔ نئی جنم لینے والی زندگی کے ساتھ وہ کوئی روحانی یکائی نہیں رکھتا۔ لیکن ہاں بچے سے ایک عورت میں جو ہری تقدیر ہوتا ہے۔ باپ ایک ملتی اوراد ہے۔ بچہ باپ کے بغیر پروں چڑھ سکتا ہے لیکن ہاں کے ساتھ اس کا رشتہ گہرا اور اٹوٹ ہوتا ہے۔

ایک بچے کی پیدائش کے فوری بعد عورت میں ایک نوع کی روحانی حرارت اترتی

ہے۔ اگر تم ایک ایسی عورت کو دیکھو جو ہاں نہ بنی ہو اور ایک ایسی عورت کو دیکھو جو ہاں بن چکی ہو تو تمہیں یہ فرق واضح محسوس ہو گا کہ ان میں سے ایک نہایت تہاں اور باثروت دکھائی دے گی۔ ایک ہاں میں جنس ایک نور دکھائی دے گا، ایک غلبائیت ملے گی، اس دریا کی طرح کی غلبائیت جو میدانوں میں برہم رہا ہو۔ اور اس عورت میں جو ہاں نہ بنی ہو جنس ایک سیاہی پن ملے گا، اس ندی کی طرح جو ہنوز پہاڑوں میں گزر رہی ہو، جو شور مچاتی، چنگھاتی ہوئی میدانوں کی طرف تیزی سے رواں ہوتی ہے۔ وہ ہاں بچے ہی غموش، پرسکون اور مطمئن ہو جاتی ہے۔

اسی سلسلے میں میں کہتا چاہتا ہوں کہ جو عورت جنس کے پیچھے پناہ لیتی جا رہی ہو، جیسا کہ مغرب میں آج کل ہو رہا ہے، وہ ہاں نہیں بننا چاہتی کیونکہ ہاں بچے ہی جنس کی کشش یکدم نکال دیا ہو جاتی ہے۔ ایک مغربی عورت ہاں بننا اس لئے پسند نہیں کرتی کہ ہاں بچے ہی جنس میں دلچسپی کو پیچھے کی۔ جنس میں اس کا غلغلہ ہوتا ہی وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک وہ ہاں نہیں بن جاتی۔ بہت سے مغربی ملکوں کی حکومتیں اس مسئلے کی وجہ سے پریشان ہیں کہ اگر یہ صورت حال جاری رہتی ہے تو ان کی آبادیوں کے حجم کا کیا بنے گا، کام آبادی میں اضافے سے پریشان ہیں اور مغرب کے بہت سے ملک آبادی میں کمی کی وجہ سے شکر ہیں۔ یہ کہ اس لئے بھی ہو رہی ہے کہ ہاں بچے سے جنس میں دلچسپی گھٹ جاتی ہے، جلی پناہ کا کوئی قانون تو جبراً نافذ کیا جا سکتا ہے لیکن کسی عورت کو ہاں بچے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

مغربی ملکوں کا مسئلہ ہمارے آبادی کے مسئلے سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ ہم قانون کا طاقت کے ذریعے اضافہ آبادی کو تو روک سکتے ہیں لیکن ہم قانون سازی سے آبادی میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ اگر وہ سو برس میں مغرب میں یہ مقدمہ مزید تہیز ہو سکتا ہے کیونکہ مشرق میں آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ساری دنیا پر یکبارگی غلبہ آسکتی ہے کہ مغرب کی افزائش قوت وقت گزرنے کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ انھیں عورتوں کو دہرا ہاں بننے کے لئے آمادہ کرنا پڑے گا، کچھ ماہرین تو کم عمری کی شادیوں کا

مشورہ دینے گئے ہیں، مگر نہ برسے ہو کر تو عورت میں بننے میں دلچسپی نہیں لیتی وہ تو جیسی عدا اندوزی میں زیادہ دلچسپی لیتی ہے۔ ماہرین نفسیات اس سلسلہ وجہ سے لوجوالوں کی شادی کی دیکھتے کرتے ہیں کہ اس صورت میں جہ بننے سے پہلے عورت میں کوئی ایسے دیکھے خیالات نہیں پیدا ہوتے۔ شوق میں کم عمری کی شادیوں کی پس پردہ وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے۔ جب عورت جوان اور پشور ہو اور جس کا لطف اعضا بچا ہو وہ وہاں بننا پسند نہیں کرے گی۔ جس کے لئے یہ ہے پختہ کشش کی وجہ سے اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک انھیں علم نہ ہو کہ وہاں بن کر وہ کیا حاصل کر سکتی ہیں۔ جس کا اور اک انھیں میں بننے ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور حیثیت میں بننے بغیر اس کی تحکیم پانا بھی ممکن نہیں ہے۔

ایک عورت میں بننے کے بعد اتنی مطمئن کیوں ہو جاتی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بچے کے ساتھ ایک انٹ الوی جیسی تجربہ کر سکتی ہے۔ ایک عورت بچے کے لئے جان دے سکتی ہے لیکن اپنے بچے کی جان لینے کا تصور تک نہیں کر سکتی۔ ایک بچی خلود کو قتل کر سکتی ہے، اور ایسا متحدہ دہار ہوا ہے، اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو گھر میں ایسے حالات پیدا کر دیتی ہے کہ جو خلود کے لئے قتل ہونے کے حروف ہوتے ہیں۔ لیکن بچے کے لئے وہ ایسی چیزوں کا تو بھی تصور بھی نہیں کرے گی۔ اس سے متاثر ہوا کہ ان کا رشتہ بہت گہرا ہے۔

یہاں میں یہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے خلود کے ساتھ ایسی دوست رکھتے وہاں گہرا رشتہ قائم کرتی ہے تو خلود بھی اس کے لئے بچہ ہو جاتا ہے۔ تب وہ مزہ اس کا خلود نہیں دیتا۔ ان صفحات کو بہت سے مرد اور عورتیں پڑھ رہے ہیں۔ میں ان سب مردوں سے کہتا چاہتا ہوں کہ براہ مہربانی اپنی بیویوں سے محبت کرنے کے سوا میں یہ نہ تصور کر لیا کرو کہ وہ ہمیں اور تم سے نفرت ہے ہو!! کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا ہاتھ ہے سناٹہ عورت کی چھاتی کی طرف کیوں پڑتا ہے؟ وہ ہاتھ ایک چھوٹے بچے کا ہاتھ ہوتا ہے جو اپنی ماں کی چھاتی تک پہنچ رہا ہوتا ہے۔ جو فی انسان کسی عورت کی محبت سے

مطلوب ہوتا ہے اس کا ہاتھ عورت کی چھاتی کی سمت پڑتا ہے۔ کیا؟ جیسا با محبت کے ساتھ چھاتی کا ایسا کیا تعلق ہے؟ جس کا تو چھاتی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا البتہ ایک بچہ میں کی چھاتیوں سے رہا رہتا ہے۔ وہ بچپن ہی سے اس "اس ظلم کا درد" چیتا ہے کہ اس کا رشتہ چھاتیوں سے "سرتشر حیات سے ہے جب کوئی آدمی محبت سے چمک رہا ہوتا ہے تو وہ ایک بیٹا بن جاتا ہے اور انہی جذبات کا مظاہرہ کرتے ہوئے عورت کا ہاتھ کھینچ پھینچتا ہے؟ آدمی کے سر پر پڑتا ہے، انھیں ہاتھوں کو سلجھانے لگتی ہیں۔ یہ بچے کی یاد ماضی ہوتی ہے۔ وہ اپنے بچنے کے ہاتھوں میں ہاتھ پھیر رہی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر محبت بھرپور طور پر عمل اچھے تو روحانی سطح پر خلود بن جاتا ہے، اسے ضرور بیٹا بن جانا چاہیے اب انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ جس کی تیری سطح یعنی روحانی سطح پر پہنچ چکا ہے۔ ہم اس رشتے سے لاعلم ہیں۔ خلود اور بچی کا رشتہ ایک انھیں نہیں بلکہ اتحاد ہے۔ یہ تو ایک سطر ہے اور یاد رکھو! خلود اور بچی ایک جھڑکی حالت میں رہتے ہیں کیونکہ یہ تو ایک سطر ہے۔ سطر پیشہ تھا دینے والا ہوتا ہے، سکون پیشہ منہ پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ خلود اور بچی بکلی پر سکون نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ پیشہ محرک "پیشہ رشتے میں ہوتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ تو رشتے ہی میں ختم ہو جاتے ہیں اور منہ پر نہیں پہنچ پاتے۔ اسی وجہ سے خلود اور بچی کے بیچ ایک داخلی کشش موجود رہتی ہے۔ ہر وقت کے اس متاثرے کو ہم محبت کا نام دے بیٹھے ہیں۔

بد قسمتی سے اس جھڑکی حقیقی وجہ سے نہ تو خلود اور نہ ہی بچی آگاہ ہوتی ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ جو آواز میں غلط بنا تھا خلود سوچتا ہے کہ اگر اس کی بچی کوئی اور عورت ہوتی تو شاید سب ٹھیک ہو۔ ہم میں نہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تجربہ ساری دنیا کے ہاتھوں کا مشترک تجربہ ہے۔ اگر ہمیں اپنی شریک حیات کو تبدیل کرنے کا موقع دیا جائے تو صورت حال ذرا سی بھی تبدیل نہیں ہو گی۔ یہ عمل ہنارے کے دور میں کدے بڑے لے کے سزاوار ہو گا۔ تم کدے جابلو کے اور عارضی طور پر راحت

طرح جانے تھے اور اس سے مکمل آشنا تھے۔

اگر تم کو کسی شخص کو جنس کے اعتبار سے سڑا میں دیکھنے کا اتفاق ہو، تو تم کو اس کی آنکھوں اور چہرے کا مشاہدہ کرنے پر کراہت انگیز، خرفاک اور دردوں جیسا دکھائی دیتا ہے۔ تم اسے پریشان اور ساتھ ہی سفاک محسوس کرو گے۔ اس کی آنکھوں میں شہوت ہو گی۔ جب کوئی عورت کسی شہوت سے بھرے ہوئے شخص کو خود اسے کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو، اپنے قریب پاتی ہے تو وہ اسے دوست نہیں دشمن کی طرح دیکھتی ہے۔ وہ شخص اسے انسان نہیں بلکہ دوزخ کا پتھر دکھائی دے گا لیکن ان مجتہدوں کے چہروں پر تعجب بدھ کا کچھ عکس اور مصلوب کی شکلیں دکھائی دے گی۔ ان مہاشہرت اور دخول کرنے والے مجتہدوں کے چہروں پر جو توازن ہے وہ سلامتی کا شہر ہے۔ ایک سکون آمیز شخص ان سے فریاد ہے۔ اگر تم ان مجتہدوں میں دھیان کرو تو ایک ایسی سکون کی لہر تم پر عید ہو جائے گی۔ تم لائق احترام ہو جاؤ گے۔

اگر تعجب انگیز ہے کہ عریان مجھے دیکھنے سے تم پر جنیت لگ جانے کی تو میں اطمینان کرتا ہوں کہ ذرا سی دیر کے بغیر تم سیدھے گھبراہو جاؤ۔ کہ ارض پر گھبراہو ایک منفرد یادگار ہے۔ لیکن اہل علم کے مطابق اتفاقاً مشہور مرحوم شری پر شرم واسی لکھن اور ان کے ساتھی یہ رائے رکھتے تھے کہ گھبراہو کی دیواروں کو بچی مٹی سے لپ دیا چاہیے کیوں کہ یہ مجھے جنیت پھیلاتے ہیں جب میں نے یہ رائے سنی تو جیون رو گیا گھبراہو کے تغیر کنندگان کا ایک مقصد تھا وہ یہ کہ اگر لوگ مجتہدوں کے سامنے بیٹھیں اور ان کا مشاہدہ کریں تو وہ شہوت سے دستبردار ہو جائیں گے! بڑا زور برس تک وہ مجھے مراقبہ کا محور دے رہے ہیں۔ یہ ایک خیر خیر عقیدہ ہے کہ جنیت زدہ لوگوں کو گھبراہو کے معبد جانے، اس میں مراقبہ کرنے اور ان مجتہدوں میں جذب ہو جانے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ گو کہ ہم نے انسانی تجربے کی ابتدا پر ہی اس حقیقت کا ادراک کر لیا ہے لیکن ہم اس کو توجہ دینے کے اہل نہیں ہو سکتے ہیں۔

اس کی مثل یہ ہے کہ اگر تم رملہ چلنے ہوئے دو تہیوں کو لڑتا ہوا پاؤ تو تم وہاں

رکنا اور لڑائی دیکھنا پسند کرتے ہو۔۔۔ کیوں؟ کیا تم نے کبھی سوچا کہ دوسروں کو لڑنا دیکھ کر تم کیا محسوس کرتے ہو؟ اسے چھوڑو، تم بہت سارے کام پائنگ دیکھنے کے لئے ترک کر دیتے ہو۔۔۔ کیوں؟ شاید تم میں جاننے کے ان میں ایک شفا کل اثر ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کی لڑائی دیکھنے سے تمہارے اندر کی لڑنے کی پوشیدہ جبلت کی تسکین ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص سکون سے بیٹھا ہے اور مراقبہ کرتا ہے، فسطحہ ذہن کے ساتھ مہاشہرت کے مجتہدوں کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر کا اولین جنوں۔۔۔ پاگل جنس۔۔۔ ختم ہو سکتی ہے۔ ایک آدمی کوئی مسئلہ لے کر ماہر نفسیات کے پاس گیا۔ وہ اپنے مالک کے حوالے سے بہت غصے میں تھا اگر مالک اسے کچھ کتا تو وہ غصے میں آ جاتا اور سوچا کہ جو مالے اور مالک کو مارنا شروع کر دے۔ لیکن تم خوب جاننے ہو کہ کوئی ملازم اپنے مالک کو یوں کب مار سکتا ہے؟ اگر تم خود ملازمت کرتے ہو یا اگر تم خود مالک ہو تو دونوں صورتوں میں اس امر حقیقی سے بخوبی آگاہ ہو گے کہ میرا ملازم جو مالک سے اتنی نفرت کرتا ہو کہ ملازمت اور روزی کی پروا کئے بغیر مالک کو مارنے کا سوچنے لگے، بہت کم ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر ملازم ملازمت، ماحولی اور پینڈی کے سبب سے پیش پریشان ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت تخریب پر اندر سے ٹھہر دیتا ہو گا ہے۔ بہر حال اگر اس میں جرأت ہوتی تو وہ ملازمت ہی کیوں کرتا؟ سو بیشتر ملازم اور ماحول اندر کی تخریب پینڈی اور غصے کو چھپانے، چہرے پر فریاد برداری کی معنوی مسکراہٹ جھانک کر رہتے ہیں۔

خیر، وہ آدمی جو مالک کو پینے کا خواہش مند تھا اس خواہش کو دہانے لگا کیلیکس گھرا ہونے لگا اور اسے ڈر رہنے لگا کہ وہ کسی روز مالک کو بھیت ہی نہ ڈالے۔ اب وہ اتنا بھی احمق نہیں تھا کہ اپنے پاؤں پر خود ٹکڑی مارتے ہوئے جوتا اتارے اور اپنے روزی رملہ کو بھیت کر اپنے اندر کے اس کیلیکس کا مظاہرہ کرے۔ پس اس نے جو تے گھر ہی میں چھوڑے شروع کر دے اور ننگے پاؤں دفتر جانے لگا۔ اس تدبیر کے بخیر وہ اس کا ذہن جو توں ہی میں اتنا دہل جب بھی مالک اس کو کچھ کام کتا اس کا سارا

وجود اس خواہش کے اثر سے زبردور ہونے لگا ہے کہ اسے حقوق سے محبت دیا جائے۔ ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ اس کے ذہن میں ساتویں کے حقوق کا بھی خیال آنے لگا کہ اپنے نہیں تو کسی ساقی کے جوتے انداز کہ مالک کو پینے کی اندرونی خواہش کی تسکین کرسے۔ اس مرحلے پر تو وہ سخت خوفزدہ ہو گیا۔ اصل دشوار اسے احساس دلانے تھے کہ وہ کسی روز نگرانی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ ہوتے ہوتے اس کی یہ حالت ہوئی کہ جس قدر اس نے حقوق کے خیال کو ذہن سے جھٹکے گی تو کوشش کی وہ اس کے ذہن پر طاری ہوتے چلے گئے۔ وہ کھڑے پریش سے اگر پوچھتی کہ کیسی سچائی تو خود بخود جوتے کا خاکہ میں جاگ اب تو وہ اور بھی خوفزدہ ہوا۔ ہوتے ہوتے اس نے دفتر سے چھٹیاں کرنا شروع کر دیں۔ اس کی کارکردگی کا ریکارڈ خراب ہونے لگا۔ جب فوجی ملازمت کے جانے تک پہنچی تو وہ ماہر نفسیات کے پاس گیا۔ ماہر نفسیات نے اسے قہری کی بیماری زیادہ سمجھو نہیں ہے۔ یہ قہل ملازم ہے۔ اس نے دہانت کی کہ مالک کی تصویر کمر میں لٹکا دی جائے اور وہ صبح سویرے اس تصویر کو پانچ بار جوتے مارے۔ اس امر کو روزانہ کہانے کی طرح لازمی اور مہلت کی طرح فرض سمجھ کر کیا جائے۔ دفتر سے واپسی کے بعد بھی یہ عمل روزانہ دہرایا جاتا رہا۔ اس دہانت کو سن کر آدمی کا پہلا رد عمل یہ قہر کیا مانتا ہے کہ وہ ایسا کہ رہا تھا تاہم اندر سے خوش قلب گھبراہٹ کر اس نے اپنے کمرے کی ایک دیوار پر ہاس کی ایک تصویر لٹکا دی اور ماہر نفسیات کی دہانت کے مطابق روزانہ اس کو پانچ بار جوتے مارنے شروع کر دیے۔ اس پہلی سے اس کے اندر عجیب احساس ابھرا۔ وقت گزرنے لگا اور اب اسے مالک کو دیکھ کر پہلے کی طرح غصہ نہیں آتا۔ قہر چند روز میں دونوں میں اس کا رویہ مالک کے لئے شانت ہو گیا۔ خود مالک نے بھی اس انتہائی تبدیلی کو محسوس کیا۔ ہر کیف اس کو علم نہیں تھا کہ اصل صورت حال کیا ہے؟ البتہ اس نے ملازم کو یہ ضرور کہا کہ مجھے تم پہلے سے زیادہ مہذب اور شانت ہو گئے۔ مالک نے تعریف کی کہ اب وہ زیادہ فریاد بردار اور ہنس رہا ہے۔ اس نے خواہش ظاہر کی کہ ملازم اس تبدیلی کا سبب اسے بتائے تاکہ ملازم نے

جواب دیا کہ مالک اس بارے میں کچھ مت پوچھو ورنہ سب کچھ دردم برہم ہو جائے گا۔

اس کے بچپے کیا حکمت ہے؟ کیا تصویر کو پینے سے کچھ حاصل ہو سکتا ہے؟ ہاں تصویر کو پینے سے جوتے سے مالک کو پینے کا جذبہ دفع ہو گیا۔ سپیکس شمع ہو گیا۔ گھبراہٹ کو بار بار پوری جیسے معبود اس ملک کے ہر گوشے میں ہونے چاہئے۔ دیگر معبودوں میں کچھ بھی تو اہم نہیں ہے۔ وہ تو ساکھک ہیں۔ نہ ان میں منصوبہ بندی ہے۔ نہ کوئی معصیت۔ وہ معبود کوئی ضروری نہیں ہیں۔ لیکن گھبراہٹ اور اس جیسے دوسرے معبودوں کا ہونا ایک معصیت رکھتا ہے۔ جس کی کا بھی ذہن شدید ہنس کی وجہ سے حد سے زیادہ تھکا کھاتا ہو وہ ان معبودوں میں جائے اور مراقبہ کرے جب وہ لوٹے گا تو بہت بگاڑا اور نجات پر سکون ہو گا۔ تیز ہنس کو روحانی ہٹانے کی جتنی کوشش کرتے ہیں لیکن ہمارے ملک کے علمین اخلاق اس پیغام کو عوام تک پہنچتے نہیں دیتے۔ یہی لوگ میری تقریروں پر بھی پابندی لگاتا چاہتے ہیں۔

ہمارے دوا بھون آکھنڈ شمس میں میری تقریر کے بعد جنیل پر واپسی کے تیسرے ہی دن مجھے ایک دوست کا خط ملا اس میں مجھے بتایا گیا تھا کہ اگر میں نے تقریروں کا یہ سلسلہ جاری رکھا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ میں نے اسے جواب دینے کا سوچا لیکن شاید وہ شخص بدل ہے۔ نہ تو اس نے خط پر دھماکا کئے تھے نہ ہی اپنا پکا قہر شاید وہ خوفزدہ ہو کہ میں پولیس میں رپورٹ درج نہ کر دوں۔ تاہم اگر وہ یہ سب پڑے تو میرا جواب پاسکتا ہے۔ اور اگر وہ یہی موجود ہے تو میں اسے بتاتا ہوں کہ میں رپورٹ درج نہیں کروں گا۔ اسے اپنے نام اور اپنے پتے سے مجھے اٹھ کرنا چاہیے تاکہ میں اپنا جواب تو اسے بھرا سکوں۔ اگر وہ اتنی بھی جرأت نہیں رکھتا تو میں اپنا جواب یہی پیش کرتا ہوں۔ جسے وہ توچہ کے ساتھ نوٹ کرے۔ پتا چلتے جس سے شاید وہ اٹھ نہیں ہے کہ اسے مجھ کو قتل کرنے میں مدد ملی نہیں کئی چاہیے۔ کیونکہ ہمارے ہوتے ہی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچ بن جائے گا۔ اگر مینی کو معلوم نہ کیا

جاتا تو دنیا اسے کبھی کا فراموش کر چکی ہوتی۔ سزا دی ایک طرح سے قائمہ بخش ہوئی ہے میں تو یہ بھی بتا رہا ہوں جیسا کہ چارل کونزٹ نے کہا ہے کہ جیسی نے خود مصلوب کرانے کا منصوبہ خود بنایا تھا جیسی کی اپنی خواہش تھی کہ اسے مصلوب کر دیا جائے تاکہ مصلوب ہونے سے اس کی تعلیمات آئندہ کے لئے زندہ جلویہ جگ میں داخل جائیں اور لاکھوں لوگوں کو قائمہ بخش۔ ایسا ممکن ہو بھی سکتا ہے کیونکہ یسوعا جس نے جیسی کو جھٹل جیمن سکوں کے عوض بیچ دیا تھا وہ اس کے عزیز ترین پیروکاروں میں سے ایک تھا۔ یہ امر قابل تعجب نہیں ہے کہ ایک شخص جو جیسی کے ہمراہ برسوں رہا ہو وہ اسے حقیر محسوس نہ کرے جیسی کو فروخت کر دے۔ ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک خود جیسی نے اسے ایسا کرنے کا وعدہ ہی بدلنے کا اشارہ نہ کیا ہو اور ممکن ہے سزا دی کا بھی اشارہ کیا تاکہ جیسی کے الفاظ نظار کا ہدیہ قرار میں جائیں اور ایسوں لوگوں کو نہایت حاکم کر دینا جس میں کروڑ زمین ہیں۔ اور اگر مصلوب کو چھائی ہو جاتی تو وہ صرف جیمن کوڑ نہ ہوتے لیکن مصلوب سکوں سے القاب فرما گئے شاید انھیں چھائی لگ کر مرنے کا خیال بھی نہ آیا ہو۔ نہ تو انھیں کسی نے چھائی دینے کی کوشش کی اور نہ ہی انھوں نے خود اس کا بندوبست کیا۔ نہ تو بدعا نہ ہی عہد نہ تو رام نہ ہی کرشن اور نہ ہی مصلوب بلکہ صرف جیسی کو مصلوب پر سکوں سے ٹھوٹا گیا اور آج آدمی دنیا جیسا ہے۔ ممکن ہے ساری دنیا جیسا ہی ہو جائے۔ یہ ہے چھائی چھ جانے کا روشن پہلو۔ خدا میں اپنے دوست سے کتنا ہوں مجھے مارنے میں جلدی مت کرو ورنہ ساری عمر بچھڑو گے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اسے صورت محل سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ میں خود بھی چارلی پر پڑے چڑے مرنا نہیں چاہتا۔ میں خود کو گولی مارنے والے کو اپنی حد تک لٹنے کی کوشش کروں گا۔ وہ ایسا کرنے میں جلدی نہ کرے کیونکہ میں اس کے لئے موزوں وقت آنے پر خود کوشش کروں گا۔ زندگی قائمہ بخش ہے لیکن قتل ہوا جانے تو موت بھی موند ہو جاتی ہے۔ گولی سے آنے والی موت اس کام کو مکمل کر دیتی ہے جو

زندگی میں لومہا رہتا ہے۔ دشمن ہمیشہ یہ مسلک لٹھی دہرایا کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے سڑلا کو زہر دیا وہ لوگ جنہوں نے منصور کو قتل کیا وہ لوگ جنہوں نے جیسی کو مصلوب کیا ان سب نے اعتقاد عمل کیا وہ ان کی سی لا حاصل تھی۔

اور عدلی میں جس شخص نے گاندھی کو گولی ماری تھی انھیں جانتا تھا کہ گاندھی کا کوئی سپاہیہ کار بھی ان کو ہتھیال فراموش نہیں کر سکتا تھا مگر اس نے کر دیا۔ جب گاندھی گولی کھنے سے مر رہے تھے تو انہوں نے ہاتھ جوڑ کر رکھ دیا تھا ان کا یہ ہاتھ جوڑا اور رکھ کر نہایت معنی خیز تھا یہ اشارہ تھا اس حقیقت کی طرف کہ آخر کار گاندھی کا بہترین اور آخری پیلا آئی جی جس نے انھیں لٹائی بنا دیا۔ سکھوں نے من چاہا شخص بھیج دیا قتل کے جانے سے کوئی نہیں مرا کہ قتل کرنا لٹائی ہونے میں قتل ہوتا ہے۔

زندگی کی داستان بہت پیچیدہ ہے۔ فائدہ زندگی قہر سے معمور ہے۔ مہلات اسے ملو نہیں ہیں پہلے جو شخص چارلی پر مرنا ہے ہمیشہ کے لئے مر جاتا ہے اور جو گولی سے مرنا ہے وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے۔ جب سڑلا کے لئے زہر تیار کیا جا رہا تھا تو اس کے دوستوں نے پوچھا کہ اس کے جسم کے ساتھ کیا کیا جائے؟ کیا اسے جلایا جائے یا دفن کیا جائے؟ سڑلا نے سن کر ہنسا اور بولا: بے وقوفو تم نہیں جانتے کہ تم مجھے دھنسنے کے لٹلی ہی نہیں ہو۔ میں اس وقت بھی زندہ ہوں گا جب تم نہیں ہو گے! مرنے کی جو ترکیب میں نے وضع کی ہے وہ ہمیشہ جینے کے لئے ہے۔"

ہاں میرے دوست! اگر تم یہاں ہو تو تمھیں ٹوٹ کرنا چاہیے کہ بے سوچے سمجھے قدم مت اٹھا دینا ورنہ جلد بازی کی وجہ سے تم اپنا یہ نقصان کر بیٹو گے۔ مجھے نقصان نہیں ہو گا کیونکہ میں ان میں سے نہیں ہوں جن پر گولیاں اثر انداز ہو سکتی ہیں۔ میں ان میں سے ہوں جو گولی کے زخموں سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ اسے غلط نہیں برتنی چاہیے۔ اسے پھیلانی بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میں خود بہتر نہ مرنے کے لئے کوشش ہوں۔ بہتر موت لا حاصل ہوتی ہے یہ ایک لائسنس موت ہوتی ہے۔

اور تیسرا نکتہ اس کے ذہن نشین کرنے کا یہ ہے کہ غلوں پر دھماکے کرنے اور بچا لکھنے سے خوف زدہ مت ہو کیونکہ اگر میں مان گیا کہ کوئی اداکار شخص بھی ہے جو مجھے مارنے پر آمادہ ہے تو میں کسی کو بتائے بغیر مقررہ مقام پر پہنچ جاؤں گا تاکہ وہ قتل میں ملوث نہ ہو۔

لیکن اس شخص کے لئے کوئی شے عجیب نہیں۔ ایسے پاگل ہوا کرتے ہیں۔ خدا کیسے والے نے اس یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ مذہب کو بچا رہا ہے۔ اس نے یہ سوچ کر لکھا ہے کہ میں مذہب کو برباد کر رہا ہوں اور وہ مذہب کو بچا رہا ہے۔ اس کا رجحان بدافہمی کا نہیں ہے۔ اس کے احساسات خلعت و خلعانہ اور خلعت مذہبی ہیں۔ کچھ مذہبی لوگ دنیا کے جذبات سے کھینچے رہے ہیں۔ ان کے رجحانات بہت اچھے لیکن ناپائیدار بہت بری ہیں۔ ایسے زہر فروش لوگوں اور ان کے پیروکاروں نے دنیاؤں سے زندگی کی سچائیوں کی عمل نشوونما روک رکھی ہے۔ علم کا گاکھونٹ دینے سے لاپرواہی کرتے سو بھیل گئی ہے۔ اور ہم لاپرواہی کی رات میں کھوئے ہوئے جگہ ٹوٹیاں مارتے کرتے پھرتے ہیں۔ ان مبلغین اخلاق نے ہماری لاپرواہی کی تاریکی کے میں درمیان میں ہمیں وقفہ دینے کے لئے لوہے منبر کھڑے کر لئے ہیں۔ یہ بھی مسوی حقیقت ہے کہ جب ہماری زندگیوں میں سچ کی کرنیں ابھرنے لگیں گی تو یہ لوگ خیرانہم ہو جائیں گے۔ جب ہم سلامتی میں خدا کے ساتھ جیتا جاگتا رشتہ استوار کرنے کے قائل ہوتے ہیں، ہماری دینی معمولی زندگیوں اور زندگیوں میں وحشت شروع ہوتی ہیں تب مبلغین کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتی۔ مثلاً اس وقت تک فائدے میں رہتا ہے جب تک لوگ اندھیرے میں جگہ ٹوٹیاں مارتے رہتے ہیں۔ لوگ تیار ہوتے ہیں تو ڈاکٹری ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اگر لوگ ہی تیار نہ ہوں تو ڈاکٹر فہم ہو جائیں گے۔ میڈیکل کا پیشہ مبلغین کے پیچھے کی طرح داخلی تشدد سے معمور ہے کیونکہ تیار لوگ ڈاکٹر کی زندگی ہیں۔ اگرچہ ایک ڈاکٹر بظاہر مریضوں کا علاج کرتا دکھائی دیتا ہے تاہم وہ لوگوں کے تیار ہونے کا شکر اور خواہش مند رہتا ہے۔ اور جب کوئی دبا بھیل ہے تو وہ خدا کا شکر ادا

کرتا ہے کہ "کاروبار" چلا "موسم" تو آیا۔

میں نے کئی پہلے ایک کمالی سنی تھی۔ کمالی یوں ہے کہ ایک شب کچھ دوست ایک پارٹی ترتیب دیتے ہیں۔ وہ سب ایک سے خانے میں اکٹھے ہو کر شراب پیتے اور اچھے کھانے کھاتے ہیں۔ پارٹی کا سلسلہ رات کے پچھلے ہر تک حول کھینچ جاتا ہے۔ جی بھر کر پیتے، کھاتے، ٹیلیفون خانے، ایک دوسرے کی باتوں میں باتیں داتے رقص کرتے ہیں وہ سب دوست خوش رہتے ہیں۔ جب صبح سے ذرا ہی پہلے وہ رخصت ہونے لگتے ہیں تو سے خانے کا مالک اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ خدا کا شکر ادا کرو جس نے اتنے زیادہ کھا کچ پیئے۔ اگر اسی طرح ریش رہا تو ہم جلد امیر ہو جائیں گے۔ پارٹی کا میزبان سب مصلحتوں کو ادا کرنے کے بعد جب سے خانے کے مالک کو بل کی رقم ادا کرنے لگا تو اس نے خوش اخلاقی اور کاروباری آداب کے تحت دعا کی کہ خدا اس کے کاروبار میں ترقی دے تاکہ وہ دوبارہ اپنے دوستوں کے ساتھ اتنی شاندار محفل جھانکے۔ سے خانے کے مالک نے بریکٹل تذکرہ یہ بھی پوچھا "یہ تو کیا ہے کہ آپ کاروبار کیا کرتے ہیں جنم؟" "میں ڈھکیں کر ہوں۔ جب لوگ مرے ہیں تو میرا کاروبار ترقی پاتا ہے۔"

اسی طرح ڈاکٹر کا پیشہ لوگوں کو شفا بخشنے کا ہے لیکن جب زیادہ لوگ تیار ہوں گے تب ہی ڈاکٹر امیر ہو گا اس کی دلی خواہش تو یہی ہوتی ہے کہ مریض جلد صحت یاب نہ ہو۔ اس لئے ہی تو امیر مریضوں کو صحت یاب ہوتے ہوتے وقت گتا ہے۔ غریب مریض جلد صحت یاب ہو جاتے ہیں کیونکہ غریب کی طویل بیماری سے ڈاکٹر کو زیادہ فائدہ نہیں ہوتی۔

مثلاً بھی اسی طبقے کا حصہ ہیں۔ لوگ جس قدر اخلاق سے مبرا ہوں گے، جتنا زیادہ غیر مذہب خواہ ہوں گے۔۔۔۔۔ انہی ہی انداز کی پیچھے کی انہی زیادہ مبلغین کے منبر اٹھنے ہوں گے۔ کیونکہ تب ہی تو مبلغین کی طلب زیادہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو عدم تشدد اختیار کرنے، سچ کا راستہ اپنانے، دیانت داری رہنے، قانون کی پابندی کرنے اور

معاذ سے وابستگی دیکھ کر یہ تبلیغ کریں۔ اگر لوگ راستہ "مستقیم" پر امن "دراخت" دار مقدس اور جگہ میں ہوں تو پہنچنا کا ہو جائے گا۔

ہندوستان میں اس قدر مبغوض اور پیشواؤں کی موجودگی کا ایک جواز کیا ہے؟ ساری دنیا سے بھی زیادہ مذہبی پیشوا اور مبلغ "ہر گرجہ" ہر گرجہ میں ایک واقعہ "چنڈت" "مگرہ" سواہی یا رامپت کیوں ہے؟ مذہبی پیشواؤں کے اپنے میزبان یہاں کیوں ہیں؟ یہاں پیشواؤں کی کثرت سے کسی کو یہ نہیں فرض کر لینا چاہیے کہ ہم بہت مذہبی لوگ ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ آج ہم دنیا کا سب سے زیادہ لادین اور اخلاق سے ہماری ملک ہیں چکے ہیں۔ لہذا ہمارے ملک میں بہت زیادہ مبغوض اور کاروبار کے مواقع ہیں۔ یہ ہماری قومی شناخت میں جگہ ہے۔ میرے ایک دوست نے مجھے ایک امریکی میگزین میں شائع شدہ مضمون بھجوایا ہے۔ وہ اس میں ایک افکار پر مبنی رائے جتنا چاہتے ہیں۔ ایک بڑا مزاحیہ مضمون حقیقت ہو۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ کسی بھی ملک کے لوگوں کا کردار انھیں شراب پلا کر دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر ایک جرمن کو نوت کر شراب پلا دی جائے تو وہ کھائے پر نوت پڑتا ہے اور ڈانٹک بھیل سے بچنے پر تلے ی نہیں ہوتا۔ وہ دوسرے تین مضمون تک کھاتا یا چلا جائے گا اگر ایک فرانسیسی کو شراب پلا دی جائے تو وہ گھٹنے اور پیچھے کے لئے بے قرار ہو جائے گا۔ اگر کوئی انگریز زیادہ شراب پی جائے تو وہ ایک کونے میں خاموش بیٹھ جائے گا۔ انگریز "معاذ" خاموش بیٹھ جاتے ہیں لیکن شراب پی کر تو وہ دور زیادہ مضمون ہو جائے گا۔ مختلف قوموں کے لوگوں کے مخصوص رد عمل اسی اسلوب میں بیان کئے گئے تھے۔ لیکن شاید لفظی یا لاطینی کی وجہ سے ہندوستان کے لوگوں کا ذکر نہ کیا۔ میرے دوست نے پوچھا کہ میں اسی جملہ میں ہندوستان کے حقیقی کیا کتنا پہچان گا؟ اگر کوئی ہندوستانی زیادہ شراب پی لے تو وہ کیا کرے گا؟ میں نے اسے بتایا کہ اس سوال کا جواب تو انگریزوں "امریکی" ہے۔ اگر کوئی ہندوستانی بمبک جائے تو فوراً "تبلیغ" کرنا شروع کر دے گا۔ یہ ہے ہمارا قومی کردار۔ مبغوض "دراختوں" "دراختوں" اور گروؤں کی یہ لایعنت صف اشارہ ہے اس بات کا کہ

ہماری "ایک دہائی" ہوئی ہے۔ یہ ایک علامت ہے اخلاقیات کی عدم موجودگی کی۔ اور انوکھی بات تو یہ ہے کہ ان راہنماؤں میں سے کوئی ایک بھی اپنے دل کی گہرائیوں سے اس عدم اخلاقیات کے خاتمے کی خواہش نہیں کرتا کیونکہ جو نئی ہماری دفع ہوئی، مبلغ کا ہو جائیں گے۔ ان کی داخلی آرزو یہی ہے کہ ہماری بدعتی راہی چاہیے اس ہماری کو برقرار رکھنے کا آسان ترین راستہ یہی ہے کہ زندگی کے علم کی نشوونما کو روک دیا جائے اور انسان کو زندگی کے کمرے اور اہم گوشوں کے ارداف سے ڈرا دیا جائے۔ ان سے لاطینی خود بخود عدم اخلاق "معاذ" اور کرپشن کو بچانے کا پھوٹا ہوا جال ہے۔ اگر لوگ زندگی کے ان کمرے درمیں گوشوں کو چھوئے گا پھوٹ جائے گی۔ اگر لوگ وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریاں ایک ایک کر کے ختم ہونا شروع ہو جائیں گی۔ میں تمھاری وجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ عدم اخلاق کا داخلی بنیادی اور لاطینی دار سرچشمہ جنس ہے۔ انسان میں بیش "بکری" "معاذ" اور بے نیکی کا ایک جہلی اور داخلی موثر مرکز رہی ہے۔ پانچویں مذہبی پیشوا اس کے حقیقی ہاتھ کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔

میرے ایک دوست نے پیغام بھیجا ہے۔ "کوئی دلی" "کوئی کروہ" کے بارے میں بات نہیں کرتے جنس کے بارے میں آپ کی تقریریں سن کر میرے دل میں آپ کی جو ازاد عزت تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔"

میں نے اسے بتایا کہ لفظی اور کہیں نہیں ہے "بنیادی طور پر" اگر احرام "قہ" تو لفظی اس میں نفاذ تھی۔ میرا احرام کیوں ضروری ہے؟ اس کے پیچھے کیا مقصد کارفرما ہے؟ میں نے کب تم سے اپنی عزت کرنے کا کہا ہے؟ اگر تم میری عزت کرتے تھے تو تمھاری لفظی تھی۔ اگر آپ تم اس پر ناکل نہیں ہو تو یہ تمھارا حق ہے۔ نہ تو میں کوئی مہتمم ہوں "نہ بننا چاہتا ہوں۔ اگر میں مہتمم یا گرو بننے کی معمولی سی بھی خواہش رکھتا تو "یقیناً" یہ موضوع کبھی منتخب نہ کرتے۔ ایک مہتمم اس وقت تک مہتمم نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنا موضوع منتخب کرنے میں ہوشیار نہ دکھائے۔ لیکن میں بھی مہتمم

میں قہر میں مبتلا نہیں ہوں۔ اور یہ جتنی امر ہے کہ میں مبتلا بننے کی خواہش نہیں رکھتا کیونکہ یہ خواہش فی نفسہ گمراہی، غیص، انا پرستی کو بدوں چڑھاتا ہے۔ میں ایک انسان ہوں اور یہی میرے لئے کافی ہے۔ آؤ کیا صرف انسان ہونا کافی نہیں؟ کیا انسان انسانوں کے کمزوروں پر چڑھے بغیر اپنی انا مسئلہ کے بغیر طاقت حاصل کئے بغیر..... ایک یا دوسری صورت میں..... خوش نہیں رہ سکتا؟ صرف ایک انسان رہتے ہوئے؟..... میں جس حالت میں ہوں خوش اور مطمئن ہوں۔ میں انسانیت میں عقلمندی کا خواہش مند ہوں۔ میں ایک عظیم انسان کا آرزو مند ہوں۔ آؤ کیا یہ عقلمندی نہیں کہ بشریت کی کامل انفرادیت کے ساتھ انسان بن جائے؟ اور ہر آدمی عظیم بن سکتا ہے کیونکہ صحیح معنوں میں ہر انسان عظیم بننے کا قائل ہے۔ گردوں اور مارتھوں کے زمانے کے مارتھوں کی مزید کوئی ضرورت نہیں رہی۔ عظیم انسان ضروری ہے۔ عظیم انسانیت وقت کی ضرورت ہے۔ دنیا میں بہت سے عظیم لوگ ہو گزرے ہیں۔ ہم نے ان سے کیا حاصل کیا ہے؟ یہی کہ عظیم انسان نہیں بلکہ عظیم انسانیت کا زریعہ ہے۔ مجھے خوشی ہو گی اگر صرف ایک آدمی بھی مطالعے سے نکل آئے۔ اہم اہم آدمی آدمی کو تو معلوم ہو کہ میں عظیم انسان نہیں ہوں۔ یہ بھی ایک اہم قہر بشری امر ہے کہ ایک آدمی تو مطالعے میں نہیں ہے۔ دوست نے مجھے اس خیال کے ساتھ پیغام بھیجا ہے کہ مجھے مہارت کی طرف راغب کیا جائے۔ وہ سوچتا ہے کہ اگر میں ایسے موضوعات پر بحث کرتا ترک کر دوں تو ایک عظیم کردار بن جاؤں گا۔ اب تک تو مارتھ اور کردار ایسی ہی جھٹکیں سے احمق بنائے گئے ہیں اور نتیجہ کے طور پر ان عظیم فکر کرنے والوں نے ایسے موضوعات پر بات نہیں کی جو ان کی مہارت کو فروغ دینے کے مناسب کے لئے چاہ کرنا چاہت ہو۔ یہ سب اپنے "خود" کی حفاظت کے طمع میں انہوں نے کبھی اس امر کی پروا نہیں کی کہ زندگی پر وہ کس قدر نقصان دہ اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ میں اس نوع کے سبب باز کے لئے شکر میں ہوں۔ میں نے ان کا خواب نہیں دیکھا اس کے لئے میں نے کوئی منصوبہ نہیں بنایا ہے۔ اس کے برعکس میں

تو اس وقت سے ہر اصل رہا ہوں جب کوئی شخص مجھے مارتھ بنانا چاہے۔ آج مارتھوں اور گردوں کی افراط ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ مارتھ کیسے بن سکتا ہے بلکہ اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ حقیقی انسان کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے؟ اس مقدمہ کے حصول کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہمیں کیا جدوجہد کرنی چاہیے؟ مجھے امید ہے کہ اور میں محسوس کرتا ہوں کہ میں بننے چیلر واصل اپنے موضوع کے حوالے سے ذریعہ بن گیا ہوں وہ درست طور پر بشر کی رکائش کو ذمے میں تمہاری مہارت کریں گے۔ اس روشنی میں ایک راستہ دکھایا جا سکتا ہے۔..... روح کی جست میں۔ یہ ممکن ہے کہ تم پھر رنج اپنی شہوت..... اپنی بشر کی قلب ہدایت پر غور ہو چکا۔ اب جو سارے فی الوقت ہیں، ہم شہوت ہیں، روح نہیں ہیں۔ آئے دلی کل میں ہم روح میں داخل کئے ہیں لیکن فقہ اس صورت میں کہ عمل بشر کی پھر رنج قلب ہدایت کی جگہ۔ اور تب دوام شروع ہو گا۔ جو کچھ میں نکل لڑیں تاکہ ہوں اس کے بارے میں بہت سے دوستوں نے ایک سے سوال دریافت کئے ہیں۔ میں اس سلسلے میں کچھ فیڈبک لکھت چلاں کر دوں گا۔ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ اختلاف کے دوران میں علوم کی مسلسل جھگیوں کی آہنی ہوئی چاہیے۔ آدمی کو علوم کے اس نکتے، اس پہلو کو سمجھنا چاہیے جو اختلاف کے وسط میں جھلی کی طرح پگھلا ہے۔ جو ایک سینکڑہ کے لئے کسی بات نہ آنے دلی شے کی طرح مستحکم ہے اور قہر ہو جاتا ہے۔ اگر تم صرف ایک دفعہ بھی عمل طور پر قہر کرتے ہو تو تمہیں لوگ ہو گا کہ اس لئے میں تم کسی طور سے میں داخل جاتے ہو۔ جسم پیچھے رہ جاتا ہے اور تم روح میں بدل جاتے ہو۔ اگر تم اس دور کی ایک تنہا ہو تو تم دھیمان یا مراقبہ کے وسیلے سے ایک زیادہ گہرا اور پائیدار رشتہ قائم کر سکتے ہو۔ اور تب کیا تم علوم کی رول روک سکتے ہو؟ جب یہ اتمہار، علم، شعور اور زندگی کا جڑ دین جاتے گا تو پھر بشر۔ شہوت کے لئے کوئی مخالفت نہیں رہے گی۔ ایک دوست کا اندیشہ ہے کہ اگر بشر کو یوں ترک کیا گیا تو ہماری نسل کا کیا ہو

کا اگر سب لوگ سلامی کے ذریعے تجو حاصل کر لیں تو اعلیٰ نسل لایا ہو گا؟

اس نوع کے بچے جو آج کل پیدا ہو رہے ہیں جب میں ہوں گے زندگی کی حقیقی نوکاسرودہ طریقہ تو کس 'بلوں اور پست جانوروں کے لئے ہے' انسان کے لئے نہیں۔ یہ کس طرح کی ذہنیت ہے؟ بچوں کو بے سوچے پیدا کرنے کی؟ یہ بڑے پیانے پر ہونے والی حقیقت؟..... بے مقصد ہے قلمدانہ مولائی!

تہذیب اتنی پیڑھے والی ہے کہ اگر ہدایت پانڈی نہ لگائی تھی تو سائنس دانوں کے بتوں سہرس میں ہی اتنی جگہ نہیں پڑے گی کہ پاؤں بھی دھرا جا سکے۔ تم محسوس کرو گے کہ تم جیسے عہدیت گزاروں میں گمراہ ہوتے ہو، ہر دم دیکھو ایک جلد جاری لے گئے

دوست کا سوال بہت برسرِ عمل ہے کہ اگر تجو عام ہو جائے تو بچے کیونکر پیدا ہوں گے؟ جب تو مذکورہ چار نوعیت کا جلد کرنا مشکل امر ہو گا میں اپنے دوست کو ایک چشم کشا حقیقت سے آشنا کرنا چاہتا ہوں اور تمہیں بھی اس پر توجہ دینی چاہیے کہ بچے تجو سے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں بچوں کی پیدائش کا پانچواں نمونہ کا پورا مقصد و محتاج ایک نئی بہت کا حامل ہو گا۔

شہوت حقیقی نوکاسون آفریں وسیلہ نہیں ہے۔ فقط تجوی دی و مدراء وسیلہ ہو سکتا ہے۔ بچے کی پیدائش تعلقات سرودہ مولائی ہوتی ہے، تم کسی اور مقصد سے جنس کے لئے جاتے ہو، بچہ درمیان میں آجاتا ہے۔ کوئی شخص بچہ پیدا کرنے کے لئے جنس میں نہیں جانتا، بچے تو بن جاتے مسلمان ہوتے ہیں اور تم ان سے اسی قدر محبت رکھتے ہو جس قدر کہ کسی عین بن جاتے مسلمان سے ہو سکتی ہے۔ اور بن جاتے مسلمان سے کیا سلوک روا رکھا جاتا ہے؟ ان کے آرام کے لئے ہسٹر لگائے جاتے ہیں، کھانا پیش کیا جاتا ہے، ان کی مثل سجا ہوتی ہے، بڑا ہمدردی کی جاتی ہے، تم اپنے ہاتھ پاتھ دیتے ہو..... لیکن یہ سب کچھ صرف ادب و ادب کے تحت رواں دواں کیا جاتا ہے۔ ہمارے اندر محبت کا سچا احساس نہیں ہوتا۔ مستقل سوچ یہ ہوتی ہے، "یہ مطلب کب لے گا؟" اسی

طرح کا سلوک ہے چاہے بچوں سے روا رکھا جاتا ہے جس کی سلامی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کی غرضاتی نفس کی ہوتی ہم تو کچھ اور ہی چاہتے تھے، وہ تو جنمی پیدلوار ہوتے ہیں۔ دور حاضر کا بچہ پیدلوار نہیں، جنمی پیدلوار ہے۔ وہ پیدائش کے جانتے وہ بس اس طرح پیدا ہو جاتے ہیں جیسے والوں کے ساتھ جھولہ چٹاچہ تمام دنیا اس کو شش میں ہے کہ جنس کو اس نوع کے علاوہ سے بچلا جائے۔ برہہ کنکول انسان کے اسی رجحان کا نتیجہ ہے۔ غیر فطری مملوہات انحراف کے جاتے ہیں اگر جنس سے تو قطعاً انحراف جاتے لیکن بچوں سے محفوظ رہا جائے انسان کو اس شر سے محفوظ رکھنے کی کوششیں صدیوں سے کی جا رہی ہیں۔

میں تک کہ قدم آج رویہ کھینچوں میں بھی علاج درج ہیں۔ چھوڑ دوڑ کے خود غرض عالم بھی اس شے کے لئے مجبور ہیں جس کے لئے عین ہزار برس قبل کے آج رویہ ک پنڈت بھی فکر مند تھے..... کیوں؟

انسان اس حقیقت میں کیوں متعلق ہے؟ بچے طوکان اٹھاتے ہیں۔ وہ ذمہ داری کا بوجھ لے کر آتے ہیں اور فخر ہے بھی ہوتا ہے کہ بچے یا بچوں کی پیدائش کے بعد عورت میں جنس کے لئے ایک بے اعتدالی جنم لے گی۔ ایک آدمی جس کے بچے جنس میں وہ ان کا فاضل مند ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ بچوں سے محبت کرتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اپنی دولت سے محبت کرتا ہے۔ جب کوئی شخص بچے کی خواہش کرتا ہے تو اس مفالے میں مت آجنا کہ اس کی روح بچے کے لئے ایک معصوم انسان کے لئے تپ رہی ہے، وہ تخت مشقت کر کے دولت آئیں کر رہا ہے اور کون جانتا ہے کہ اس کی موت کے بعد کون اس دولت کا مالک ہو گا؟ چٹاچہ اسے اپنی الماک محفوظ کرنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے لئے اپنے خون سے ایک بچے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی کو بھی بچے کی ضرورت فقط بچے کے لئے نہیں ہوتی۔ ہم خود کو بچانے کی سعی کرتے ہیں لیکن بچے اپنی شرائط پر پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہم جنس سے قطعاً مدوز ہو رہے ہوتے ہیں اور بچے درمیان میں آدھکتے ہیں۔ یہ جنیت زدگی

کی حتمی پیدلوار ہے۔ چنانچہ یہ بہت تیار، بہت کمزور، بہت زیادہ بایوس، بہت پانچہ، بہت چرمزور اور بہت مضطرب ہوتی ہے۔

تجربہ سے بھی پیدلوار ہو سکتی ہے لیکن اس کی یہ پیدلوار ہمن کی حتمی پیدلوار نہیں ہو گی۔ ہمن بچوں کو ختم دینے کا ایک غیر متعصب ذریعہ نہیں ہو گی۔ تم دہلی جانے کے لئے جہاز میں سوار ہونے ہو، جہاز دہلی پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ حتمی پر پہنچ کر تم یہ تو نہیں کہنے کے تم جہاز سے باہر نہیں آؤ گے۔ ہمن کے ذریعے شعور اعلیٰ کی حالت میں پہنچ کر، برہنہ پاریہ کو پا کر، جو الوہیت کے ساتھ رازدینا کی سطح ہے، پہنچ پیدلوار ہو تو یہ پیدلوار ایک بھی تخلیق ہو گی! لیکن اب تک تو ہمارا استخراج پسند ذہن ہمن سے مکمل لطف اندوزی کے لئے ایک دفاعی تکنیک بنانے میں غور رہا ہے۔ مگر تاکہ کوششیں اس کی متعلقہ سمت میں ہوتی چاہیے تھیں۔ لیکن ہم ہیں کہ پالم انیورسٹی دہلی پر پہنچ کر بھی اپنی سیٹ چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ کیا تم میرا موقف سمجھ گئے ہو؟ اگر برہنہ پاریہ عام ہو جائے تو اختراعات کی سمت دھلتی ہو جائے گی۔ فی الوقت رختان اس کی مخالف سمت میں ہے یعنی بچوں سے گرفت اور ہمن سے برائے ہمن لڑتے اندوزی۔

لیکن میں اپنے دوست سے پوچھتا ہوں کہ وہ دنیا کو برہنہ پاریہ سے محفوظ رکھنے کے لئے کیوں تنکڑ ہے؟ اب بہت زیادہ تشویش پیدلوار ہوتی ہے کہ برہنہ پاریہ تجو تخلیق نو کو روک سکتا ہے اور دنیا ختم ہو جائے گی! میرے دوست برہنہ پاریہ کا امکان صفر ہے۔ اور یہ اس وقت تک رہے گا جب تک ہمن کے لئے حفاظت، شعوری اور واحد ہے حتمی رہے گی۔ تجو سے دنیا کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بلکہ مسلسل علاج پیدلوار کی وجہ سے تو کا امکان روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ تم اسی طرح پہنچ پیدلوار کرتے رہے تو دنیا انعام کو پہنچ جائے گی۔ ہمیں اہم کمپوں یا پائیل روڈ جن بیوں کی ضرورت نہیں ہو گی۔ یہ مستقبل روزانہ ہوتی آہنی، شہوت پرستی کی یہ ہے انتہائی حتمی پیدلوار خود کو بڑھ کر دے گی! برہنہ پاریہ کے نتیجے میں انسان مختلف وضع کا ہو جائے گا وہ اپنی دروازہ مریائے کا

کہ جس کا اب تصور بھی نہیں کر سکتا اس کی صحت بتا دیوں سے پاک نہایت عمدہ ہو گی۔ اس کے خدو فعل کسی پر شکوہ مجھے سے ہوں گے! اس کی شخصیت سے الوہی خوشبو نکرتے گی۔ مہمانی، بہت، سچ، حسن اور مذہب اس کا کردار ہوں گے۔ مذہب اس میں پیدلوار ہو گا۔ ایک نوع کی الوہیت جسم ہو جائے گی!۔۔۔۔۔ ہم لادینیت سے پیدلوار ہوئے ہیں، ہمیں پیدلوار ہوتے ہی مذہب کی مشکل میں ڈال دیا جاتا ہے، ہم اللہ ہی میں مرتے ہیں اور اس دور میں۔۔۔۔۔ پیدلوار سے موت تک۔۔۔۔۔ سارے عمر حیات میں شب و روز ہم مذہب کے متعلق باتیں اور باتیں کرتے رہتے ہیں۔

اس اعلیٰ نوع انسان میں مذہب کا کوئی کردار، کوئی بحث نہیں ہو گی کیونکہ مذہب ان کا طرز حیات ہو گا۔ ہم اس کے متعلق بحث کرتے ہیں جو ہماری زندگی میں ہی نہیں ہے۔ ہم عموماً اس کے متعلق گفتگو نہیں کرتے ہیں جو ہماری زندگی کا جزو ہے۔ مثل کے طور پر ہم ہمن کے متعلق بات نہیں کرتے کیونکہ یہ ہمارا طرز حیات ہے۔ لیکن ہم خدا کے متعلق ضرور بحث کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارا طرز حیات نہیں ہے۔ درحقیقت ہم جن چیزوں کو حاصل نہیں کر پاتے ان کے متعلق باتیں کرتے اور اپنے آپ کو مطمئن کرتے ہیں۔

میل میں ہمیں ایک مختصر حکایت سنا جاتا ہوں۔ ایک درویش کو ایک بار دو ران طر میں ایک اسی جگہ مہلت کا اتفاق ہوا جہاں ایک چنڈت بھی مہلت گزار قند مہلت کر چکے کے بعد جب دعا کا وقت آیا تو درویش پاؤں پلندہ خدا سے مانگنے لگے کہ میرے میرے خدا! اے میرے مالک! مجھے ذخیرہ سارا سونا، چاندی، میرے دے۔ اے حسن کے خالق! مجھے ایک حسین رخت حیات بخش دے۔

درویش کی یہ درخواست دعا میں کر چنڈت کو تو آگ ہی لگ گئی۔ اس نے اپنے رعب و جمال مذہب کا بوجھ اٹھا کر کہے ہوئے دریافت کیا کہ حق محض، تم نہیں جانتے دعا کیونکر کی جاتی ہے؟ خدا سے! تب حقاقت اور ہر جہاں کے مالک سے تم ایسی فصول و فیولیں چنیں مانگ رہے ہو؟ کیا تم میں جانتے کہ وہ ہر شے خلق سکتا ہے۔

اس کی زندگی یقیناً سکون اور ایمان دار زندگی۔ تم اس سے پہچانی راسخی اور ایمان کے لئے دعاگو کیوں نہیں ہو؟ میں تو ہر محنت کے بعد اسی طرح دعا کرتا ہوں۔

درویش نے بڑے حقل سے پخت کی یہ خود فریبی اور اتناڑگی سے بھری ہوئی یہ تقریر سنی اور کہہ "اے علی مرتبت پخت! تم خدا سے درست دعا کرتے ہو اور میں بھی۔"

پخت اس کے اس بے پائے جواب سے مزید مشتعل ہوا اور کہنے لگا "اس مصل کوئی سے تم کیا حجت کرنا چاہتے ہو۔ میں بھی درست دعا کرتا ہوں اور تم بھی۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟"

درویش نے کہہ "یہاں ممکن ہے۔ دراصل ہم وہی کچھ تو دعا میں مانگتے ہیں جو ہمارے پاس نہیں ہوتا۔"

اس حکایت میں جو حکمت مضمر ہے اس سے ضرور تمہارے قلب روشن ہوئے ہوں گے۔

کیا تم نے توجہ نہیں کی کہ مور تیس سواریں زیادہ جھگڑا ہوئی ہیں۔ کیا یہ حملہ مقصود نہیں تھا؟ ہم کہنا یہ ہے کہ وہ مور تیس سواریں موٹوں ہوں اور وہ ایک غلامش رہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ چین میں سب سے بڑا بھوت بولنے کا مقابلہ ہوا۔ ملک بھر کے درویش کو مقابلہ گھر میں اکٹھے ہو گئے۔ سب سے بڑے بھوت نے کو بہت جی اہتمام ملنا تھا۔ اپنی باری آنے پر ایک درویش کو نے کہہ "میں ایک پارک میں گیا۔ میں نے وہاں دو عورتوں کو بیٹھے دیکھا۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھی تھیں اور ہاتھیں غماش تھیں۔" منافقین نے اس بھوت کو مقابلہ کا سب سے بڑا بھوت قرار دیتے ہوئے اس درویش کو کو پہلا انعام عطا کیا۔ عورت اس قدر کیوں بولتی ہے؟ اس لئے کہ مرد ہم کرتے ہیں جبکہ عورتیں ہم نہیں کرتی ہیں۔ جب ہم ی نہ ہو کوئی حرکت ہی نہ ہو تو کھل گئیں ہاتھ ہیں۔ اس نوع کا نسلی صیب ہندوستان کا قوی کردار ہے۔ یہاں کوئی ترقی نہیں ہے۔ صرف پائس اور بھیش ہیں۔

برصغیر سے یہ پیدا ہونے والا انسان پختی نہیں ہو گا۔ اولہ غیر ہو گا مگر فضل پائس میں کسے گا؟ مذہب کی باتیں تو بالکل نہیں کسے گد۔ تب مذہب کو لوگ موضوع بحث کے طور پر بھول جائیں گے کیونکہ مذہب ان کی فطرت ہو گا۔ یہ تصور کر کے ہی انسان حیران ہوتا ہے اس میں جذبہ استقامت بیدار ہو جاتا ہے۔ اسے پہلے بھی ایسے انسان پیدا ہوئے ہیں لیکن ان کی یہ انکس مل جاتی تھی۔ کبھی کبھار اتنا غلب صورت انسان پیدا ہو جاتا ہے کہ لباس بھی اس کی خوب صورتی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ وہ بغیر کپڑوں کے۔ عریض سی الٹا ہے۔ اس کے حسن کی تلاش دور و قریب پھیل جاتی ہے۔ لوگ اس کا دیدار کرنے کے لئے اس کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ سب گھر گھر کے اس بیٹے چلتے بٹھتے کو بہت پاش لگاؤں سے دیکھنے کے لئے اس طرح کا آدمی بہت زیادہ اچالے میں ہوتا ہے۔ اس کا اصل نام دروہا تھا ہوتا ہے لیکن لوگ اسے مولیر پکارا لٹھتے ہیں۔ یہ اس کے اندر برصغیر کا لور تھا کہ لوگ اس آدمی کو خدا کی طرح سجدے کرتے ہیں۔

کبھی کبھار کوئی بدھا جھم لیتا ہے۔ کوئی عیسیٰ پیدا ہوتا ہے۔ کوئی کسوف شمس پیدا ہوتا ہے۔ ہم انسانیت کی پوری تاریخ میں پھٹل چند ایک نام ہی جوتھکتے ہیں۔ جب بچے تجو سے "الوی ملپ سے پیدا ہونے لگیں گے تو ممکن ہے کہ تم اس بیٹے کو سنا بھی پہن نہ کرو۔" تجو سے بچے بچے۔ لیکن میں ایک نے تصور ایک شریف تر ایمان پر ہات کر رہا ہوں۔ جب بچے تجو سے پیدا ہوں گے انسانیت اپنی خوب صورت، اپنی طاقتور، اپنی بے خیال، اپنی توانا اور اپنی ذاتی ہو گی کہ انا کا علم یا ہمارے انا کا علم یا عقل شعور کا علم سرحد اور اک سے پرے نہیں ہو گا۔ چونکہ اس کا تصور کرنا دشوار ہے چنانچہ مجھے اجازت دو کہ میں ایک مثال سے اس کی وضاحت کروں۔ اگر تم بے خوابی کے کسی مریض کو بیٹا کہ تم سہانے پر سر رکھتے ہی سو جانے کے اہل ہو تو اسے یقین نہیں آئے گا کہ وہ سو گا۔ وہ تو بہتر میں کہ نہیں بدلتا رہتا ہے۔ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے، تسبیح پھیرتا ہے، بھیڑیں گنتا ہے لیکن سو نہیں پاتا۔ وہ کے کا

